شاطرہ

۹۸۴ع — ~~۴۷۹۱~~

۹۸۵ع — ~~۴۷۹۲~~

رسالۂ جواز عزا — شیعہ سنی کی نماز

۹۸۶ع — ~~۴۷۹۳~~

در مقصود

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ من بکی علی الحسین او ابکی او تباکی وجبت له الجنة

رسالۂ جوازِ عزا

جس میں

مخالفین عزا کے ان تمام اعتراضات کو دلائل قاطعہ سے
دفع کیا گیا ہی جو عزاے امام مظلوم کے متعلق آے دن کیا کرتے ہیں

مصنّفۂ

شمس الواعظین جناب مولوی سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

حسب فرمایش

عالیجناب فخر الحجاج والزوائر حاجی خواجہ شریف حسین صاحب
کربلائی، مشہدی رئیس کیرانہ ضلع مظفر نگر

ملنے کا پتہ

مینیجر کاظم بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

جید برقی پریس دہلی

تعداد طبع ۱۰۰۰ قیمت فی جلد ۶/

از مراد آباد پاکر ہائی سکول مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۳۲ء

میں اپنے رسالہ "جواز عزا" کا کاپی رائٹ یعنی حق طباعت واشاعت جناب مینیجر صاحب کاظمی بک ڈپو رجسٹرڈ دہلی کو ہبہ کرتا ہوں۔ وہ اسکو طبع کرانے اور شایع کرانے کے مستحق ہیں۔ کسی دوسرے کو حق حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ اس رسالہ کو طبع کراسکے

راقم سید ظفر حسن امروہوی

دیباچہ

اسلام کے وہ افراد جنکو خاندان بنی اُمیہ کی حمایت اور یزید کی ولایت کا شرف حاصل ہے ہمیشہ اس جد وجہد میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح عزائے امام مظلوم کا سلسلہ دُنیا سے نیست ونابود ہوجائے تاکہ ہر سال اُنکے بزرگوں کے ان مظالم پر روشنی نہ پڑے جو ذریت رسولؐ پر جاہ ومنصب کی نفرت انگیز حرص کی بنا پر کئے گئے تھے محرم کا چاند نمودار نہیں ہونے پاتا کہ یہ عاقبت برباد گروہ اخباروں، رسالوں اور اشتہاروں میں عزاداری کے خلاف مضامین شایع کرنا اور جا بجا بھیجیں دینا شروع کر دیتا ہے جسسے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سیدھے سادے لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھانسکر اس عزاداری سے روکدیں جسکو وہ بخلوص دل ہر سال محبت حسینؑ مظلوم میں قائم کرتے ہیں ظاہر ہے کہ عوام الناس اس قسم کے اعتراضات کے دفعیہ پر پوری قدرت نہیں رکھتے لہذا اکثر اوقات اُن کے عقائد ڈانواڈول ہوجاتے ہیں اور وہ بیچارے اعتراضات کے جوابات حاصل کرنیکی دھن میں پریشان پھرنے لگتے ہیں۔ ایسے اوقات میں اُنکی نگاہیں کسی ایسی کتاب کو ڈھونڈا کرتی ہیں جو ایسے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات اُنکی آنکھوں کے سامنے پیش کر سکتی ہو۔ میرے احباب کا خصوصاً جناب حاجی خواجہ شریف حسین صاحب کربلائی مشہدی رئیس کیرانہ ضلع مظفر نگر کا ایک مدت دراز سے اصرار تھا۔ کہ اس قسم کا ایک رسالہ جلد سے جلد تیار کر کے اطراف ملک میں شایع کر دوں تاکہ عزاداری کے خلاف کوشش کرنیوالوں کے اغوا سے لوگ محفوظ رہ سکیں لیکن کثرت مشاغل سے بہت دیر کے بعد مجھے اسطرف متوجہ ہونیکا موقع ملا مجھے یہ اُمید ہے کہ یہ رسالہ عزاداران حسینؑ کو بہت فائدہ بخشیگا اور یہ اُن اعتراضات کی سپر ثابت ہوگا جو دشمنان امام حسینؑ کیطرف سے ہمیشہ کئے جاتے ہیں اگرچہ ایسے اعتراضات کوئی خاص اثر پیدا نہیں کر سکتے اور بحمد اللہ عزاداری کو روز بروز ترقی ہے تاہم علما کا فرض ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے رخنہ کی طرف بھی متوجہ ہوکر اسکے انسداد کی فکر کریں میں نے اس رسالہ کو مکالمہ کی صورت میں اس غرض سے تحریر کیا ہے کہ عوام الناس اسکو دلچسپی سے پڑھیں تمام ثبوت کتب اہلسنت ہی سے دیئے گئے ہیں اپنے یہاں کی کوئی کتاب ثبوت میں پیش نہیں کی گئی ہے۔

خادم المومنین سید ظفر حسن امروہوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

سیدنا و مولانا حضرت ابو عبداللہ الحسینؓ کی عظیم الشان شہادت نے نہ صرف اسلام کے اُس مردہ شجر کو سینچا۔ جو کفر و ضلالت کی زہر آگیں باد سموم سے جُھلس جُھلس کر اپنی تمام تر و تازگی و خوشنمائی کو کھو بیٹھا تھا بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو وہ وہ اخلاقی و روحانی سبق دیئے۔ جن کا ایک ایک جز آب زر سے لکھنے کے قابل اور لوح دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔

پیغمبر اسلام کے پیارے نواسہ کا دنیائے اسلام پر یہ وہ گرانقدر احسان تھا جکے بارے قیامت تک مسلمانوں کی گردنیں آزاد نہیں ہو سکتیں اور اسکے اثر کا گہرا نقش کسی قوت کے مٹائے دلوں سے نہیں مٹ سکتا وہ درحقیقت ایسی زبردست دینی خدمت تھی جو اپنی نظیر آپ ہی ہو کر رہ گئی مسلمانوں کی نسلیں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ دینی قربانیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی شریعت حقہ اسلامیہ کی خدمات ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ مظلوم و ستم کش ہستیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی لیکن جو واقعہ ہائلہ سرزمین نینوا پر ۶۱ھ میں ہو گیا وہ اپنی آن بان اپنی شوکت و شان اور ہدایت و تبلیغ میں بالکل انوکھا اور قطعی اچھوتا رہا۔ نہ ایسے توحید و رسالت کے متوالے ہوئے ہونگے

نہ ایسے حقائق و معارف کے شیدائی ہوئے نہ ہونگے۔ نہ ایسے حقیقت آگاہ سرفروش و مجاہد
ہوئے ہونگے نہ ایسے شریعت رسولؐ کے حامی و حافظ ہوئے ہونگے نہ ایسے ہنس ہنس کر
جان دینے والے ہوئے نہ ہونگے نہ ایسے صابر و شاکر، شجاع و اولو العزم، وفادار و صداقت
شعار، زہد و تقویٰ والے ہوئے نہ ہونگے اگرچہ کہنے کو وہ چند بھوکے پیاسے غریب الوطن
بے یار و مددگار اور بیکس و مظلوم مجاہد تھے مگر وہ کام کر گئے کہ آج تک نہ دنیا کے بڑے
بڑے گردانِ زور آزمائے ہو سکا۔ نہ شجاعانِ روزگار سے انکے شجاعانہ ہمتوں اور
دلیرانہ حملوں سے رستم و سہراب کی روحیں کانپیں اور یلانِ شام و رُوم کے جسموں میں
رعشہ پڑا۔ وہ تین روز کی بھوک و پیاس میں ہنس ہنس کر زخم تیغ و سنان کھاتے اور
خون میں نہاتے دُنیا سے رخصت ہو جاتے۔ مگر دشمن کو پیٹھ نہ دکھاتے مرنیوالے
چند روز کی انتہائی سختیاں سہہ کر اور صبر شکن مظالم اُٹھا کر دُنیائے ناپائیدار سے
رخصت ہو گئے۔ مگر قیامت تک ہائے اپنی بیکسی و مظلومی کا ماتم دُنیا میں چھوڑ گئے اور
اپنی محبّت کا پائیدار نقش انصاف پسندوں اور حق شناسوں کے دلوں پر جما گئے۔ وہ
ابد الآباد تک آنیوالی نسلوں سے ہر سال اپنے واقعہ کی یاد کو تازہ کرلیتے رہیں گے اور
ہر اہل دل سے اپنی شجاعت و بسالت، نیک نفسی و عالی ہمتی، پاک طینتی و تقدس شعاری
حق داری و معرفت الٰہی استقامت و کرامت، نبالت و رشادت، ایثار و احسان
زہد و اتقا کی داد لیتے رہیں گے، اُنکی سوکھی شہ رگوں سے نکلنے والا خون اگرچہ کربلا
کی جلتی بلتی ریت کی اور نینوا کی خشک اور شعلہ خیز زمین کی پیاس بجھانے میں کامیاب
نہ ہو سکا لیکن شجر اسلام کی آبیاری میں اسقدر کامیاب ہوا کہ اب اُسکے لہکنے مہکنے
پودے کو کفر و ضلالت کی تند سے تند اور گرم سے گرم ہوائیں بھی نہیں جھلس سکتیں
اسلام کو اپنی نشو و نما میں جیسی بہترین اور برگزیدہ ترین قربانیاں درکار تھیں وہ
نبیؐ کے خاندان اور اُنکے اعزہ و انصار نے بڑے حوصلہ سے بڑی خندہ پیشانی سے

بڑی جوان مردی سے، بڑی سج دہج سے بڑی آن بان سے روز عاشورہ اس طرح پیش کر دیں کہ دیکھنے والے دانتوں میں انگلی دے گئے اور کہنے والے یہ کہہ اٹھے۔

کارے کہ حسینؑ اختیاری کردی — در گلشن مصطفےٰ بہاری کردی

از ہیچ پیغمبرے نیاید این کار — واللہ کہ اے حسینؑ کاری کردی

دشمن باوجود اپنی ٹڈی دل فوجوں سے چند بھوکے پیاسے غریب الوطن مسافروں کے مقابلہ میں کامیاب نظر آرہا تھا۔ مگر اندر سے اسکا دل بول رہا تھا کہ یہ فتح نہیں بلکہ وہ عظیم الشان شکست ہے جسکی تلافی قیامت تک ممکن نہ ہوگی۔ حسینی لشکر بظاہر شکست خوردہ تھا لیکن درحقیقت وہ اپنی فتح کے شاندار جھنڈے دُنیا کے آخری دن تک پہونچنے والے میدان میں گاڑتا چلا جاتا تھا ان مظلوم شہیدوں کی چکنا چور بدنوں سے جو خون کا قطرہ باہر آتا تھا وہ بظاہر ایک ناچیز قطرہ تھا لیکن دراصل اُسمیں ہدایت و رشادت کا سمندر موجیں مارتا تھا اور توحید و حقانیت کا سیلاب اُمنڈتا تھا بہتر جانفروشوں کی تعداد ایسی کون بڑی تعداد تھی کہ کسی دَل بادل فوج کی نگاہ میں سما سکتی لیکن خدائی زور اور لاہوتی قوت نے ان مظلوموں کے ساتھ ہو کر وہ قیامت ڈھائی تھی کہ فرط رُعب سے بید کی طرح تھر تھر کانپ رہا تھا اور مقابلہ کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ ہاشمی شجاعوں، مطلبی دلیروں، علوی شہزوروں، عقیلی مجاہدوں جعفری بہادروں، اور فاطمی ہزبروں کی جب خون آشام تلواریں نیاموں کو چھوڑ کر برق شرربار کو شرماتی اپنی چمک دمک دکھاتی تھیں تو کوفہ و شام کی گھنگھور گھٹائیں کائی کی طرح پھٹ کر رہ جاتی تھیں اور دم کے دم میں وہ خون کا مینہ برستا اور سروں کا اولہ گرتا تھا کہ ہر طرف سے الامان الامان کی صدا سنائی دیتی تھی۔

دُنیا میں لاکھوں لڑائیاں ہوئیں اور ہونگی بے شمار نبرد آزمائیاں ہوئیں اور ہونگی مگر چشم فلک نے نہ آج تک ایسے رن پڑتے دیکھے نہ دیکھنے کی اُمید۔ نیستانِ شجاعت کا جو غضنفر

میدان کارزار میں آتا تھا سلحشور فوجوں کے پرے پرے کو ہرنوں کی قطاروں کی طرح
آگے دھر لیتا تھا۔ وہ تین روز کی بھوک و پیاس میں اس اطمینان سے حملہ کرتے تھے۔ کہ
بیرحم دشمن کے چھکے چھوٹے جاتے تھے اُنکو ہرگز اسکی پرواہ نہ تھی کہ وہ موت پر جاپڑیں۔ یا
موت اُنپر آپڑے وہ عشق الہی میں چور اور بادہ عرفان سے مخمور تھے دشمن بے ایمان
شب عاشور رقص و سرود اور شراب و کباب میں اوقات گذاری کر رہا تھا۔ اور یہ
عبادت الہی کے عاشق بکمال خضوع و خشوع تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ ان
عاشقان ایزدی کے لیئے آنے والی ہولناک صبح عروس نازنین سے زیادہ دلکش ہو
رہی تھی آخری شب سے خون میں نہانے اور سر کٹانے کے مشتاق بنے بیٹھے تھے۔ جسقدر
سر کٹنے میں تاخیر ہوتی تھی اُسی قدر اُن کے نورانی چہروں پر حزن و ملال کے آثار نمایاں
ہوتے جاتے تھے اور جسقدر موت کا وقت قریب ہوتا جاتا تھا اُسی قدر کملائے چہروں کا
رنگ نکھرتا جاتا تھا وہ راہ حق میں سر دینے کو حیات ابدی اور زیست سرمدی سمجھے والے
تھے۔ اُن کو ملک کی طمع دامنگیر تھی نہ مال و متاع کی نہ وہ جاہ و منصب کے شیدائی
تھے نہ عیش و راحت کے بلکہ جس درد نے اُن کو آوارہ وطن کر کے جنگلوں اور پہاڑوں
کی خاک چھنوائی تھی اور احباب و انصار سے دائمی مفارقت پر آمادہ کیا تھا وہ محض
دین نبیؐ کی ہمدردی اور ناموس الہی کا تحفظ تھا۔ جس غم نے اُن کی گردنوں سے ظالموں
کے خنجروں کو ملوایا اور گوسفندان قربانی کی طرح ذبح کرایا۔ وہ بدعات کا انسداد
اور فسق و فجور کا دائرہ اسلام سے اخراج تھا اُنکی قابل تاسی۔ غیر تیں اور لائق تقلید
حمیتیں اس بات کو گوارا نہ کر سکیں کہ یزید جیسا فاسق و فاجر شخص شریعت اسلام
کا ہادی و رہنما بنکر عام مسلمانوں کو اپنے نشان قدم پر چلائے اور اپنے ذاتی اقتدار
کو کام میں لاکر حلال محمدی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال قرار دے۔ وہ رسولؐ کے
زمانے دیکھے ہوئے تھے احکام الہی کی وقعت کو جانتے تھے دین کی عظمت کو پہچانتے

تھے۔ اُن سے نہ ہو سکتا تھا کہ ایک بیدین بدکار اور دشمن اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرکے اسلام کی گردن پر اُلٹی چھری پھیر دیں اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اُس کی وجاحت کا خاتمہ کر دیں۔ اِن میں سے ہر ایک خواہ بچہ ہو یا جوان۔ صغیر ہو یا کبیر یہ حتمی وادعائی فیصلہ کرکے کربلا میں آیا تھا کہ جب تک خون کا آخری قطرہ بدن میں رہے گا نصرت حق سے منہ نہ موڑیں گے۔ الغرض جو اِن عالی ہمتوں کے نیک ارادے میں شریک ہوئے۔ وہ روز عاشورہ صبح سے عصر تک باری باری جام شہادت نوش کرتے ہوئے اور بدنوں میں خونیں خلعت پہنے ہوئے حاضر ہو گئے۔ یہ مانا۔ کہ ظالموں نے اُن کے وجود سے بہت جلد دنیا کو خالی کر دیا۔ لیکن اُن کے روحانی اثرات اور باطنی کمالات کو نہ آج تک لیل ونہار کی گردش مٹا سکی۔ اور نہ قیامت تک مٹا سکے۔ اُسی کا تو یہ اثر ہے۔ کہ اِدھر ہلال محرم نمودار ہوا۔ اُدھر ہر مرد و زن عزاداروں کی صورت میں نظر آنے لگا۔ گھر گھر مجالس ہونے لگیں۔ جا بجا سے نوحہ وماتم کی آواز آنے لگی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ جسکو دیکھو دنیا کے تمام کام بھلائے حسینِ مظلوم کی عزاداری میں حصہ لے رہا ہے۔ لیکن دوستو جہاں حسینؑ کے سچے دوست اور حقیقی شیدائی ہیں۔ وہاں ایسے دشمن بھی اب تک پائے جاتے ہیں جو یکم محرّم سے اس دھن میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ کسی طرح حسینؑ کی عزاداری صفحۂ عالم سے نیست ونابود ہو جائے۔ اور کوئی حسینؑ کا نام لینے والا دنیا میں باقی نہ رہے۔ وہ اپنی منشا کو پورا کرنے کے لیے کبھی رسالوں اور اخباروں میں مضامین لکھتے ہیں۔ کبھی مسجدوں اور عام مجلسوں میں وعظ کرتے ہیں۔ کبھی پرائیویٹ صحبتوں میں یار و احباب کو سمجھاتے ہیں۔ بغرض کہ دس روز اسی شان سے گذر جاتے ہیں۔ چونکہ اُنکی چرب زبانی اور دراز لسانی سے عوام الناس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اکثر عزاداری کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے اس مختصر سے رسالہ میں اُن تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب ایک مکالمہ کی صورت میں درج کر دیں۔ جو عام طور عزاداری کے متعلق کیے جاتے ہیں۔ تاکہ محبانِ آلِ رسولؐ اور

عزاداران حسینؑ مظلوم ان سے پوری طرح واقفیت حاصل کرکے ایسے لوگوں کے دامِ فریب میں نہ آئیں۔ اور شیطانی وساوس سے کنارہ کش رہ کر ثواب دارین کو ہاتھ سے نہ دیں۔ وباللہ التوفیق وبہ نستعین۔

روزِ عاشورہ یوم غم ہے نہ یوم سرور

محسن علی۔ آہا کریم آج تم کہاں۔ اب تو کبھی مہینوں بھی تمہاری صورت نظر نہیں آتی۔

کریم۔ ہاں بھئی کیا بتاؤں۔ دنیوی جھگڑوں نے ایسا شکنجہ میں دبا لیا ہے کہ ہل نہیں سکتے کئی روز سے برابر آپکی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد تھا۔ مگر کوئی نہ کوئی مانع نکلتا ہی آیا۔ آج خدا خدا کرکے آنا ملا۔

محسن۔ خیر ہے۔ کیسے تکلیف کی۔

کریم۔ ہفتہ کے روز شام کے وقت میرے لڑکے کا عقد ہے۔ آپ ضرور ضرور تشریف لائیے شام کو ماحضر بھی وہیں تناول فرمائیے۔

محسن۔ ایں ہفتہ کو کیا قیامت آگئی۔ وہ تو عاشورہ کا دن ہوگا۔

کریم۔ ارے بھئی ان باتوں کو چھوڑو۔ اب تیرہ سو برس کا رونا کہاں تک روئے جاؤگے اس کے علاوہ عاشور کا دن تو خوشی کا دن ہے نہ کہ غم کا۔ آپ حضرات نے خواہ مخواہ ایک عید کو واقعہ کربلا کی وجہ سے یوم غم بنا رکھا ہے۔

محسن۔ بھئی خواہ مخواہ بنا لینے کی بھی ایک ہی کہی۔ کیا وہ دراصل یوم غم نہیں ہے۔

کریم۔ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اگر تم کو میرے اس خیال سے مخالفت ہے۔ تو اپنے قول کی تائید میں کسی عالم کا قول پیش کرو۔ مگر یہ ملحوظ رہے۔ کہ میں حضرات شیعہ کے قول کو اس بارہ میں تسلیم نہ کرونگا

محسن۔ ہاں ہاں میں آپ ہی کے علماء کے اقوال سے اسکو یوم غم ثابت کردونگا۔ سنئے۔ علامہ

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں جو کچھ اُسکی بابت تحریر فرماتے ہیں۔ وہ میرے قول کا مصدق ہے۔ میرے پاس صواعق محرقہ کا فارسی ترجمہ موجود ہے۔ یہ عبارت اُسکی ملاحظہ فرمایئے۔

چہارم آنکہ انچہ در روز عاشورہ بحسین ابن علی رضی اللہ عنہما رسید چنانچہ تفصیل آن بعد ازین خواہد آمد نبود مگر شہادتے کہ دال است بر مزید مرتبت و رفعت درجہ آنحضرت نزد پروردگار و الحاق وے بدرجۂ آبا و اہلبیت مطہر خود پس باید کہ اگر کسے آن روز مصیبت را دریابد سزاوار است کہ در آن روز مشغول نشود۔ مگر بصوم و طاعات و عبادات و استرجاع بنا بر امتثال و اطاعت امر الٰہی تا مترتب شود بر آن مغفرت و رحمت نامتناہی۔

چوتھے یہ کہ روز عاشورہ جو شہادت حسینؑ ابن علیؑ کی ہوئی۔ وہ دلالت کرتی ہے آنحضرت کے اسم رتبہ اور درجۂ بلند پر جو پیش خدا آپ کو حاصل ہے۔ اور اس بات پر کہ آپ اپنے آبا و اہلبیت طاہرین کے درجہ میں ہیں پس جو شخص اس روز مصیبت کو پائے اس کو سزاوار ہے کہ اس دن سوائے روزہ اور عبادت خدا اور کوئی کام انجام نہ دے۔ تاکہ اس کو بخشش اور رحمت خدا حاصل ہو۔

بھئی کریم! اس میں فقرہ "اگر کسے آن روز مصیبت را دریابد" صاف اسکی دلیل ہے کہ روز عاشورہ یوم غم ہے۔ نہ یوم سرور۔ اچھا اب اسکے بعد علامہ سبط ابن جوزی کا یہ رسالہ مولد النبی بھی ملاحظہ کرو۔ اور اس عبارت کو ذرا غور سے پڑھو۔

وقد بسط الکلام فی ترغیب مولد النبی صلعم فلا زال اهل الحرمین الشریفین و المصر و الیمن و الشام و سائر بلاد العرب من المشرق و المغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی (صلعم) ولیفرحون لقدوم ھلال ربیع الاول ولیغتسلون ویلبسون

مولد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کی ترغیب میں کلام بہت طولانی ہے۔ ہمیشہ سے مکہ و مدینہ و مصر و یمن و شام اور تمام شرقی و مغربی عرب والے میلادِ نبی کی مجلس کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ربیع الاول کے ہلال کی آمد سے خوش ہوتے ہیں۔ اور غسل

بالثیاب الفاخرۃ ویتزینون بانواع الزینۃ ویطیبون ویکتحلون ویاتون بالسرور فی ھذہ الایام یبذلون علی الناس بما کان عندھم من المضروب والاجناس ویھتمون اھتماماً بلیغاً علی السماع والقراءۃ لمولد النبی صلعم وینالون بذلک اجراً جزیلاً و فوزاً عظیماً۔	کرتے ہیں۔ اور لباس فاخرہ پہنتے ہیں اور طرح طرح سے زینت کرتے ہیں۔ خوشبوئیں لگاتے ہیں سرمہ لگاتے ہیں۔ اور خوشی مناتے ہیں۔ اور ان ایام میں سکہ اور جنس کو لوگوں پر خرچ کرتے ہیں اور حال ولادت نبی کو سنتے اور پڑھتے ہیں۔ پورا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس کے صلہ میں وہ خدا سے بڑا ثواب پاتے ہیں۔

ایسا ہی مضمون فتح المبین شرح الاربعین میں امام نووی نے لکھا ہے۔

کریم۔ مگر میں اس عبارت سے قطعی نہیں سمجھا۔ کہ تم نے اپنے مدعا پر کیا دلیل پیش کی۔

محسن۔ ارے میاں صاف ظاہر ہے کہ ماہ ربیع الاوّل میں مولد نبیؐ کی مجالس کرنا باعث خیر و برکت ہے۔ پس کیا وجہ کہ یوم سرور کو خوشی کرنا تو باعث برکت ہو اور یوم غم میں غم منانا باعث برکت نہو۔ اس طرح مولد نبیؐ کی یادگار میں مجالس کرنا تو ثواب رہے۔ اور مقتل سبط نبیؐ کی یادگار میں مجالس کرنا جائز نہو۔ عقل سلیم بتاتی ہے کہ جس طرح خوشی کے دن خوشی کرنا شعار اسلام اور باعث ثواب ہے۔ اسی طرح غم کے دن غم کرنا بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ غضب خدا کا کربلا میں تمام خاندان رسولؐ کٹ جائے۔ گھر کے گھر برباد ہو جائیں اور مسلمان اسکو یوم خوشی و سرور قرار دیں کیا تمہارے رسولؐ قتل حسینؑ سے شاد ہوئے ہونگے۔ جو تم اس کو خوشی کا دن سمجھتے ہو۔ کیا حسینؑ تمہارے نبی کے نواسہ نہ تھے۔ جو تم ان کے قتل پر اظہار افسوس کرنے کے لیئے تیار نہیں۔ کیا حسینؑ کی خدمات دینی خدمات نہ تھیں۔ جو تم ان کے غم میں حصہ لینا نہیں چاہتے۔ کیا وہ ایسا معمولی واقعہ تھا۔ کہ اسکو نظر انداز کر کے ہم عاشورہ کو بدستور عید ہی سمجھے جائیں۔ کیوں بھائی کریم! سچ کہنا اگر عید کے دن تمہارے گھر کوئی موت ہو جائے۔ تو کیا تم اس روز عید مناؤ گے۔ کیا اسی طرح

خوشی کرو گے۔ جیسی پہلے کیا کرتے تھے۔ کیا سال دو سال وہ عید تم کو محزون و مغموم نہ بنائے گی۔ کیا اُسدن تم کو اپنا متوفی عزیز یاد نہ آئے گا؟ بولو میرے عزیز دوست اسکا جواب دو۔
کریم۔ ضرور یاد آئے گا۔
محسن۔ پس جب معمولی واقعات کئی کئی سال ہماری عیدوں کی خوشیاں خاک میں ملا دیتے ہیں۔ تو کیا پیغمبر اسلام کے نواسہ کا واقعہ اتنی اہمیت بھی نہیں رکھتا۔ کہ ہم اُس عید کو اپنی عیدوں کی فہرست سے خارج کر دیں۔ اور ہمیشہ اُسدن غم منایا کریں۔

۲۔ تعزیہ داری کا جواز

کریم۔ اچھا یہ بات تو مان لی۔ کہ روز عاشورہ یوم غم ہے۔ لیکن یہ جو تعزیہ وغیرہ نکالا جاتا ہے۔ اسکا جواز کہاں سے ثابت ہے۔ بھئی برا نہ ماننا۔ یہ تو کھلی ہوئی بدعت ہے کیونکہ جو بات زمانہ رسول میں نہ ہو اور بعد میں کی جائے تو وہ بدعت ہے اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔
محسن۔ بھئی کریم تمہارا یہ خیال صحیح نہیں۔ کہ جو بات عہد رسولؐ میں نہ تھی۔ اور بعد کو ہوئی وہ گمراہی و ضلالت ہے۔ کیونکہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ پس ہر بدعت سیئہ تو ضرور ضلالت ہے۔ لیکن بدعت حسنہ کے متعلق آپ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ آپ کو بہت سی باتوں سے دست کش ہونا پڑ جائے گا۔ تعزیہ بنانا اسلیے مباح ہے۔ کہ اُس کی عدم اباحت کے متعلق کوئی حدیث نہیں۔ اور جب تک کسی چیز کی ممانعت شارع علیہ السلام سے وارد نہ ہو۔ تو مباح ہی سمجھی جاتی ہے۔
کریم۔ یہ کون کہتا ہے؟
محسن۔ یہ بحر الرائق اور ہدایہ دو تو کتابیں آپ کے یہاں کی موجود ہیں ان میں ملاحظہ فرمائیے۔ پس اگر آپ تعزیہ داری کی ممانعت مجھے کسی حدیثِ رسولؐ سے ثابت کر دیں

تو میں آپ کے قول کو تسلیم کر لوں۔ رہا آپ کا یہ کہنا۔ کہ عہد رسولؐ میں چونکہ ایسا نہیں
ہوا لہذا بدعت ہے۔ تو اس صورت میں آپ بہت سی بدعتوں پر عمل پیرا ہیں۔ دیکھئے
رسالہ ازالۃ الاوہام میں مولوی عبدالواحد خان نے جو مولوی عبدالعلی بحرالعلوم کے
پوتے تھے۔ یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ عہد صحابہ وتابعین میں کتاب اللہ پر اعراب نہ تھے بعد
میں لگائے گئے۔ اور اسپر اجماع ہو گیا۔ اسی طرح احادیث وتفاسیر وفقہیات کو بعد
رسولؐ جمع کیا گیا۔ خانہ کعبہ میں چار مصلے بنائے گئے۔ ذکر میلاد نبوی کی مجالس کا اختراع
ہوا۔ پس آیا یہ سب باتیں آپ کے نزدیک بدعت ہیں۔ تو تعزیہ داری بھی بدعت ہے
اور اگر یہ بھی نہیں۔ تو وہ بھی نہیں۔ دیکھئے اگر تعزیہ داری جائز نہ ہوتی۔ تو متشرع
سلاطین اسلام مثلاً جلال الدین اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ اور اورنگ زیب عالمگیر
وغیرہ کبھی ہرگز اپنے ملکوں میں اس رسم کو جاری نہ ہونے دیتے۔ ان سلاطین کے
احوال پڑھیئے۔ تو معلوم ہو کہ مراسم تعزیہ داری اُن کے وقتوں میں کس خوبی سے انجام
دی جاتی تھیں۔ کیا اُسوقت علماء موجود نہ تھے؟ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم
شاہجہاں بہت بڑے عالم متبحر تھے۔ قاضی القضاۃ سعد خاں کلاں اور قاضی القضاۃ
سعد خاں خورد جو سب کے سب حنفی المذہب اور اپنے اعتقاد کے بڑے پکے تھے اگر
تعزیہ کو بدعت سیئہ سمجھتے۔ تو ضرور سلاطین کے حضور میں عرض کر کے تمامی ممالک میں
اسکو موقوف کرا دیتے۔ بلکہ اپنے ذاتی اختیار سے روک دیتے۔ کیونکہ یہ لوگ بڑے
صاحب رسوخ اور با اثر تھے۔ لیکن اُنھوں نے کبھی ایسا نہ کیا۔ اور مراسم عزا کو برابر
جاری رکھا۔ چنانچہ اُسوقت سے اب تک جاری ہے۔ پس ایسی صورت میں باجماع اُمت
بھی اُس کی اباحت ثابت ہو گئی۔ اور تواتر بھی حاصل ہو گیا۔ کیا آپ اس حدیث سے انکار
کرتے ہیں۔ لن یجتمع امتی علی الضلالۃ (میری اُمت ہرگز ضلالت پر جمع نہ ہوگی)
پس جس چیز پر اُمت کا اجماع واتفاق ہو جائے۔ وہ سراسر حق ہے۔ ایسی صورت میں اگر

کوئی شخص انکار کرے اور مراسم عزا کو خلاف شرع اور مکروہ جانے۔ تو وہ یقیناً اجماع اُمت کا مخالف اور تواتر کا منکر ہوگا۔ اور یہ بات بموجب اُصول فقہ نہایت ممنوع ہے۔

کریم۔ یہ بھی یہ سب کچھ سہی۔ لیکن اس صاف وصریح حدیث کے متعلق آپ کیا کہئے گا من زار قبرا بلا میت او بلا مقبود فقد اثم او کفر (جس نے بلا میت والی قبر کی زیارت کی اُسنے گناہ کیا۔ یا کفر کیا) اس سے تو صاف تعزیہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

محسن۔ برادر اوّل تو مجھے اس حدیث کی صحت ہی میں کلام ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ دوسرے راوی حدیث مجہول ہے۔ تیسرے الفاظ حدیث میں بھی اختلاف ہے۔ اور ایسی حدیث محلِ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اگر بالفرض ہم اسکو صحیح بھی مان لیں۔ تو بھی اَحاد سے ہے۔ اور بقاعدہ اُصول تواتر و اجماع اُمت کسی خبر اَحاد سے باطل نہیں ہوتا۔ ان سب باتوں کے علاوہ تعزیہ اور قبر بلا میت کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ نے ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے کر لیا قبر بلا میت سے مراد وہ قبور ہیں جو عوام کالانعام حضرت ادریسؑ و عیسیٰؑ و خضرؑ و الیاسؑ وغیرہ انبیاء سے جو بحکم خدا زندہ ہیں۔ نامزد کر کے زیارت گاہ بنا لیتے ہیں یا یہ کہ کوئی شخص ایک قبر کی صورت بنا کر یہ ظاہر کرے۔ کہ اس میں فلاں شخص دفن ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ پس اس قسم کی سب قبریں بلا مقبور محلی ہونگی۔ تعزیہ کے متعلق تو یہ صورت اُسوقت قائم ہو سکتی ہے۔ جب کوئی شخص معاذاللہ یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ کہ جسم اقدس جناب سیّد الشہدا علیہ السلام تعزیہ میں مدفون ہے۔ نہ کہ کربلا میں۔ لیکن ایسا خیال کسی ایک فرد کا بھی نہیں۔ پس یہ نقل قبر ہوگا نہ قبر بلا مقبور اور نقل قبر جائز ہے۔ خلاف حکم پیغمبر وہ امر ہو سکتا ہے۔ جسکو حضرت نے منع فرمایا ہو

اور پھر عمل میں لایا جائے۔ مروّجہ تعزیہ داری کو چونکہ آنحضرت نے منع نہیں فرمایا لہٰذا وہ جایز ہے۔ تعزیہ داری کی علت غائی گریہ وبکا، بیان ظلم یزیدؔ اور اظہار شجاعت شہدا ہے۔ اور بموجب حدیث ثقلین جسکو اصحاب حدیث وفقہ نے بہت معتبر ومستند جانا ہے۔ اور ترمذی نے اسکی روایت کی ہے۔ کتاب اللہ اور عترت نبیؐ بزرگی اور ایفائے حقوق میں دو نو برابر ہیں۔ اور میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں۔ کہ عہد صحابہ وتابعین میں کتاب اللہ بدون اعراب تھی۔ بعد میں اعراب لگائے گئے۔ اور اُسپر اُمت کا اجماع ہوا۔ اور تواتر حاصل ہو گیا۔ پس تعزیہ امام بھی جو باجماع اُمت مروّج ہے۔ اعراب کلام اللہ کی برابر ہے۔ اگر کوئی شخص کلام اللہ اور عترت کی اہانت وبے ادبی کرے۔ یا اعراب کلام اللہ یا تعزیہ حسینؑ کے ساتھ بے ادبی سے پیش آئے۔ تو وہ یقیناً حقوق قرآن وعترت کا تارک ہو گا۔ اور یہ دو نو روز قیامت حوض کوثر پر اُسکے شاکی ہونگے۔

کریم۔ اچھا میں نے مانا کہ تعزیہ نقل قبر مبارک ہے۔ لیکن نقل قبر کا جواز بھی تو ثابت کیجیے۔ اسکے علاوہ آپ صاحبان جو اُسکو بوسہ دیتے ہیں تو یہ تو کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔ کوئی دیندار آدمی اُسکو کیسے جایز سمجھ سکتا ہے۔

محسن۔ میں ابھی آپ پر آپ ہی کی کتابوں سے ثابت کیے دیتا ہوں کہ نقل قبور مباح ہے۔ اور اُن پر بوسہ دینا جایز۔

دیکھیے کفایہ شعبی وفتاوائے غرائب عالمگیری ومطالب المومنین وخزانۃ الروایہ وغیرہ کتابوں میں یہ روایت باختلاف الفاظ درج ہے۔

لا باس بتقبیل قبر والدیہ لان رجلا جاء الی النبی صلعم فقال یا رسول اللہ انی خلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ وجبہتہا	والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی مضایقہ نہیں۔ کیونکہ ایک شخص نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں نے قسم کھائی

حور العین فامران یقبل رجل الاب و جبہتہ الام قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لم یکن جبین فقال قبل قبرھما قال فان لم یکن اعرف قبرھما قال خط خطین انو احدھما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلھما۔

ہے کہ دروازہ جنت کی چوکھٹ اور حور العین کی پیشانی کو بوسہ دو نگا ریں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا باپ کا پاؤں اور ماں کی پیشانی چوم لے۔ اُس نے کہا اگر میرے والدین زندہ نہوں۔ تو فرمایا۔ اُن کی قبروں پر بوسہ دے لینا۔ کہا اگر اُنکی قبریں معلوم نہوں۔ تب۔ فرمایا دو خط کھینچنا ان میں سے ایک کو باپ کی قبر سمجھنا اور دوسرے کو ماں کی۔ اور دونو کو بوسہ دے لینا اب فرمایئے آپ تعزیہ کا بنانا اور اُسکا بوسہ دینا کیوں ناجائز سمجھتے ہیں۔

امام حسین ؑ کے غم میں رونا سنت پیغمبر خدا و علی مرتضیٰ ہے

کریم۔ بھائی صاحب کوئی ایک بات ہو۔ تو میں بیان کروں۔ اس عزاداری میں تو بے شمار باتیں قابل اجتناب ہیں۔ اچھا میں نے مانا کہ تعزیہ نقل قبر حسین ؑ ہے۔ اور تعظیماً اُسکو بوسہ دینا بھی جائز ہے۔ لیکن یہ گریہ و بکا کیسی۔ یہ تو کھُلم کھُلا بے صبری کی نشانی اور حماقت کی دلیل ہے۔ بھلا اسکے جواز کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔

محسن۔ بھائی صاحب کیا تم مُردوں پر بکا کرنے کو خلاف شرع جانتے ہو۔ حالانکہ یہ سنت پیغمبر خدا اور سنت علی مرتضیٰ ہے۔ دیکھو صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر کی تحریر فرماتے ہیں۔

اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی رضی اللہ عنہ بکربلا عند مسیرہ الی صفین وحاذی بنینوی وھی قریۃ علی الفرات فوقف وسأل

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے۔ کہ جب علی صفین کو جا رہے تھے۔ تو آپ کا گزر کربلا میں ہوا۔ جو مقابل ہے نینوا کے اور وہ

عن اسمہ ھذہ الارض فبکی حتی بل الارض من دموعہ وقال دخلت علی رسول اللہ وھو یبکی فقلت ما یبکیک فقال جاء عندی جبرئیل انفا واخبرلی ان ولدی الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال لہ الکربلا ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب شممنی ایاھا فلم املک عینی ان فاضا

ایک گاؤں ہے فرات پر۔ پس حضرت وہاں رُکے۔ اور اُس زمین کا نام پوچھا جب کربلا نام معلوم ہوا۔ تو رونے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ اور یہ فرمایا۔ کہ میں ایک روز رسول اللہ کے پاس گیا۔

تو دیکھا حضرت رو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے۔ اور یہ خبر دی کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے اُس جگہ قتل کیا جائیگا جس کا نام کربلا ہے۔ پھر جبرئیل نے ایک مٹھی خاک لیکر مجھے سنگھائی۔ پس میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔

محدث دہلوی اپنی کتاب سر الشہادتین میں حسب ذیل حدیث فرماتے ہیں۔

اخرج الحاکم والبیہقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ یوما بالحسین فوضعتہ فی حجرہ ثم حانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھرقان من الدموع فقال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی ھذا واتانی بتربۃ من تربۃ حمراء

یعنی ام الفضل کا بیان ہے۔ کہ میں ایکدن حسینؑ کو لیکر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے اُس بچہ کو اُنکی گود میں دیدیا حضرت انہیں لیکر رونے لگے اور فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری اُمت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ پھر مجھے تھوڑی سی مٹی وہاں کی دی۔ جو سُرخ تھی۔

ان دونوں روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حسینؑ کے غم میں رونا تاسّی رسولؐ و علی مرتضیٰ ہے۔ چونکہ تعزیہ داری باعث گریہ و بکا ہے۔ اور ہر امر مباح کہ متوقف علیہ عبادت ہو وہ بھی عبادت ہے۔ جیسا کہ محدث دہلوی نے ترجمہ مشکواۃ میں اسکو ظاہر بھی فرمادیا ہے

پس با حسن وجوہ ثابت ہوگیا۔ کہ تعزیہ داری میں ثواب اُخروی ہے۔

محدث جمال الدین روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں۔

آنچہ مجرب شدہ از برکات تمثال نقل قبر شریف پیغمبر خدا صلعم آن ست کہ ہر کہ آنرا دائم باخود دارد۔ اورا در میان خلق قبول تمام باشد والبتہ پیغمبر را زیارت کند وہر کس آنحضرت را در خواب بیند فقد راٰہ حقاً وایں تمثال شریف در ہر لشکر کہ باشد نگریزد۔ ودر ہر قافلہ کہ باشد غارت نیاید ودر ہر متاع کہ باشد دزد براں دست نیابد ودر ہر کشتی کہ باشد غرق نشود وتوسل نجوید بصاحب آن صلعم در ہیچ حاجتے الا آنکہ گزاردہ شود در ہیچ صعبے الا آنکہ فرح حاصل شود۔

پیغمبر خدا کی قبر شریف کی نقل کے متعلق یہ تجربہ ہے۔ کہ جو اس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا وہ درمیان خلق مقبول ہوگا۔ اور البتہ پیغمبر کی زیارت کریگا اور جس شخص نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا گویا واقعی اُن کو دیکھا۔ اور یہ تمثال شریف جس لشکر میں ہو وہ نہ بھاگے گا اور جس قافلہ میں ہو وہ نہ لوٹا جائے گا۔ اور جس مال میں ہو وہ نہ چرایا جائیگا۔ اور جس کشتی میں ہو وہ غرق نہ ہوگی اور جو کسی حاجت میں صاحب قبر (یعنی جناب رسولخدا) سے توسل نہ رکھے گا۔ اُسکی حاجت پوری ہوگی۔ اور مشکل آسان ہوگی۔

پس یار عزیز غور تو کرو۔ قبر رسول کی نقل پاس رکھنے میں تو یہ یہ برکات ہوں اور حسینؑ کی قبر کی نقل کے متعلق جواز و عدم جواز کی بحث چھیڑی جائے۔ کسقدر غضب کی بات ہے۔ کیا حسینؑ اور جناب رسولؐ خدا جدا جدا ہیں۔ کیا آپ کو حدیث حسینؑ منی وانا من الحسین (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے) یاد نہیں۔

کریم۔ اچھا اب وقت زیادہ گزر گیا۔ اور میں اس بحث کے لیے کچھ تیار بھی نہ تھا۔ لہذا اسوقت تو اسے ختم کیجئے۔ انشاءاللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بقیہ امور کے متعلق بھی تبادلہ خیالات کرونگا۔

محسن۔ بہت اچھا۔ میں کل صبح سے آپ کا منتظر رہوں گا۔ ضرور ضرور تشریف لائیے۔

دوسری صحبت

تعزیہ داری اور تعزیہ کو بوسہ دینے کا جواز

کریم۔ ہاں بھئی محسن کل جو کچھ آپ نے جواز تعزیہ داری کے متعلق فرمایا تھا۔ میری اس سے تسکین نہیں ہوئی۔ بھئی مجھے تو یہ بتاؤ کہ خدا و رسولؐ نے اس کے متعلق کہاں حکم دیا ہے۔

محسن۔ میں پہلے عرض کر چکا۔ کہ قرآن شریف بعد رسولؐ مترب ہوا ہے۔ پس آیا یہ حکم خدا و رسولؐ سے تھا۔ یا بغیر حکم خدا و رسولؐ۔ اگر حکم خدا و رسولؐ سے تھا۔ تو اُس کی دلیل بیان فرمایئے۔ اور اگر ایسا نہیں تھا۔ تو پھر جو جواب آپ کا ہے۔ وہی میرا ہو گا۔ اچھا بھائی ذرا اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ نماز تراویح عہد رسولؐ میں نہ پڑھی جاتی تھی۔ آپ کے پیشواؤں نے اُسے ایجاد کر کے اُسکو نعم البدعت یعنی اچھی بدعت فرمایا ہے جیسا کہ صاحب نہایہ نے تحریر فرمایا ہے۔ پس یہ فرمایئے یہ بدعت کیوں نعم البدعت ہے اور تعزیہ داری کیوں بدعت سئیہ ہے۔ حالانکہ دونو باتیں عہد رسولؐ میں نہ تھیں

کریم۔ بیشک اب میں مان گیا۔ اچھا یہ بوسہ دینا کیونکر جائز ہوا۔

محسن۔ صاحب رسالہ غایۃ المرام صفحہ ۹۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ روٹی کو بوسہ دینا زمان فیض نشان رسالت میں مروج تھا۔ یا نہیں۔ اگر مروج نہ تھا۔ تو اُس زمانہ میں بوسہ دینے والے، ماخوذ و گنہگار ہیں یا نہیں۔ جواب زمان سرور دوجہاں میں رواج اسکا ہرگز نہ تھا۔ لیکن یہ لوگ جو بوسہ دیتے ہیں گنہگار نہیں ہوتے۔ بلکہ بعضے علماء کے نزدیک ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ صاحب درالمختار نے تحریر فرمایا ہے۔ تقبیل الخبز جوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ

(فرقہ شافعیہ نے روٹی کو بوسہ دینا جائز سمجھا ہے۔ بیشک وہ بدعت مباح ہے اور بعض کے نزدیک بدعت حسن ہے) اس فتوی سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ روٹی کو بوسہ دینا عہد جناب سرور انبیا میں مروج نہ تھا۔ لیکن بعد میں اسکو جائز کر لیا گیا اور اسکو بدعت حسن یا بدعت مباح فرمایا گیا۔ پس خدا کے لیئے یہ فرمایئے۔ کہ آخر تعزیہ نے ایسا کیا قصور کیا ہے۔ کہ اسکو بدعت حسن نہ قرار دیا جائے۔ اور اسکا تعظیماً بوسہ دینا جائز نہ ہو۔

اچھا اب ذرا بدعت کی دو قسموں کے متعلق بھی سُن لیجئے۔

قال النووی فی فتح المبین قال الشافعیؒ ما احدث وخالف کتابا او سنة او اجماعًا فھو البدعة الضلالة وما احدث من الخیر ولم یخالف شیئا من ذلک فھو البدعة المحمودة۔

امام نووی نے فتح المبین میں لکھا ہے۔ کہ فرمایا امام شافعی نے کہ جو کوئی امر خلاف کتاب وسنّت واجماع حادث ہو۔ وہ بدعت الضلالت ہے۔ اور جو اُن کے مخالف نہ ہو۔ اور نیکی پر مبنی ہو۔ وہ بدعت محمودہ ہے

اس سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ہر بدعت ضلالت نہیں ہے۔ پس چونکہ تعزیہ داری کتاب وسنّت واجماع تینوں میں سے کسی ایک کے بھی خلاف نہیں۔ لہذا اسکو بدعت محمود کہنے میں آپ کو کیوں تامّل ہے۔

کریم۔ بھائی صاحب تعزیہ کا بنانا ایسی صورت میں کب صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ مجسّم تصاویر بنانے کی ممانعت ہے۔

محسن۔ برادر تم نے غور نہیں کیا۔ ورنہ تم ایسا لغو اور نامعقول اعتراض کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ ذی روح کا مجسمہ بنانا جائز نہیں۔ نہ کہ غیر ذی روح کا۔ شارح مشارق الانوار فرماتے ہیں۔

ھکذا رخص فی تصویر لا روح لہ مثل الاشجار ونحوھا (یعنی روح کی

تصویر بنانا جایز ہے۔ جیسے درخت وغیرہ) صاحب مشکوٰۃ نے بھی بروایت ابن عباس اسکا جواز ثابت کیا ہے۔ اور بخاری نے بھی اسکی روایت کی ہے۔ پھر فرمایئے تعزیہ کا بنانا کیوں ناجائز ہوا۔ کیونکہ یہ بھی تو ایک بے جان کی یعنی قبر حسینؑ کی نقل ہے۔

کریم۔ بھئی برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔

محسن۔ ضرور فرمایئے۔ برا ماننا کیا۔

کریم۔ یہ میں نے مان لیا۔ کہ یہ تعزیہ بنانا جایز ہے۔ لیکن کسی نقل کے ساتھ اصل کا سا عمل کرنا تو کھلی ہوئی حماقت معلوم ہوتی ہے۔ کون عقلمند اس کو پسند کرے گا۔ کہ گھوڑے کی تصویر بنا کر اُس کے آگے گھاس دانہ ڈالے۔ یا اُس کے پٹھوں پر پیار سے ہاتھ پھیرے۔ آپ لوگ کاٹ کے تعزیہ کی وہی تعظیم کرتے ہیں۔ جو اصل قبر حسینؑ کی کرنی چاہیئے۔

محسن۔ اسکا جواب تو پہلے گزر چکا۔ میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ آنحضرت نے ایک شخص کو ماں باپ کی قبروں کا نشان بنا کر اُسکے چومنے کا حکم دیا تھا۔ کیا وہ نقل کی تعظیم مثل اصل کی تعظیم کے نہ تھی۔ اگر آپ کو اس حکم رسولؐ پر کچھ اعتراض ہے۔ تو تعزیہ پر بھی اعتراض کیجیئے۔

بھئی اس زمانہ کے مولویوں کا تو عالم ہی نرالا ہے۔ لیکن پہلے زمانہ کے تو تمام علمائے اہلسنت تعزیہ کی تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبد الواحد خاں نبیرہ جناب مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم اپنے رسالۂ ازالۃ الاوہام میں تحریر فرماتے ہیں۔

ازینجانب از ثقات شنیدہ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد قدس سرہٗ و بچشم خود دیدہ کہ حضرت مولانا عبد العلی محمد قدس سرہٗ و مولوی مجید الدین محمد عرف مولوی مدن مرحوم و مولوی	معتبر لوگوں سے سنا ہے۔ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد۔ اور بچشم خود دیکھا ہے۔ کہ حضرت مولانا عبد العلی و مولوی مجید الدین محمد عرف مولوی مدن و مولوی انوار الحق و دیگر

انوار الحق و مولوی نور الحق قدس سرہما و دیگر علمائے فرنگی محل و کلکتہ و مدراس وغیرہ ہرگاہ تعزیہ شریف امام مظلوم علیہ السلام را می دیدند استادہ می شدند و ہر دو دست بطرف تعزیہ دراز کردہ از بسیار خضوع و خشوع و عجز و انکسار فاتحہ می خواندند و عند الاستفسار می فرمودند۔ کہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم است زیراکہ تعزیہ شریف موسوم بنام نامی امام مظلوم است۔

علمائے فرنگی محل و کلکتہ و مدراس وغیرہ جس وقت تعزیہ کو دیکھتے تھے۔ تو کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور دونو ہاتھ اُس کی طرف دراز کرکے بڑے خضوع و خشوع و عجز و انکسار سے فاتحہ پڑہتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ یہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم ہے۔ کیونکہ تعزیہ شریف انھیں کی طرف منسوب ہے۔

کریم۔ جب آپ کے خیال کے مطابق تعزیے سے اظہار رنج و ملال مقصود ہے۔ تو پھر یہ اکثر مقامات پر نقاروں، تاشوں، اور نفیریوں کا بجانا کیلا اس سے تو صاف خوشی کا سامان نظر آتا ہے۔

محسن۔ مذہب اہلبیتؑ میں غنا و مزامیر وغیرہ سب حرام ہے۔ لہذا ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اب رہا عوام کا ان باتوں کو عمل میں لانا۔ تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر برا نہ مانو تو ایک بات اور سناؤں۔

کریم۔ ضرور۔

محسن۔ بہئی تمہارے مذہب کی رو سے تو ڈھول تاشہ بجانا جایز ہے۔ صاحب نغمۃ العشاق نے صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ کہ شہدائے بدر پر روتے وقت عورتیں دف بجا بجا کر مرثیہ پڑھتی تھیں۔ پس جب شہدائے بدر کی شہادت کا اعلان دف بجانے سے جایز و مباح قرار پایا۔ تو واقعہ کربلا کا اعلان کیوں ناجایز ہوا۔

کریم۔ بہئی سچی بات تو یہ ہے۔ کہ ہم کو تو اس تعزیہ داری میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

بلکہ وہ عوام کے لیئے ایک کھیل تماشا سا ہو جاتا ہے۔ اگر بالفرض دو چار ہزار کے مجمع میں دو چار آدمیوں کو رونا بھی آگیا یا اُن کا خیال واقعات کربلا کی طرف یا شخصیت امام مظلوم کی جانب چلا بھی گیا تو اس سے فائدہ کیا۔ یہی حال مجالس کا ہے کہ ان سے بھی سوائے گریہ وزاری اور کوئی فائدہ سمجھ میں نہیں آتا۔

محسن:۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ تعزیہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ یقیناً عوام الناس کی گرویدگی اور دلچسپی کا قوی سبب ہے۔ عام سلمانوں کا تو کیا ذکر دیگر ادیان کے لوگ بھی تعزیہ دیکھنے کے لیئے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور چونکہ ایسے جلوس ہمیشہ موثر ہوتے ہیں۔ لہذا ان کے دل میں اول تو شوکت اسلام کا نقش جمتا ہے، پھر امام مظلوم کی شخصیت کا اعزاز قائم ہوتا ہے اسی کے ساتھ دین اسلام کی حقانیت کا اثر پڑتا ہے۔ چونکہ ان کی طبعیتیں ایسے مواقع پر متاثر ہو جاتی ہیں لہذا اکثر تحقیق کا چسکا پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اسلام کی جانب مائل ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ جستجو کریں تو ایک دو نہیں سینکڑوں ہزاروں ہندوؤں کو خلوص کے ساتھ تعزیہ کی تعظیم کرتے ہوئے پائیں گے۔ بہت سے ہندو خود بھی تعزیہ بناتے ہیں، نذر و نیاز بھی کرتے ہیں۔ نام حسینؑ پر سبیل بھی رکھتے ہیں۔ فقرا و مساکین کو بھی ان کے نام پر کھلاتے ہیں۔ غرضکہ اس قسم کی بہت سی باتیں عمل میں لاتے ہیں اگر ان کے دل میں امام مظلوم کی خدمات کی قدر نہ ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے۔ آخر ان کے قلوب میں یہ اثر کیونکر پیدا ہوا۔ محض تعزیہ کی بدولت کیونکہ وہ مجالس میں تو شرکت کرتے نہیں۔ ان کے اثر لینے کا تو صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ بھئی کریم! یاد رکھو اس قسم کے جلوس جذبات عوام پر اثر ڈالنے کے لیئے ہر ایک قوم نکالتی رہی ہے۔ اگر یہ مفید نہ ہوتے اور محض ایک کھیل تماشا ہی ہوتا تو عقلائے روزگار ہرگز اسکو عمل میں نہ لاتے اب رہیں مجلسیں تو ان کے فوائد کا تو ٹھکانہ ہی نہیں۔ عشرہ محرم میں برابر مجلسوں

میں ذکر توحید حضرت رب العزت ہوتا ہے - اثبات نبوت کیا جاتا ہے معجزات انبیاء و مصائب انبیاء و اوصیا اور ظلم کفار و منافقین وغیرہ کا حال بیان کیا جاتا ہے - دوسرے مصائب آئمہ ہدیٰ خصوصًا جناب امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزہ و انصار کو روشنی میں لایا جاتا ہے - ان کے شان دار کیرکٹر کو دکھا کر لوگوں کو اُن کے قدم بقدم چلنے کی ہدایت کی جاتی ہے - ظلم و جور کے بُرے نتائج کا ذکر کیا جاتا ہے - تیسرے بہت سے خیرات و صدقات عمل میں لاتے ہیں - چوتھے ان مخصوص ایام میں بہت سے لوگ افعال بد کے ارتکاب سے اور منہیات و ممنوعات کے بجالانے سے محفوظ و مصئون رہتے ہیں پانچویں انہیں مجلسوں کی وجہ سے عوام کو بہت کچھ مذہبی معلومات ہو جاتی ہے اور ان کے ایمان میں ایک بڑی حدتک رسوخ پیدا ہو جاتا ہے - چھٹے مسلمانوں کا اجتماع شوکت اسلام کو ظاہر کرتا ہے جس سے دوسرے ادیان کے لوگوں پر جمعیت اسلام کا رعب طاری ہوتا ساتویں ان ایام میں اکثر ایسے خوارق عادات امور بھی آجاتے ہیں جن سے بہت سے غیر ادیان کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں -

کریم :- بھئی محسن یہ سب کچھ سہی - لیکن ذرا اس بات پر بھی تو غور کرو کہ اس تعزیہ داری کی بدولت ہر سال کسقدر روپیہ مسلمانوں کا فضول خرچ ہو جاتا ہی کیا اسکو مسلمانوں کی تباہی و بربادی میں کچھ دخل نہیں کیا یہ اسراف کی حد سے خارج ہے -

مُحسن :- یہ ہرگز اسراف نہیں -

کریم :- کیوں ؟

مُحسن :- میں پہلے ثابت کر چکا کہ تعزیہ داری امر مباح اور امور خیر پر مشتمل ہی اور خیر میں اسراف نہیں ہوا کرتا - بھئی غور تو کرو لوگ تو حمایت دین میں جانیں

جانیں تک قربان کر دیتے ہیں اگر ہم حمایت دین اور اجرائے امور خیر میں اپنا مال لُٹا دیں تو کیوں باعث طعن ہے - خوش نصیب ہے وہ صاحب مال جس کا مال امور خیر میں صرف ہو - بھئی کیا غضب کی بات ہے مسلمان ہر سال لاکھوں روپیہ اپنی عیش پرستی ناموری اور جاہ طلبی میں فضول لُٹا دیتے ہیں مگر کوئی لب کشائی نہیں کرتا شادیوں میں موت کی جوت دکھائی جاتی ہے مگر کوئی دم نہیں مارتا - دولہن کی حسرتیں چاندی کے چبوتروں پر نکلتی ہیں مگر کوئی اسراف نہیں کہتا - ہزارہا دنیوی معاملات میں لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا چلا جاتا ہے مگر کسی واعظ یا ہمدرد قوم کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی - لیکن عزاداری میں جو اخراجات ہوتے ہیں ان پر ہر شخص کے کان کھڑے ہوتے ہیں اور چار طرف سے اسراف کے نعرے مارے جاتے ہیں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا سبب عزاداری نہیں بلکہ ناجائز رسم ورواج کی پابندی اور خلاف شرع امور کی بجا آوری اور عیش پسندی و نام ونمود کی دھن ہے -

کریم :- جواز تعزیہ داری کے متعلق اگرچہ آپ نے پہلے بیان فرمایا ہے لیکن ابھی میری کافی تسکین نہیں ہوئی کچھ اسپر اور روشنی ڈالیے

محسن :- بہت خوب اور ثبوت لیجیے صاحب جامع الاصول نے سنن ابو داؤد سے نقل کیا ہے -

عن عائشة قالت قدم رسول الله	یہ روایت حضرت ام المومنین عائشہ سے ہے کہ جب
عن غزوة تبوك او حنين وفي سهوتها ستر	رسول اللہ غزوہ تبوک سے واپس اپنے گھر آئے تو
فهبت ريح فكشفت ناحية الستر	اس وقت ایک پردہ پڑا ہوا تھا ہوا چلی تو پردہ کا
عن بنات عائشة فقال ما هذا	ایک گوشہ اٹھ گیا اور حضرت عائشہ کی
يا عائشة قالت بناتي ورأى فيهن	گڑیاں دکھلائی دیں حضرت نے فرمایا آپ

فرسا لہ جناحان من رقاع فقال
ماھذا الذی اری وسطھن قالت
فرس قال ما ھذا الذی علیہ
قالت جناحان قال ما
للفرسین بجناحین قالت
اما سمعت کان لسلیمان (ع)
خیلا لھا اجنحۃ قالت فضحک
حتی رأیت نواجذہ

عائشہ یہ کیا ہے کہا میری گڑیاں ہیں حضرت نے
ان کے درمیان ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے بازو
تھے فرمایا یہ کیا ہے۔ کہا گھوڑا ہے فرمایا یہ
اسکے اوپر کیا چیز ہے کہا بازو فرمایا گھوڑے
کو بازو سے کیا کام کہا کیا آپ نے نہیں سنا
کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے بازو رکھتے تھے
یہ سنکر حضرت اتنا ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں
ہو گئے۔

اسی روایت پر غالباً نظر رکھتے ہوئے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں فرمایا ہے کہ "در تصویرات بنات رخصتی ہست"، یعنی گڑیوں کا بنانا جائز ہے۔

اور جمع بین الصحیحین میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے۔

کنت العب بالبنات
عند النبی وکانت
لی صواحب یلعبن معی فکان
رسول اللہ اذا دخل ینقمن
منہ فیسربھن فیلعبن معی

میں رسول اللہ کے گھر میں گڑیاں کھیلا کرتی
تھی اور میرے ساتھ اور لڑکیاں بھی ہوا کرتی تھیں پس
پس جب رسول اللہ آتے تھے تو وہ حجرہ میں
چھپ جاتی تھیں پس حضرت انکو میری طرف بھیجتے
تھے اور میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا گڑیاں بنانا اور کھیلنا نظر رسالت میں مذموم نہ تھا۔ حالانکہ وہ ذی روح کی تصاویر ہوتی تھیں پس ایسی صورت میں آپ تعزیہ کو کیونکر ناجائز قرار دے سکتے ہیں جب کہ وہ غیر ذی روح کی تصویر ہے۔ اور سنئے۔ کتاب دلائل الخیرات میں تصویر بیت اللہ و مدینہ منورہ

والبقیع مع نقل قبور و نقل روضۂ مبارک حضرت رسولخدا اور نقل قبور حضرت ابوبکر و عمر بنا کر یہ عبارت بھی تحریر فرمائی ہے۔ ھذہ صورۃ روضۃ المبارکۃ التی دُفِنَ فیھا رسول اللّٰہ و صاحباہ (یہ تصویر ہے اس روضہ مبارک کی جس میں رسول اللہ اور ان کے دو صحابی مدفون ہیں) اور کتاب مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں ہے کہ قبر شریف کے تصویر بنانے سے یہاں یہ فائدہ ہے کہ جس کو عین روضہ مقدسہ کی زیارت نصیب نہیں ہے وہ اس تصویر کو دیکھے اور از روئے محبت و اشتیاق اسپر بوسہ دے اکثر بزرگوں نے اس شکل مبارک کے بہت سے خواص و برکات ذکر کئے ہیں جو تجربہ میں بھی آتے ہیں۔ اب فرمایئے آپ کو تعزیے کے جواز اور اسکو بوسہ دینے میں کیا تامل ہے۔ کیا تعزیہ ایک قبر کی تصویر نہیں خدا کیلئے بھائی کریم ذرا عقل سے کام لو۔

کریم :۔ یار عزیز جو بات عقل میں نہ آئے دل اُسے کیونکر مانے مجھے رہ رہ کر یہی خیال آتا ہے کہ ہنود جو پتھر کی مورتوں کو پوجتے ہیں تو اس میں اور تعزیہ میں کیا فرق ہے وہ بھی ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں۔ تعزیہ بھی ہمارے ہاتھ کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔

محسن :۔ بھئی کس قدر غضب کی بات ہے کہ تم مورتوں کا قیاس تعزیہ پر کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارا قیاس بالکل غلط ہے کیونکہ مورتیں جانداروں کی تصویر ہوتی ہیں اور تعزیہ بیجان چیز کی تصویر ہے۔ دوسرے وہ مورتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ہم تعزیہ کی تعظیم کرتے ہیں تعظیم اور پرستش میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پرستش تو سوائے خدا کے اور کسی کے لئے زیبا نہیں۔ لیکن تعظیم کا حکم تو صراحتاً پایا جاتا ہے کیا آپ کو آیۂ من یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب (جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم بجا لائے گا تو یہ اسکے تقوی کا نشان ہے) یاد نہیں اور یہ آپکو

معلوم ہو۔ کہ شعائر اللہ جاندار اور بے جان دونو چیزیں ہیں۔ مثلاً صفا و مروہ اور بدنہ (قربانی کا اونٹ) جیسا کہ فرمایا ہے۔ ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ اور فرماتا ہے والبدنۃ من شعائر اللہ۔ پس کیا ان چیزوں کی تعظیم بت پرستی میں داخل ہے۔ اگر یہ بت پرستی نہیں۔ تو پھر تعزیہ کی تعظیم کیوں بت پرستی قرار دی جائے۔ کیا یہ شعائر اسلام سے نہیں ہے مولوی عبدالواحد خاں نبیرہ مولوی عبدالعلی بحرالعلوم کے رسالہ ازالۃ الاوہام کا ملاحظہ فرمایئے۔ کہ انھوں نے تعزیہ حسین کو شعائر اسلام میں سے قرار دیا ہے۔ اگر کسی بیجان چیز کی تعظیم کا حکم ہمکو نہوا ہوتا۔ تو البتہ ہم تعزیہ کی تعظیم کو بت پرستی خیال کر سکتے تھے۔ کیا مسلمانوں کو حجر اسود کے بوسہ دینے کا حکم نہیں ہے۔ پس کیا یہ بوسہ دینا بت پرستی میں داخل ہے۔ اگر نہیں ہی اور یقیناً نہیں ہے۔ تو پھر تعزیہ کو بوسہ دینا کیوں بت پرستی ہوگی۔ اب اور تعظیموں کا حال بھی سن لیجئے۔ قاضی عیاض شفا میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں۔

من اذی اولادی ولم یقم قیاماً فابتلاہ اللہ تعالیٰ ببلاء لادواء لہ	جو میری اولاد کو دیکھے۔ اور کھڑا نہ ہو تو خدا اسکو ایسی بلا میں مبتلا کریگا جسکی کوئی دوا نہ ہوگی

اُس کے علاوہ فتاوائے عالمگیری میں ہے۔

ثم یتوجہ الی قبرہ صلعم فیقف عند راسہ الی قولہ ویضع یدہ الی جدار التربۃ فھو اھیب واعظم للحرمۃ و یقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ کذا فی الاختیار شرح المختار۔	پس چاہیئے کہ آنحضرت صلعم کی قبر کی طرف متوجہ ہو اور حضرت کے سرہانے کھڑا ہو اور قبر کی دیوار پر اپنا ہاتھ نہ رکھے۔ کیونکہ وہ اپنی حرمت کی وجہ سے صاحب ہیبت و عظمت ہے اور اس طرح مودب کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حضرت کی صورت مبارک کو اسطرح ذہن میں لے۔ گویا کہ وہ حضرت اپنی قبر میں سو رہے ہیں اور اسکا حال جانتے اور اسکا

کلام سنتے ہیں۔ اور ایسا ہی مضمون اختیار شرح مختار میں بھی ہے۔
پس اب فرمایئے۔ جب قبر رسولؐ کی دیوار کی عظمت و حرمت اس حد تک ثابت ہے۔ اور اسکا بجالانا حرام نہیں اور بت پرستی میں داخل نہیں۔ تو پھر تعزیہ کی تعظیم کیوں بت پرستی قرار پاگئی میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ تعزیہ کا بنانا ایک امر مباح ہے۔ اور گریہ و بکا کا ذریعہ اور حسینؑ کے مصائب پر رونا اُن کی محبت کی نشانیوں میں سے ہے۔
کریم۔ مگر سچی سچی محبت کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ افعال میں اُن کی تاسی کیجائے۔ اور اُن کے احکام کو مانا جائے۔ ورنہ محض رونے سے کیا ہوتا ہے۔
محسن۔ بیشک محبت کامل و خالص اسی کا نام ہے کہ حضرت کا تابع ہو۔ چنانچہ ملا محمد رفیع اعلی اللہ مقامہ ابواب الجنان میں یہ حدیث کافی سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا جناب امام جعفر صادقؑ نے انا لا نعد الرجل مومنا حتی یکون لجمیع امرنا متبعا مریدا یعنی ہم مرد مومن اُس شخص کو سمجھتے ہیں۔ جو تمام احکام میں ہمارا تابع اور مرید ہو۔ پس خوشا نصیب اُس شخص کے جو تمام احکام میں حضرات اہلبیت علیہم السلام کا اتباع کرے ورنہ جسقدر جس سے ممکن ہو۔ بجالائے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیے۔ کہ رونا علامت محبت ہے۔ اور محبت ضرور اتباع کی طرف لے جاتی ہے۔
کریم۔ لیکن برادر اس صورت میں حضرات اہلبیتؑ کا اتباع کہاں تک مانا جا سکتا ہے جبکہ لوگ ہزار ہا روپیہ عزاخانوں کی تعمیر اور اُسکی زینت میں صرف کرتے ہوں۔ اور ہر سال بانس اور ابرک اور پنے وغیرہ کے تعزیوں میں صدہا روپیہ خرچ کرتے ہوں درآنحالیکہ بہت سے سیدزادے ٹوٹے پھوٹے گھروں میں فاقہ پر فاقہ کر رہے ہوں۔ کیا حضرات اہلبیتؑ کی ارواح مطہرہ اس عمل سے خوش ہوتی ہو گی۔
محسن۔ بھائی صاحب خیرات و مبرات ایک ہی قسم کی نہیں ہوتیں۔ اور نہ صرف ایک ہی مقصد کا اُن سب میں لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بلکہ مختلف کام مختلف اُمور کو پیش نظر رکھ کر

کیے جاتے ہیں۔ ایک شخص سیکڑوں روپیہ لگا کر سرائے تعمیر کراتا ہے۔ کیا آپ اُسپر یہ اعتراض کر سکتے ہیں۔ کہ اُس نے یہ روپیہ بہوکوں اور محتاجوں کو کیوں نہیں دیا۔ اسی طرح ایک شخص کنواں کہدواتا ہے۔ تو کیا آپ یہ کہنے کا حق رکہتے ہیں۔ کہ اُس نے ننگوں کو لباس کیوں نہیں بنوا دیا۔ ایک شخص کسی نہر پر پل بنواتا ہے۔ کیا آپ اُسپر یہ الزام لگا سکتے ہیں۔ کہ چونکہ اُسنے نگہروں کا گہر نہیں بنوایا۔ لہذا قابل ملامت ہے۔ اگر یہی بات ہی تو آپ اونچی اونچی شاندار مسجدیں نہ بنوایئے اور وہ سب روپیہ محتاجوں اور فقیروں پر تقسیم کر دیجیے۔ اسی طرح جو صدہا روپیہ ہر سال محفل میلادِ نبوی کے انعقاد میں صرف کیا جاتا ہے۔ وہ مہربانی فرما کر ان واجب الاحترام سیدوں ہی کو دلا دیا کیجیے جو حالت افلاس میں ہیں۔ کیونکہ اُن کے ساتھ رعایت کرنے کو رسولِ خدا نے اپنے ساتھ رعایت کرنا فرمایا ہے۔ کیا اس طرح میلاد کی محفلوں میں روپیہ صرف کرنے اور اولادِ رسولؐ کی خبر نہ لینے سے آپ رسول اللہ کو خوش کر سکتے ہیں۔ پس اس بارے میں جو جواب آپ کا ہے وہی ہمارا ہے۔ کیا ان محفلوں میں مجالس حسینؑ اور تعزیہ داری سے کچھ کم اہتمام اور خرچ کیا جاتا ہے۔ اب ذرا ان محفلوں میں خرچ کرنے کا ثواب بھی صاحب مواہب لدنیہ کی زبان سے سُن لیجیے۔ جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ابن جزری کہتا ہے۔ کہ جب ابولہب جیسے کافر کے عذاب میں جسکی مذمت قرآن شریف میں وارد ہے۔ بسبب مولد نبیؐ کی خوشی کرنے کے تخفیف ہو گئی۔ تو کیا حال ہو گا اُس مسلم موحد کا جو اُمت آنحضرت سے ہو۔ اور اُن کے مولد کی خوشی کرے۔ اور جو کچھ ممکن ہو۔ اُن کی محبت میں خرچ کرے میں قسم کہا کر کہتا ہوں۔ کہ بیشک خدا ایسے شخص کی اور کوئی جزا نہیں۔ کہ وہ اپنے فضل سے اُسکو جنات نعیم میں داخل کرے۔ یہی وجہ ہی کہ روز مولد نبیؐ لوگ محفلیں کرتے ہیں۔ کہانے کہلاتے ہیں۔ اول شبوں میں تصدق کرتے ہیں اور خوشی کا طرح طرح سے اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں کے حاصل کرنیکے لیے

انواع و اقسام کے اہتمام کرتے ہیں۔ اور اُن محفلوں کی برکتیں قسم قسم سے اُنپر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ تمام سال امان رہتی ہے۔ مطلب جلد حاصل ہوتے ہیں۔ رحمت ہو اُسپر جو مولد مبارک کی شبوں میں عید قرار دے اور سخت صدمہ پہنچے اُس شخص پر جو اس سے انکار کرے اب فرمایئے ان اخراجات کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا یہ بے محل ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر عزاخانوں کی تعمیر اور تعزیہ داری میں جو روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ وہ کیوں بے محل ہے۔

کریم۔ لیکن محافل میلاد تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہیں۔ اور تعزیہ داری جدید ہے۔

محسن۔ یہ خیال آپ کا غلط ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں ان محفلوں کا رواج نہ تھا بلکہ یہ تو تیسری صدی سے رائج ہوئی ہیں۔ جیسا کہ محمد بن علی دمشقی نے سُبُل الہدا والرشاد میں حافظ ابو الخیر سخاوی سے نقل کیا ہے۔ اب میں آپ پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تعزیہ داری کرنے والوں نے اولاد رسولؐ کو اس طرح نہیں بُھلایا۔ جیسا محفل میلاد کرنے والوں نے بھلایا ہے۔ ہر سال ماہ محرم میں سادات اور غیر سادات دونوں کی طرف سے برابر حسب حیثیت سادات اور دیگر محتاج مومنین کی برابر خدمت ہوتی رہتی ہے۔ اور جو جس سے ممکن ہوتا ہے۔ فقرا کی اعانت میں حصّہ لیتا ہے۔ چونکہ تعزیہ داری کے ساتھ بہت سی اغراض دینی وابستہ ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو بہت کچھ مذہبی معلومات بھی ہو جاتی ہے۔ لہذا جو کچھ ان میں صرف ہوتا ہے وہ بالکل حق بجانب اور خیر ہے

کریم۔ یہ میں نے مانا کہ تعزیہ بنانا مباح بھی ہے۔ جایز بھی ہے اور اُسکی تعظیم بجا لانا درست بھی ہے لیکن حقیقت کے جاننے والے تو بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں۔ ورنہ عوام الناس تو اُسکو اُسی طرح پوجتے ہیں۔ جیسے ہنود مورتیوں کو۔ اگر اور تمام خرابیوں سے قطع نظر بھی کی جائے۔ تو کیا یہی ایک بات کچھ کم ہے۔ کہ اس سے ہزارہا جاہل مسلمان گمراہ ہو جاتے ہیں اور ایسے ایسے اُمور بجا لاتے ہیں جو کھلم کھلا اُن کو کفر اور شرک کے دائرہ میں داخل کرتے

والے ہیں۔ بہت سے جاہل اُسکو سجدہ کرتے ہیں۔ اُس کے آگے بکمال ادب کھڑے ہوکر منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ کوئی عرضی لکھکر اٹکاتا ہے۔ کہ مجھے بیٹا دیجیے۔ کوئی سہرا چڑھاتا ہے۔ کہ مجھے نوکر کرا دیجیے۔ کوئی احمق معمولی لکڑی اور بانس کی کھپچیوں پر جنکو نہ سردی سے علاقہ ہے نہ گرمی سے نہ اُس میں جان۔ ہے نہ احساس نہ معلوم کیا سمجھ کر مورچھل ہلاتا ہے۔ پس آپ ہی فرمایئے یہ ضلالت اور گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تمام اعمال کفار و مشرکین کے سے نہیں۔ تو اور کس کے سے ہیں۔ کیا اُن کو روکنا ہر مسلمان کا فرض نہیں؟ کیا یہ سب باتیں تعزیہ داری کی بدولت نہیں ہوتیں۔ اگر ہوتی ہیں۔ تو پھر آپ کا تعزیہ یقیناً عام مسلمانوں کی گمراہی کا قوی سبب ہوا اور ایسی صورت میں اسکا بنانا کسی طرح جایز نہیں۔

محسن۔ بھائی صاحب آپ کا یہ فرمانا بالکل غلط ہے۔ کہ لوگ تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں ہم نے تو خاص کیا کسی عام شخص کو بھی ایسا نہیں کرتے دیکھا۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسا کرے بھی۔ تو وہ تعظیماً زمین بوسی کرتا ہوگا۔ نہ کہ سجدۂ تعبدی اور زمیں پر بوسہ دینا مستلزم کفر نہیں چنانچہ شرح اشباہ النظائر میں جو کتب معتبرۂ اہلسنت سے ہے۔ بحوالۂ مختصر ابغدادی الظہریۃ ابومنصور سے نقل کیا گیا ہے۔ اذا قبّل احد بین یدی السلطان الارض او انحنالہ او طاء طاء راسہ لہ لا یکفر لانہ یرید تعظیمہ لا عبادتہ (اگر کوئی شخص بادشاہ کے آگے زمین کو بوسہ دے۔ یا پشت خم کرے یا اُس کے سامنے سر جھکائے۔ تو یہ کفر نہیں۔ کیونکہ وہ اُسکی تعظیم کا ارادہ کرتا ہے۔ نہ کہ اُسکی عبادت کا۔) مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں باب زیارت قبور میں فرماتے ہیں "در بعضے روایات فقہ بوسہ دادن قبر پدر و مادر نیز آمدہ است" اسکے علاوہ ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ مشائخ چشتیہ کو جو حضرات اہلسنّت کے نزدیک اکمل اولیاء کرام سے تھے۔ لوگ سجدہ کرنا بھی

جائز جانتے تھے۔ شلاً جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ اور شیخ فرید الدین شکر گنج اور
سلطان المشائخ شیخ نظام الدین کے مرید اور معتقد ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے
تو اُن کو سجدہ کرتے تھے۔ اور اُن مشائخ میں سے ہر ایک اپنے پیر و مرشد کو سجدہ کرتا تھا۔
فوائد الفواد میں جو کتب معتبرہ متداولہ میں سے ہے۔ مولانا برہان نسفی کی حکایت کے بعد
لکھا ہے "بعد ازاں کہ بر من خلق مے آیند روئے بر زمین مے آرند چوں پیش شیخ الاسلام
فرید الدین و شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہما العزیز منع نبود من ہم منع نمی کنم۔
دریں میاں بندہ عرضہ داشت کرد کہ این کس کہ پیش مخدوم روئے بر زمین می آرد۔
در آن او را مریدی حاصل میشود نفس او می شکند اما مخدوم بزرگ کردہ خدا سب بزرگ
او از خدمت کردن مرید متعلق نیست بعد ازاں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر دریں باب حکایت
فرمود کہ دریں روزہائے گذشتہ یکے آمدہ بود مردے بزرگ زادہ سیاحت کردہ شام و روم
دیدہ چوں بیامد بہ نشست دریں میاں وحید الدین قریشی در آمدہ و چنانچہ رسم
خدمتگاران ست خدمتے کرد و سر بر زمین نہاد و ایں مرد کہ نشستہ بود بانگ برو
زد کہ مکن سجدہ جائے نیامدہ است دریں باب عربدہ کردن گرفت من نخواستم
کہ با و مجیب شوم چوں بسیار دریں غلو کرد اینقدر گفتم کہ بشنو علیہ مکن ہر امریکہ
فرض بودہ باشد چوں فرضیت برخیزد استحباب باقی ماند چنانچہ صوم ایام بیض و
عاشورہ بر امم ماضیہ فرض بود در عہد رسول علیہ السلام روزہ رمضان فرض شد
آن فرضیت ایام بیض و عاشورہ برخاست اما استحباب باقی ماند ہمیں طور سجدہ در میان
امم ماضیہ مستحب بود چنانچہ رعیت سر پادشاہ را و شاگرد مر استاد را و امت پیغمبر را چو
عہد رسول شد آں سجدہ برخاست اگر استحباب رفت اباحت ماند اگر مستحب نباشد مباح
و نفی و منع از کجا آمدہ است چوں اینقدر بگفتم ہیچ نتوانست گفت یعنی اس کے بعد کہ
لوگ میرے پاس آتے ہیں اور منہ زمین پر رکھتے ہیں چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین اور

شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ نے ایسا کرنے سے منع نہیں کیا۔ لہذا میں بھی منع نہیں کرتا ہوں۔ اس اثنار میں بندہ نے عرض کیا۔ کہ جو شخص مخدوم کے سامنے سر جھکاتا ہی۔ اُسکو مریدی حاصل ہوتی ہے۔ اور نفس اُسکا شکست کہاتا ہے۔ لیکن مخدوم تو خدا کا بزرگ کیا ہوا ہے۔ اُسکی بزرگی مرید کے خدمت کرنے سے متعلق نہیں۔ اسکے بعد خواجہ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ پچھلے دنوں میں ایک بزرگ زادہ شام و روم کی سیاحت کر کے آیا تھا اور میرے پاس بیٹھا تھا۔ کہ اس اثنار میں وحید الدین قریشی آیا۔ اور جیسا کہ خدمت گاروں کا طریقہ ہے سلام کیا۔ اور سر زمین پر رکھہ دیا۔ اُس شخص نے یہ دیکھ کر ڈانٹا کہ سجدہ مت کر۔ ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور اس بارہ میں اُس سے جھگڑا کرنے لگا۔ میں نے اوّل تو اُسے جواب دینا نہ چاہا۔ لیکن جب بات حد سے بڑھی۔ تو لامحالہ مجھے بولنا پڑا۔ اور کہا کہ جو امر فرض ہو جب اُسکی فرضیت برطرف ہو جاتی ہے۔ تو استحباب باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ صوم ایام بیض و عاشورہ پہلی اُمتوں پر فرض تھا۔ عہد رسولِ خدا میں روزہ رمضان فرض ہوا۔ اور ایام بیض و عاشورہ کی فرضیت اُٹھ گئی۔ لیکن استحباب باقی رہا۔ اسی طرح سجدہ امم سابقہ میں مستحب تھا۔ چنانچہ رعیت بادشاہ کو سجدہ کرتی تھی۔ اور شاگرد اُستاد کو اور اُمت اپنے زمانہ کے پیغمبر کو۔ پس وہ سجدہ اُٹھ گیا۔ اور استحباب جانے کے بعد اباحت باقی رہ گئی۔ پس اگر مستحب نہو تو مباح کی نفی کہاں آئی ہے۔ مینے جو یہ بیان کیا تو وہ خاموش ہو کر رہ گیا۔

اگر ہم بفرض محال یہ تسلیم بھی کریں۔ کہ بعض جاہل تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں تو یہ سجدہ اُنکا ازراہ تعظیم ہوگا۔ نہ ازراہ عبادت اور یہ موافق اکثر علمار موجب بکفر اور باعث ملامت نہیں چنانچہ کافی میں جو فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں سے ہے ذکر شہید میں لکھا ہے لا یکفر بھذا السجود لغیر اللّٰہ لانہ یرید بہ التحیۃ دون العبادۃ دشہید کو سجدہ کرنے والا اپنے اس سجدہ کی وجہ سے جو غیر خدا کے لئے ہے کافر نہیں ہوتا۔

کیونکہ وہ اس سے تعظیم کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ عبادت کا) شرح اشباہ ونظائر میں ہے۔
قال اکثرھم ھوای السجود علی وجوہ ان اراد بہ العبادۃ یکفر و ان اراد بہ التحیۃ لا یکفر و لا یلوم علیہ فی ذلک (اکثر علماء نے کہا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے سے اگر مراد عبادت ہو تو کفر ہے اور اگر مراد تعظیم ہو تو کفر نہیں اور کرنے والے پر کو ملامت بھی نہیں) بلکہ اور لیجیے آپ کے بعض علماء نے تو اکبر بادشاہ تک کے لئے سجدہ کو جائز کر دیا تھا منتخب التواریخ میں ملاّ بدایونی قاضی نظام بدخشی الملقب بقاضی خان کے حال میں لکھتے ہیں "اول کسیکہ اختراع سجدہ پیش بادشاہ کرد در فتح پور او بود ملا عالم کابلی بحسرت می گفت دریغ کہ مخترع این امر نشدم" (پہلا وہ شخص جسنے فتحپور میں بادشاہ کیلئے سجدہ کا اختراع کیا یہی تھا اور ملا عالم کابلی حسرت سے کہا کرتا تھا افسوس میں اس امر کا مخترع نہوا) چنانچہ یہ رسم خاندان تیموریہ میں شاہ جہاں کے جلوس تک جاری رہی جیساکہ ابو طالب شاہجہان نامہ میں لکھتا ہے

دریں خاندانِ شرف رسم بود	ہنگام تعظیم شاہاں سجود
شہنشاہ روشن دل و حق پرست	ہمانند کہ بر تخت شاہی نشست
لبش در فشاں شد بایں حکم باز	کہ از سجدہ مردم کنند احتراز
شہنشاہ با حق نہ جست اشتراک	کہ سجدہ بود خاص یزدان پاک
رسانند ارباب دولت بہ عرض	کہ تعظیم ایں دودمان ست فرض
اگر شاہ از سجدہ دارد ابا	زمیں بوس آرند مردم بجا
زمیں بوس را سرور حق شناس	پذیرفت آنہم بعد التماس
زمیں بوس تا شبہہ با سجود	نگردد بدینساں مقرر نمود
کہ لب را رسانند بر پشت دست	نسازد رخ از خاک جائے نشست
زمیں بوس را نیز از اہل حال	رسا دات و ارباب فضل و کمال

زگوشہ نشینان آئینہ صاف   نمود از رہ قدردانی معاف

اس سے زیادہ عجیب بات بھی سن لیجئے۔ بشیر بن غیاث مریسی کہ جو فقہ میں ابو یوسف قاضی صاحب، ابو حنیفہ کا شاگرد تھا اس امر کا قائل ہے کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا بھی کفر نہیں جیسا کہ یاقوت حموی کتاب معجم البلدان میں لکھتا ہے وحکی عنہ اقوال شنیعۃ کقولہ ان السجود للشمس و القمر لیس بکفر (اس کے اقوال شنیعہ بہت سے بیان کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا کفر نہیں)

علاوہ بریں عوام کے تعزیہ کو سجدہ کرنے سے بنا ر تعزیہ کی حرمت کیونکر لازم آتی ہے بالفرض اگر کوئی شخص پیغمبر خدا یا آنحضرت کی قبر شریف کو سجدہ کرنے لگے تو وہ ضرور کافر ہو جائے گا لیکن اس سے آنحضرت کی ذات پر یا قبر مبارک پر کیا حرف آسکتا ہے۔ علماء کا اس صورت میں یہ فرض ہے کہ لوگوں کو سجدہ سے منع کریں نہ یہ کہ زیارت قبر رسولؐ یا ذکر رسولؐ ہی کو منع کریں اسی طرح اسوقت کے علماء کو چاہیے کہ وہ جہال کو تعزیہ کے سامنے سجدہ کرنے سے روکیں نہ کہ تعزیہ داری کی حرمت کا اثبات کرنے پر آمادہ ہوں۔

مجھے اُمید ہے۔ کہ اس جواب سے آپ کو امر تعظیم کے متعلق تو تشفی ہو گئی ہو گی اب رہا چبوترہ بنانا جو ایک امر تعظیمی ہے اور حاجت طلبی جو طلب شفاعت ہے تو اُسکے متعلق یہ ہے کہ مگس رانی فعل عوام ہے لیکن مذہب اہلسنت کی رو سے وہ بھی قابل تشنیع نہیں چنانچہ فوائد الدرایہ شرح الہدایہ میں ہے۔ یجوز الخدمۃ لغیر اللہ تعالیٰ بالقیام و اخذ الیدین والانحناء (سوائے خدا کے دوسروں کے لئے بھی تعظیماً کھڑا ہونا اور ہاتھ باندھنا اور جھکنا جائز ہے) شیخ عبد الحق صاحب جذب القلوب میں فرماتے ہیں "در وقت سلام آنحضرت صلعم و وقوف در آنجناب با عظمت دست راست بر دست چپ بنہد چنانچہ در حالت نماز (جب کوئی حضرت پر سلام بھیجے یا روضہ مبارک میں کھڑا ہو۔ تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اسی طرح رکھے جیسے حالت نماز میں) رسالہ غایۃ المرام صفحہ پر لکھا ہے۔

سائر فضلائے کرام و علمائے اعلام دار السلام مکہ و مدینہ
زادہما اللہ شرفاً بہ استحسان و استحباب قیام وقت
ذکر مولد شریف فتویٰ دادہ و عمل آں را وجہ اکتساب
سعادت دارین شمردہ اند چنانچہ شیخ الشیوخ
سید جعفر مدنی رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ میلاد
فرمودہ وقد استحسن القیام عند
ذکر مولدہ الشریف تعظیماً لہ صلعم ولا شک
فی استحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ عن
الثواب الحظ الاوفر والخیر الاکبر

مکہ و مدینہ کے تمام علماء نے ذکر مولد نبی کے
وقت کھڑے ہونے کیلئے استحسان و استحباب
کا فتویٰ دیا ہے اور اس عمل کو وجہ اکتساب
سعادت دارین گمان کیا ہے چنانچہ
شیخ الشیوخ سید جعفر مدنی رسالہ میلاد
میں فرماتے ہیں۔ کہ مستحسن ہے۔ قیام وقت
ذکر مولد نبی بغرض آنحضرت کی تعظیم کے
اور اس امر کے استحسان و استحباب میں کوئی
شک نہیں ایسا کرنے والے کو بہت بڑا ثواب ملیگا

پس جب اُمور تعظیمی مثلاً کھڑا ہونا۔ ہاتھ باندھنا۔ اور جھکنا غیر خدا کے لیے جائز ہیں اور ذکر مولد شریف آنحضرتؐ کے وقت کھڑے ہونے والے مستحق اجر عظیم قرار پاتے ہیں۔ تو پھر نقل قبر جناب امام حسینؑ کی تعظیم مگس رانی سے کرنا کیوں ناجائز ہوگا۔ اب رہی تیسری بات یعنی منتیں ماننا۔ دعائیں مانگنا۔ تو خواص کا تو ذکر ہی کیا۔ عوام میں سے بھی کوئی شخص یہ سمجھکر دعا نہیں مانگتا کہ معاذ اللہ حسینؑ خدا ہیں۔ یا خدا کے شریک ہیں۔ یا لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ بلکہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کی دُعا سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ہوتی البتہ وہ حضرت امام حسینؑ اور اُن کی ذریت طاہرہ کو واسطہ قرار دیتے ہیں۔ اور اُنکے وسیلہ سے اپنے مقاصد کو درگاہ صمدی میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہیں ممنوع نہیں چنانچہ صواعق محرقہ میں صحیح بخاری سے حسب ذیل روایت نقل کی گئی ہے۔ جسکو ہم فارسی ترجمے یہاں نقل کرتے ہیں۔

عمر در وقتیکہ قحط و کم بارانی می شد بسبب عباسؓ علوی
استسقا می نمود و می گفت اللّٰہم انا

حضرت عمر جس وقت کہ قحط پڑتا یا مینہ کم برستا تو حضرت
عباسؓ سے دعا کرواتے اور کہتے۔ پس اے پروردگار ہم جو

نتوسل الیک بنبینا محمد صلعم اذا
قحطنا فتسقینا وانا نتوسل الیک
بعم نبینا فاسقنا

نبی کو وسیلہ بنایا جب ہم قحط میں مبتلا ہوئے۔ پس تو نے
مینہ عطا کیا۔ اور اب ہم وسیلہ بناتے ہیں اپنے
نبی کے چچا کو پس تو ہمیں سیراب کر۔

اس روایت سے صاف ثابت ہے۔ کہ لوگوں کو دعا قبول ہونے کیلئے وسیلہ بنانا عمل صحابہ ہای اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ صفحہ ۳۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں مسجد رسول میں ابوجعفر امیرالمومنین نے امام مالک سے مناظرہ کیا۔ پس امام مالک نے اُس سے فرمایا کہ اپنی آواز کو نیچا کرو۔ اس مسجد میں کیونکہ خدا فرماتا ہے لا ترفعوا اصواتکم صوت النبی (۴) (اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اُونچا نہ کرو) بیشک حرمت اور عزت رسول کی بعد مرنے کے بھی وہی ہے جو حالت حیات میں تھی۔ یہ سنکر ابوجعفر روئے اور خاموشی اختیار کی۔ پھر کہا یا ابا عبداللہ دعا کے وقت میں قبلہ کی طرف رخ کروں یا رسول خدا کی طرف۔ امام مالک نے کہا۔ کوئی وجہ نہیں کہ تم رسولخدا سے روگردانی کرو۔ جبکہ وہ جناب تمہارے وسیلہ ہیں اور تمہارے پدر آدم صفی اللہ کے بھی وسیلہ ہونگے۔ قیامت میں اُن سے شفاعت طلب کرو۔ پس جب طلب شفاعت کرنا رسول سے صحیح ہے تو اولاد رسول سے کیوں نہ صحیح ہوگا بلکہ بہت سے علمائے اسلام تو انبیاء کے علاوہ دیگر اہل قبور سے بھی استمداد کے قائل ہو گئے ہیں چنانچہ صاحب کشف الغطا تحریر فرماتے ہیں۔

اکثرے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ امام
شافعی گفتہ کہ قبر امام موسی کاظم تریاق مجرب
است مر اجابت دعا را و حجۃ الاسلام گفتہ ہر کہ استمداد
کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ شود
بوے بعد از ممات و امام رازی گفتہ کہ چوں
می آید زائر نزد قبر حاصل میشود نفس او را

اکثر لوگوں کو ارواح سے فائدہ پہنچا ہے امام
شافعی نے فرمایا ہے کہ قبر امام موسی کاظم تریاق
مجرب ہے۔ اجابت دعا کیلیے اور حجۃ الاسلام
نے کہا ہے کہ جس سے حالت حیات میں مدد طلب
کی جاتی ہے اُس سے بعد موت بھی طلب کی جاتی
ہے اور امام رازی نے کہا ہے کہ جب زائر قبر کے

تعلق خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را بسبب
این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس مقابلہ
معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی
تر باشد نفس زائر مستفیض شود و اگر بعکس بود
برعکس شود و در شرح مقاصد ذکر کردہ کہ نفع
یافتہ می شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس
اخیار از اموات بدرستیکہ مفارقہ را تعلقے ہست
ببدن و بہ تربتے کہ دفن کردہ ست دراں پس
چوں زیارت کند زندہ آں تربت را و متوجہ
میشود بسوے نفس میت حاصل میشود میان ہر دو
نفس ملاقات فالتفات و اختلاف کردہ اند
در آنکہ امداد حی قوی ترست از امداد میت یا
بالعکس مختار بعضے ثانی ہست و درین باب
بعضے روایت کنند کہ فرمود آنحضرت صلعم چوں
متحیر شوید شما در امور یعنی بر آمد کارہا پس مدد
جوئید از اصحاب قبور - شیخ اجل در شرح
مشکوۃ گفتہ کہ یافتہ نمی شود در کتاب و
سند و اقوال سلف صالح چیزے کہ مخالف
و منافی ایں باشد و رد کند ایں را - بالجملہ
بعد از آنکہ ثابت شد کہ روح باقی ہست و اورا
تعلقے خاص باجزاء بدن بعد مفارقت از دو

پاس آتا ہے تو اُسکے نفس کو ایک تعلق خاص قبر سے
ویسا ہی پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب قبر کے نفس
کو اور بہ سبب اُن دونو تعلقوں کے ان دونو
نفوس میں مقابلہ معنوی حاصل ہو جاتا ہے پس اگر
زیارت کئے ہوئے کا نفس زیادہ قوی ہوتا ہے تو
زیارت کرنیوالا فائدہ حاصل کرتا ہے ورنہ برعکس
ہوتا ہے اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارت
قبور سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اموات کے
نفوس اخیار سے مدد حاصل کی جاتی ہے کیونکہ
نفس مفارقہ کو بدن سے بھی تعلق ہوتا ہے اور اُس
مٹی سے بھی جس میں وہ دفن کیا گیا ہے پس جب
زیارت کرتا ہے کوئی زندہ اُس مٹی کی اور نفس میت
کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونو نفسوں کے درمیان
ملاقات حاصل ہوتی ہے اور فائدہ پہونچتا ہے اس
بارے میں اختلاف ہے کہ آیا امداد زندہ کی زیادہ
قوی ہے یا مردہ کی بعضوں کا مختار یہ ہے کہ مردہ
کی اور اس بارے میں بعض نے روایت کی ہے کہ
فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جب تم متحیر ہو کاموں میں
تو اصحاب قبور سے مدد حاصل کرو اور شیخ اجل
نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ کتاب و سنت و اقوال
سلف میں کوئی چیز اس خیال کی منافی نہیں پائی

وتغیر کیفیت وے نیز ست کہ بدان علم وشعور
بزائران قبر وا... ں ایشاں دارد۔
وارواح مکمل کہ در حین حیات ایشاں
بسبب قرب مکانت ومنزلت از رب
العزت کرامات وتصرفات داشتند بعد
ممات چوں ہماں قرب باقی اند نیز تصرفات
دارند چنانکہ در حین حیات تعلق کلی
بجسد داشتند پس انکار استمداد ازاد جیہ
صحیح نماند مگر آنکہ از اول امر منکر شوند
و آں خلاف منصوص ست۔

جاتی غرض کہ یہ ثابت ہوا کہ روح باقی ہی اور اسکو
بعد مفارقت بھی بدن سے ایک تعلق رہتا ہی اور اسکو
اپنے زائر کے متعلق علم وشعور رہتا ہی جو ارواح
کاملہ حالت حیات میں قرب وکرامات رکھنے والی
ہتیں بعد موت بھی وہ ایسی باقی رہتی ہیں اور
اسی طرح تصرفات رکھتی ہیں جیسا
کہ حالت حیات میں پس اس صورت میں
اُن سے مدد حاصل کرنے سے انکار کرنا
کسی طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا مگر یہ کہ امر اول
سے ہی انکار کردیا جاوے اور خلاف قول کا

کتاب مظہر العجائب میں ہے کہ استعانت دو قسم پر ہے ایک بطور استقلال یعنی
مستعین (مدد چاہنے والا) مستعان (جس سے مدد چاہی جاوے) کو حل مشکلات میں
مؤثر حقیقی یا اسکو کارخانہ قدرت میں شریک اور دخیل سمجھکر اس سے حاجت چاہے
یہ بیشک شرک ہے جیسے مدد چاہنی روحانیات فلکیہ آفتاب، ماہتاب، کواکب
یا روحانیات عنصریہ آب، آتش خاک و باد سے یا ارواح خبیثہ، بھوانی، سیتلا
شیخ سدو یا زین خاں سے یا ارواح طیبہ جیسے انبیا و اولیا و غوث وقطب سے
دوسرے بطور استقلال یعنی مستعین مستعان کو حل مشکلات میں مؤثر حقیقی یا اسکو کارخانہ
قدرت میں شریک و دخیل نہ سمجھے صرف انکو واسطۃ العرض جانے کہ یہ خاصان خدا ہیں
ان کی عرض جناب اقدس الٰہی میں متوقع القبول ہے یہ بلاشک درست ہی جیسے تعلیم احکام
دین اور تہذیب وغیرہ میں انبیا و اولیا واستاد سے مدد چاہنی ان دونو استعانتوں
کی تفصیل فتح العزیز میں یوں ہے کہ استعانت بغیر خدا اس طور پر کہ اسی غیر پر اعتماد کلی ہو

اور اسکو عون الہٰی کا مظہر نہ جانے حرام ہے اور اگر التفات محض حق کی جانب ہے
اور اس غیر کو عون الہٰی کا مظہر سمجھ کر اس سے استعانت ظاہر کریں تو عرفان سے دور
نہیں انبیاء و اولیا بھی اس قسم کی استعانت غیر سے کرتے آئے ہیں لیکن حقیقت میں یہ
استعانت بخدا ہے۔

پھر اُسی تفسیر میں تحریر ہے کہ ایک استعانت (۲) قسم کی ہے کہ اس
میں اصلاً استقلال کا توہم متوہم نہیں نہ مشرک کے نزدیک نہ
موحد کے نزدیک جیسے بھوک دور کرنے کو کھانا کھانا پیاس بجھانیکو پانی پینا
راحت لینے کو سایہ میں بیٹھنا مرض دور کرنے کو علاج کرنا تلاش معاش میں امراء
سلاطین کے پاس جانا۔

کریم۔ لیکن یہ بھی تو ثابت کرنا چاہیے کہ انبیاء و اولیا وغیرہ سے موت کے بعد
بھی استعانت جائز ہے یا نہیں۔

محسن :- اس میں علمائے اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ
انبیاء کے سوا کسی سے استعانت درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے چنانچہ
شیخ عبد الحق دہلوی مشکوۃ کی عربی شرح میں تحریر فرماتے ہیں اما الاستمداد
باھل القبور فی غیر الانبیاء علیھم السلام فقد انکرہ کثیر
من الفقہاء واثبتہ المشائخ الصوفیۃ وبعض العلماء اکثر
فقہا نے سوائے انبیاء دیگر اہل قبور سے طلب مدد کرنے کا انکار کیا ہے لیکن مشائخ
صوفیہ اور بعض علماء نے جائز جانا ہے اور بعضوں کے نزدیک انبیاء وغیر انبیاء
دونو سے استعانت منع ہے چنانچہ کتاب اربعین مسائل میں ہے کہ ہرگاہ انبیاء
کا استثناء اس وجہ سے ہے کہ عالم برزخ میں شہیدوں کی طرح ان کے لئے حیات
ابدی ثابت ہے تو یہ وجہ وجیہ نہیں اس واسطے کہ یہاں اور وہاں کی

حیات میں تماثل نہیں دنیا کی حیات کے احکام اور ہیں اور عقبیٰ کے احکام اور شیخ دہلوی مشکوۃ کی فارسی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

ظاہر آنست کہ آنانکہ قائل سمیع وادراک میت اند قائل بجواز استعانت اند و آنکہ منکر اند ایں را نیز انکار کنند	جو لوگ میت کے سننے اور ادراک کرنے کے قائل ہیں وہ استعانت کو جائز جانتے ہیں اور جو اس کے منکر ہیں وہ انکار کرتے ہیں

اور مولانا عبدالقادر دہلوی نے اپنی تفسیر موضح القرآن میں اسی امر کا فیصلہ فرمایا کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ پس اس صورت میں انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنا بشرطیکہ علی سبیل الاستظلال ہو نہ بطور استقلال جائز ہوا لہٰذا جو لوگ تعزیہ کے سامنے منتیں مانتے یا مرادیں چاہتے ہیں ان کا مقصود اصلی یہ ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو وسیلہ قرار دیں اور اُن سے اپنی سفارش کرائیں نہ یہ کہ خود حسین کو مجیب الدعوات سمجھتے ہوں۔ اب رہا تعزیہ کے سامنے ایسا کرنا تو اسکو محض بخیال برکت کہا جاتا ہے جیسا کہ مساجد و مقامات متبرکہ میں دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

پس ظاہر ہوا کہ تعزیہ خود سبب شرک نہیں یہ اور بات ہے کہ کوئی جاہل اسکی حقیقت کو نہ سمجھ کر شرک کے کام کرنے لگے لیکن اس صورت میں تعزیہ بنانے سے پرہیز کرنا لازم نہ آئے گا کیونکہ اگر کوئی شخص مسجد میں شراب پینے لگے یا معاذ اللہ اس میں بول و براز کردے یا معاذ اللہ تنہائی کا مقام سمجھکر وہاں زنا کرے تو اس صورت میں مسجد کا انہدام لازم نہ ہوگا۔

کریم:- اچھا بھائی محسن یہ بتاؤ کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام آپ کے آئمہ میں سے بھی کسی نے تعزیہ بنایا ہے۔ یا وہ بھی اسی طرح مجالس کرتے اور مرثیہ پڑھتے تھے۔ اگر یہ امر جائز و مباح تھا اور سبب گریہ و بکا تھا تو انکو بھی ضرور کرنا چاہیے تھا

محسن :- یہ بات ثابت ہو کہ حضرات آئمہ ہدیٰ علیہم السلام مجالس حسین کرتے تھے چنانچہ کتاب منتطاب اخبار الاحزان میں مرقوم ہے۔

ابن بابویہ بسندہ عن ابی عمارہ وروی فی ثواب الاعمال بسند اخر وروی ابن قولویہ بسندہ ایضاً عن ابی عبداللہ قال قال لی یا اباعمارہ انشدنی العبدی فی الحسین بن علی علیہما السلام قال فانشدتہ فبکی فواللہ مازلت انشدہ ویبکی حتی سمعت البکاء من الدار فقال یا اباعمارہ من انشد فی الحسین بن علی علیہما السلام شعرا فابکی خمسین فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین شعرا فابکی ثلثین فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین شعرا وابکی عشرۃ فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین (علیہ السلام) شعرا فابکی واحد فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین (علیہ السلام) شعراً فتباکی فلہ الجنۃ

خلاصہ یہ کہ ابو عمارہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت ابو عبداللہ نے فرمایا کہ اے ابو عمارہ میرے سامنے عبدی شاعر کے وہ شعر پڑھو جو اس نے مرثیہ حسین میں لکھے ہیں پس میں نے انکو پڑھا تو حضرت رونے لگے پس واللہ میں پڑھتا تھا اور حضرت روتے رہے یہاں تک کہ میں نے آواز گریہ سے سنا پس آنحضرت نے فرمایا اے ابو عمارہ جو شخص مرثیہ حسین میں ایک شعر پڑھے اور پچاس آدمیوں کو رلادے جنت اسکا حق ہے اور جو حسین کے مرثیہ میں کوئی شعر پڑھے اور ۳۰ آدمیوں کو رلاوے جنت اسکے لئے ہے اور جو شخص ایک شعر پڑھے اور دس آدمیوں کو رلاوے تو اسکے لئے بھی جنت ہے اور جو شخص ایک شعر پڑھے اور ایک آدمی کو رلاوے اسکے لئے بھی جنت ہے اور جو شخص ایک شعر پڑھے اور رونے والوں کی سی صورت بنالے تو اسکے لئے بھی جنت ہے

وعن ابن بابویہ عن احمد الہمدانی عن علی بن الحسین بن فضال قال قال الرضا علیہ السلام من تذکر مصائبنا وبکی کان معنا فی

فرمایا امام رضا علیہ السلام نے جس شخص نے ہماری مصیبتوں کا ذکر کیا اور رو دیا روز قیامت ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں ہوگا اور جس نے ہمارے مصائب کا ذکر کیا

درجتنا یوم القیامة ومن ذکر مصابنا
فبکی او ابکی لم تبک عینه یوم تبکی العیون
ومن جلس مجلسا یحیی فیه امرنا
لم یمت قلبه یوم تموت القلوب

اور خود رویا۔ یا دوسرے کو رلایا۔ تو اسکی آنکھیں
اس دن نہ روئیگی جسدن اور آنکھیں روئینگی۔ اور جو شخص
ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں ہمارا ذکر ہو تو اسکا دل
نہ مردہ ہوگا اسدن جبکہ سب دل مردہ ہوجائینگے۔

اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں نقل فرماتے ہیں۔

انه قال حکی دعبل الخزاعی قال دخلت علی
سیدی ومولای فی مثل هذه الایام فرایته
جالسا جلسة الحزین الکئیب واصحابه من حوله
فلما رآنی مقبلا قال لی مرحبا بک مرحبا
بناصرنا بیده ولسانه ثم انه وسع فی مجلسه
اجلسنی الی جانبه ثم قال لی یا دعبل
احب ان تنشدنی شعرا فان هذه الایام
ایام حزن کانت علینا اهل البیت وایام
سرور کانت علی اعدائنا خصوصا بنی امیة
یا دعبل من بکی وابکی علی مصابنا ولو واحدا
کان اجره علی الله یا دعبل من ذرفت
عیناه علی مصابنا او بکی لما اصابنا من
اعدائنا حشره الله معنا فی زمرتنا۔
یا دعبل من بکی علی مصاب جدی الحسین
غفر الله ذنوبه البتة ثم انه نهض
فضرب سترا بیننا وبین حرمه

دعبل خزاعی سے مروی ہے۔ کہ میں اپنے سید و مولا
امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عشرہ محرم میں گیا
تو دیکھا کہ حضرت نہایت محزون غمگین بیٹھے ہیں اور آپکے
گرد آپکے اصحاب ہیں۔ حضرت نے مجھے دیکھکر فرمایا مرحبا تم
پر ہو ہمارے اے ناصر جو ہاتھ اور زبان سے ہماری
نصرت کرے۔ پھر حضرت نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھالیا اور
فرمایا کہ اے دعبل میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم
کوئی شعر پڑھو کیونکہ یہ دن ہم اہلبیتؑ کیلئے حزن کے
دن ہیں اور ہمارے دشمنوں خصوصاً بنی امیہ کیلئے
خوشی کا زمانہ ہے۔ اے دعبل جو روئے یا رلائے ہماری
مصیبت میں تو اسکا اجر اللہ پر ہے۔ اے دعبل
جسکی آنکھیں ہمارے غم میں آنسو بھر لائیں یا ہماری
ان مصیبتوں پر کہ جو ہمکو دشمنوں سے پہنچی ہیں
تو خدا اسکا حشر ہمارے ساتھ ہماری زمرہ میں کریگا
اے دعبل جو روئے میرے جد امجد حسینؑ کی مصیبتوں پر
خدا ضرور اسکے گناہ بخشدیگا۔ پھر حضرت اٹھے اور ہماری

واجلس اهل بیتہ من وراء الستر لیبکون علی مصاب جدہ الحسین ثم التفت الی وقال لی یا دعبل ارث الحسین فانت ناصرنا و مادحنا مادمت حیا فلا تقصر عن نصرتنا ما استطعت قال دعبل فاستعبرت وسکبت عبرتی وانشاءت

اور اپنے اہلبیت کے درمیان ایک پردہ ڈالا اور پردہ کے پیچھے اہلبیت کو بٹھایا تاکہ مصائب حسین سنکر روئیں پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے دعبل حسین کا مرثیہ پڑھو۔ تم ہمارے ناصر ہو۔ ہمارے مداح ہو جب تک زندہ ہو ہماری نصرت میں کوتاہی نہ کرو جہاں تک ہو سکے۔ دعبل کہتے ہیں۔ پس یہ سنکر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور میں رونے لگا۔ پھر میں نے پڑھنا شروع کیا۔

رہا تعزیہ کا بنانا تو یہ ضرور حضرات آئمہ علیہم السلام کا زمانہ گزرنے کے بعد وقوع میں آیا لیکن یہ اُسی طرح منجملہ اُمور خیر و حسن ہی جیسے محفل میلاد نبوی۔ اور اعراب قرآن مجید اور میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ ہر بدعت ضلالت نہیں ہے بل ھی منقسمۃ الی الواجب والمندوب والمباح وغیر ذلک کتدوین العلوم الشرعیۃ و بناء المدارس والمرابط کما فی حاشیۃ شرح المواقف (بلکہ وہ منقسم ہوتی ہی واجب و مندوب و مباح وغیرہ میں جیسے جمع کرنا علوم شرعیہ کا اور بنانا مدارس و مرابط کا جیسا کہ حاشیہ شرح مواقف میں ہے) یہ بات بدیہی ہی کہ تعزیہ داری سے کوئی امر مشروع مرتفع نہیں ہوتا وقالوا ان البدعۃ ان تضمن لرفع امر ثابت فی الشرع فھی مردودۃ (اور علماء نے کہا ہی کہ جو بدعت شامل ہو دور کرنے پر کسی ایسے امر کے جو شرع میں ثابت ہو تو وہ مردود ہے)۔

مرثیہ خوانی کے متعلق اک یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جناب سرور کائنات کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ اور صحابہ نے بھی مرثیہ نظم کیے تھے جو برابر گھروں اور جلسوں میں پڑھے جاتے تھے اُن کے علاوہ غیبی آوازوں سے بھی مرثیے سنے جاتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

وہر کدام از اہلبیت آنحضرتؐ و صحابہ عظام مرثیہ در وفات
آنحضرتؐ در سلک انتظام کشیدند شیخ عبدالعزیز در سر
الشہادتین می نویسد و تہف الہواتف المراثی۔

آنحضرتؐ کی اہلبیتؑ و صحابہ میں سے ہر ایک نے آنحضرتؐ کی
وفات پر مرثیے نظم کئے اور شیخ عبدالعزیز نے سر الشہادتین
میں لکھا ہے کہ ہاتف کی زبانی مرثیے سنے گئے

پس اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ مرثیہ خوانی کی رسم قدیم ہے یا جدید اور اسکے بانی اخیار و ابرار ہیں۔ یا اشرار و کفار۔

اب رہا مصیبت حسینؑ میں رونا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام چالیس برس تک برابر غم حسینؑ میں روتے رہے۔ پس اس سے زیادہ اور کونسی رسم تعزیہ داری میں ہو سکتی ہے علاوہ برین مسند احمد حنبل میں مرقوم ہے ان من دمعت عیناہ دمعۃ علی الحسین و قطرت بوأہ اللہ لھا فی الجنۃ (یعنی جو مصیبت حسینؑ پر اپنی آنکھ سے آنسو جاری کریگا خدا اسکو بہشت میں جگہ دیگا)۔

کریم۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اس تعزیہ داری کا رواج ہندوستان میں سب سے زیادہ ہے پس کیا تمام ملکوں سے زیادہ امام حسینؑ علیہ السلام کے دوست ہندوستان ہی میں ہیں۔

محسن۔ بھائی جان! یہ آپ کا فرمانا ہرگز قابل تسلیم نہیں غم حسینؑ ایسا غم نہیں کہ صرف اسکا اثر ہندوستان ہی میں ہو اور کہیں نہ پایا جائے۔ یا یہ کہ چند روز کے بعد لوگوں نے اسکو بھلا دیا ہو البتہ رسوم عزاداری میں اختلاف ضرور ہے ہر ملک اپنی اپنی ضرورتوں اور مقامی خواہشوں کی بنا پر عمل پیرا ہے لیکن نفس تعزیہ داری کا وجود ہر جگہ پایا جاتا ہے چنانچہ مولانا عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ سر الشہادتین میں لکھتے ہیں۔

لیطلع الحاضرون والغائبون علی وقوعہا
بل بالبقاء البکاء والحزن المستمر تذکر تلک
الوقائع الہائلۃ فی امتہ الی یوم القیمۃ
فقد بلغت نہایۃ الشہرۃ فی الملاء الاعلی

ذکر حسینؑ اسلئے ہے کہ مطلع ہوں حاضر و غائب اسکے
وقوع پر بلکہ بکا و حزن دائمی کی بقا کیلئے ہے اور ذکر
کرنا ان وقائع ہائلہ کا امت رسولؐ میں روز قیامت
تک رہے گا۔ اسکی انتہائی شہرت ملاء اعلی و اسفل

والاسفل والغیب والشہادۃ والجن والانس والناطق والصامت	وغائب وشاہد وجن وانس وناطق وصامت سب تک پہنچ گئی ہے۔

مولانا سید محمد قلی خانصاحب فتوحات حیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا مجلسی علیہ الرحمۃ در کتاب تحفۃ الزائر روایت کردہ کہ حضرت صادق علیہ السلام بیکے از اصحاب خود گفت کہ شنیدہ ام کہ قومے از نواحی کوفہ وغیر ایشان می روند نزد قبر جدم امام حسینؑ وندبہ ونوحہ می کنند در نیمہ ماہ شعبان بعضے قصہ ہای جانسوز مصیبت آنحضرت ذکر میکنند وبعضے مرثیہ میخوانند گفت بے فدای تو شوم دیدہ آید بعضے از انہا را گفت فرمائید فرمود حمد وسپاس خدا وندے را کہ در میان مردم جمعے را مقرر کردہ است کہ می آیند بسوئے ما ومدح می کنند ومرثیہ را برائے مصیبت ما میگویند ومی خوانند ودشمن ما کسانے ہستند کہ طعن کنند بر آنہا از خویشان وغیر ایشان واستہزا کنند بر ایشان وقبیح شمارند کردار ایشان را۔	حضرت صادقؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک قوم نواحی کوفہ وغیرہ سے میرے جد امام حسینؑ کی قبر کے پاس جاتی ہے اور ندبہ ونوحہ کرتی ہے نیمہ ماہ شعبان میں بعض اُن میں سے آنحضرت کی مصیبت کے جانسوز قصے بیان کرتے ہیں اور بعض مرثیہ پڑھتے ہیں اُس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں آپ نے اُن میں سے کسی کو دیکھا ہے فرمایا حمد وسپاس ہے اُس خدا کیلئے جس نے لوگوں کی ایک جماعت کو مقرر کیا ہے کہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہماری تعریف کرتے اور مصیبت کا مرثیہ پڑھتے ہیں اور ہمارے دشمن وہ لوگ ہیں جو اُن پر طعن کرتے ہیں اپنا اور غیروں میں سے انسانوں کا ٹھٹھا اڑاتے ہیں اور اُنکے اس فعل کو برا جانتے ہیں۔

اور کتب احادیث میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ بہشت کے درجات عالیہ میں ہمارے ساتھ ہو تو ہمارے غم سے محزون ہو۔ اور ہماری خوشی سے خوش ہو۔

واقدی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جس وقت سر مبارک امام حسینؑ اور اہلبیتؑ قیدیوں کی طرح مدینہ میں آئے تو کوئی شخص مدینہ میں ایسا نہ رہا جو شہر سے باہر نہ گیا ہو۔ وہ سب گریہ وبکا کی آواز

بلند کر رہے تھے اور زینب بنت عقیل بن ابی طالب جو مدینہ میں رہ گئی تھیں نقاب چہرہ سے پھینک کر اور بالوں کو پریشان کر کے گھر سے باہر نکل پڑیں اور با آواز بلند کہتی تھیں۔ واحسیناہ وا اخوتاہ واویلاہ وامحمداہ اس کے بعد یہ شعر پڑھے۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ۔۔ ماذا فعلتم وانتم خیر الامم

تم کیا جواب دو گے جب نبی تم سے کہینگے ۔۔ کہ تم نے کیا کیا در انحالیکہ تم آخر الامم تھے

باھلی واولادی اما لکم ۔۔ عھد ما انتم تورفون بالاھم

میری اہل اور میری اولاد کیا تمہارا کوئی عہد ۔۔ نہ تھا کیا تم پورا کرنیوالے نہیں تھے اس عہد کو جو کیا تھا

ذریتی وبنی عمی مضیعۃ ۔۔ منھم اساری وقتلی ضرجوا بدم

میری ذریت اور میرے ابن عم کے بارے میں خلق تم نے ضائع کر دیا بعض ان میں سے کچھ تو قیدی ہیں کچھ قتل ہیں جو اپنے خون میں نہائے ہوئے ہیں

ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم ۔۔ ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

کیا میری نصیحت کی جزا یہی تھی کہ تم میرے قرابت داروں سے اس طرح میرے بعد برا برتاؤ کرو

سراقہ باہلی کہتا ہے۔

عین ابکی بعبرۃ وعویل ۔۔ وانذ لی ان ندبت آل الرسول

اے آنکھ گریہ کر آنسوؤں کے ساتھ اور اگر تو آواز بلند کرتی ہے تو آل رسول پر کر

ابن عبد البر نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ سلیمان بن قتیبہ تابعی نے آنحضرت کی مصیبت میں ایک شعر لکھا انہی میں سے ابیات ذیل ہیں

الم تران الارض اضحت مریضۃ ۔۔ لفقد الحسین والبلاد اقشعرت

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ ۔۔ وانجمھا ناحت علیہ وصلت

وکانوا لنا غیثا وعادوا رزیۃ ۔۔ لقد عظمت تلک الرزایا وجلت

دکیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین بسبب مفقود ہونے حسینؑ کے بیمار ہو گئی اور اہل شہر کے بدن بال کھڑے ہو گئے بتحقیق آنحضرت کے نقدان سے آسمان نے رونا شروع کیا۔ اور آسمان کے ستاروں نے آنحضرت پر نوحہ کیا اور نابود ہو گئے وہ ہمارے لئے ابر باراں تھے پس انکے فقدان سے ہماری مصیبت بہت بزرگ اور بہت ہولناک ہو گئی

صواعق محرقہ میں ہے کہ جب ام سلمہ نے آنحضرت کی خبر شہادت سنی تو فرمایا کہ خدا ان حضرت کے قاتلوں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے پُر کر دے اس کے بعد روئیں اور اتنا روئیں کہ غشی اُن پر طاری ہو گیا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ جس وقت خبر شہادت آنحضرت حسن بصری کو پہنچی تو اتنا روے کہ دونو رخسارے اُن کے ورم کر آئے اس کے بعد فرمایا خدا خوار و ذلیل کرے اس امت کو جس نے بنت پیغمبر کے فرزند کو قتل کیا۔

زہری نے یہ بھی روایت کی ہے کہ جس وقت آنحضرت کی خبر شہادت ربیع بن خثیمہ کو پہنچی وہ بڑی دیر تک روتے رہے۔

امام اہل سنت محمد بن ادریس شافعی نے آنحضرت کے مرثیہ میں فرمایا ہے۔

تاوب قلبی والفواد کئیب ۔۔۔ وارق عینی والرقاد غریب
تزلزلت الدنیا لآل محمد ۔۔۔ وکادت لھم صم الجبال تذوب
فمن مبلغ عنی الحسین رسالۃ ۔۔۔ وان کرھتھا انفس وقلوب
قتیل بلا جرم کان قمیصہ ۔۔۔ صبیغ بماء الارجوان خضیب
یصلی علی المختار من آل ھاشم ۔۔۔ ولغزی بنوہ ان ذا العجیب
لئن کان ذنبی حب آل محمد ۔۔۔ فذلک ذنب لست منہ اتوب
ھم شفعائی یوم حشری وموقفی ۔۔۔ وحبھم للشافعی نصیب

(ترجمہ) میرا قلب آہیں بھرتا ہے اور میرا دل رنجیدہ ہے۔ میری چشم بیخواب ہو اور نیند ناپید ہے آل محمد کے لئے دنیا زلزلہ میں آگئی اور قریب ہے کہ سخت پہاڑ اس غم میں پگھل جائیں۔ کوئی ہے کہ حسین کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے اگرچہ لوگوں کے دلکو میری یہ محبت ناگوار ہی کیوں نہ گذرے کہ حسین وہ قتیل بلا جرم ہیں جنکی قمیص خون میں رنگی گئی۔ درود بھیجا جاتا ہے برگزیدہ اولاد بنی ہاشم پر

اور انکی اولاد صاحب عزا بنی ہوئی ہے دیکھو تو یہ کس قدر عجیب بات ہے اگر دوستی آل محمد میرے لئے جرم قرار دیا جائے تو یہ ایسا گناہ ہے کہ میں اس سے توبہ کرنے والا نہیں۔ بیشک آل محمد روز قیامت میرے شفیع ہوں اور ان کی محبت میں شافعی کو حصہ ملا ہے۔

علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ ابن الہباریہ شاعر جب کربلا کی طرف سے گذرا تو حسین پر گریہ کیا اور یہ ابیات فی البدیہہ کہے۔

لو کنت شاھد کربلا لبذلت فی ۔۔۔ تنفیس کربک جھد بذل الباذل

وسقیت حد السیف من اعدائکم ۔۔۔ عللا وحد السمہری الذابل

لکننی اخرت عنک لشقوتی ۔۔۔ فبلا بلی بین الغری وبابل

ھبنی حرمت النصر من اعدائکم ۔۔۔ فاقل من حزن ودمع سائل

(ترجمہ) اگر میں کربلا میں موجود ہوتا تو آپ کی جاں کنی کے وقت اپنی جان قربان کر دیتا، میں آپکے دشمنوں کی شمشیر و تیروں کی دھاریں دو۔ دو بار کھاتا لیکن کیا کروں بدبختی نے مجھے آخر زمانہ میں ڈال دیا ہے۔ اندوہ غری و بابل کے درمیان ہے فرض کیجئے کہ میں آپ کے دشمنوں کو دور کرنے میں آپ کی نصرت نہ کرسکا تو کیا میں حزن و اشک بہانے میں بھی کم ہوں۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوگیا کہ رونے اور مرثیہ پڑھنے کی رسم قدیم ہے اور نہ صرف ہندوستان سے تعلق رکھتی ہے بلکہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے علماء اس میں مصروف رہے ہیں اور شیعہ و سنی اسلام کے دو نو فرقے یکساں غم حسین میں حصہ لیتے رہے ہیں، مگر اب زمانہ کی گردش سے ایک ایسا وقت آگیا ہے کہ بہت سے لوگ احسان حسین ہی کو قطعاً فراموش کرکے اور ان کی محبت دل سے نکال کر ہر سال محرم میں اس بات پر آمادہ ہوجاتے ہیں کہ کسی طرح سلسلہ عزاداری کو تب۔ کرکے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑلیں ورنہ

تاریخ اسلام کو اُٹھا کر پڑھو تو معلوم ہو کہ ہر زمانہ کے دیندار اور انصاف پسند مسلمان غم حسینؑ کے متعلق کیا کیا کہتے اور کیا کیا کرتے رہے ہیں۔

یافعی نے اپنی تاریخ مرآۃ الجنان میں ۳۵۲ھ کے متعلق لکھا ہے۔

فیہا یوم عاشورۃ الزم معز الدولہ اھل بغداد النوح والماتم علی الحسین وامر بغلق الابواب وغلقت فیہا السوق ومنع الطباخین فی عمل الاطعمۃ وخرجت نساء الرافضۃ ناشرات الشعور	روز عاشورہ معز الدولہ نے اہل بغداد پر لازم قرار دیا کہ وہ حسینؑ پر نوحہ و ماتم کریں۔ اور حکم دیا کہ دروازے بند کرلیں۔ بازار بند کرلیں۔ اور نان پزوں کو کھانا پکانے سے منع کیا۔ اور رافضیوں کی عورتیں بال پریشان کرکے گھروں سے نکل پڑیں۔

اور اسی مورخ نے ۳۵۵ھ کے واقعات میں لکھا ہے۔

فیہا اقامت الرفضۃ الماتم علی الحسین علی العادۃ المادۃ فی ہذہ السنوات	اس سنہ میں رافضیوں نے ماتم حسینؑ اپنی دائمی عادت کے مطابق کیا۔

اور ۳۶۰ھ کے وقائع کے متعلق لکھا ہے۔

فیہا اقامت الشیعۃ عاشورا باللطم والعویل || اس سنہ میں شیعوں نے عاشورہ قائم کیا رونے اور ماتم کرنے کیلئے شاید آپ کا یہ خیال ہوگا کہ یہ بات صرف شیعہ حضرات سے مخصوص ہی لیکن میں آپ پر ثابت کرونگا کہ جو حضرات اہلسنت محبان اہلبیتؑ ہیں وہ بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں چنانچہ ملا عبد الجلیل صاحب رازی کتاب نقض الفضائح میں ارقام فرماتے ہیں۔

خواجہ سنی دریں فصل و دیگر مواضع بر طریق تشنیع یاد کردہ است کہ ایں طائفہ روز عاشور اظہار جزع و فزع کنند و رسم تعزیہ را اقامت کنند و مصیبت شہدائے کربلا تازہ کنند و بر منبر ہا قصہ شہادت خوانند و علماء سر برہنہ نمایند و عوام جامہ چاک کنند	خواجہ نے اس فصل اور دیگر مقام پر طعن و تشنیع کی ہی کہ یہ گروہ روز عاشورہ جزع و فزع کو ظاہر کرتا ہے اور رسم تعزیت کو قائم کرتا ہی اور مصیبت شہدائے کربلا کو تازہ کرتا ہی اور منبر و منبر قصہ شہادت کو پڑھتے ہیں علماء سر برہنہ کرتے ہیں اور عوام کپڑے پھاڑتے ہیں

وزنان روئے خراشند و مو کنند و این معنی را بہ تہمت
و بدعت منسوب کردہ نا مرضی دانستہ از غایت بغض آل
رسول و از فرط عداوت اولاد بتول است جوابش آنکہ
اولاً معلوم جہانیان است کہ بزرگان و معتبران
اصحاب ابو حنیفہ و شافعی و علماء و فقہا و طوائف ہم
خلفاً عن سلف این سنت را رعایت کردہ اند و این
طریقہ نگاہداشتہ اند اولاً خود شافعی کہ اصل مذہب
بدوست در مصیبت امام حسینؑ و شہدائے کربلا مرثیہ
ہا بسیار گفتہ و از اصحاب ابو حنیفہ و شافعی مراثی شہدا
کربلا بنہایت و بیشمار است ۔ پس اگر مراد تشنیع از
جہت مرثیہ گفتن ہست بر ابو حنیفہ و صحابہ ایشان
نیز ہست آنکہ چون فردوترائی
خواجہ منصور بادشاہ صفہان در مذہب اہل سنت
در عہد خود مقتدا بودہ است ہر سال در روز
عاشورا باشوب و نوحہ و غریو تعزیت سید الشہدا
داشتہ و ہر کہ در انجا رسیدہ دیدہ و دانستہ باشد
و در بغداد کہ مدینۃ الاسلام و جائے قرار خلفائے
عباسیان ہست خواجہ علی غزنوی حنفی این تعزیہ
چنگ نہ داشتے تا بحدیکہ روز عاشورہ در لعنت
سفیانیان مبالغہ میکرد ۔ سائلے برخاست و گفت معاویہ
را گوئی باواز بلند گفت اے مسلمانان این کس

وغیرہ تین منہ پیٹتی اور بال نوچتی ہیں اور اس بات کو بدعت
کیطرف منسوب کیا ہے یہ بغض آل رسولؐ کا سبب ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ دنیا کو معلوم ہے کہ بزرگ اور معتبر اصحاب ابو
حنیفہ و شافعی و علماء و فقہا و طوائف امم سلف سے خلف
تک اس طریقہ کی رعایت کرتے آئے ہیں اولاً خود شافعی نے
جو اصل مذہب ہیں مصیبت حسینؑ و شہدائے کربلا میں بہت
سے مرثیے کہے ہیں اور اصحاب ابو حنیفہ اور شافعی نے بھی بہت
سے مرثیے شہدائے کربلا کے متعلق کہے ہیں پس اگر تشنیع کی
طعن مرثیہ کہنا ہے تو یہ اصحاب ابو حنیفہ اور خود ابو حنیفہ
پر بھی ہے اسکے بعد خواجہ منصور بادشاہ صفہان جو اپنے
زمانہ میں مذہب اہلبیتؑ کا مقتدا ہوا ہے ہر سال
روز عاشورہ فریاد و نوحہ کرتا اور مراسم تعزیت بجا
لاتا تھا اور یہ بات اس حد تک پہونچی ہو وہ ضرور
دیدہ و دانستہ ہوگی نہ کہ سہواً یا اتفاقیہ اور بغداد
میں جو خلفائے عباسیہ کا خاص مقام ہے خواجہ علی
غزنوی حنفی نے تعزیہ داری کو اس حد تک رواج
دیا کہ سفیانیوں پر لعنت کرتا تھا ایک سائل نے
اٹھکر کہا تم ایسا معاویہ کے بارے میں کہتے ہو اسنے
باواز بلند کہا کہ اے مسلمانوں اس شخص کو علی سے
پوچھنا چاہیے کہ معاویہ کے بارے میں آپ کیا کہتے
ہیں آخر وہ جانتا ہے کہ علی کیا کہیں گے ۔

از علی بہ پرسد کہ معاویہ را چہ گوئی آخر داند کہ علی حادثہ دیدۂ او بود
و امیر عبادی کہ علامہ روزگار و خواجہ معنی و سلطان
سخن بود او را در حضور خلیفہ عباسی المقتفی لامر اللہ
پرسیدند کہ فردا عاشورہ است۔ چہ گوئی در حق معاویہ
جواب نداد۔ تا سائل سہ بار ایں سوال تکرار کرد۔ در
جواب بار سوم گفت ای خواجہ سوال مبہم می پرسی نمیدانم
کدام معاویہ را میگوئی آں معاویہ کہ پدرش دندان
مصطفےٰ را بشکست و مادرش جگر حمزہ خائید و او دست
و چند بار و بقولے نو بار تیغ بروے علیؑ کشید و پسرش
سر حسینؑ برید۔ اے مسلمانان شما ایں معاویہ را چہ
میگوئید۔ تمامی مردم کہ در حضرت خلافت حاضر بودند
از حنفی و شافعی و سنّی و شیعی زبان بہ نفرین و لعنت
کشودند۔ و تعزیت امام حسینؑ با نوحہ و فریاد در ہر موسم
عاشورہ بہ بغداد تازہ باشد اما ہمدان اگرچہ فرقہ
شیعہ غلبہ دارند لیکن برائے حضور رایت سلطان
و لشکر ترکان ہر سال مجد الدین مذکور ہمدانی در
موسم عاشورہ ایں تعزیت بصفتے دارد کہ تماشا را
عجب آید و خواجہ امام نجم الدین ابو المعالی ابن
ابی القاسم رازی نیشاپوری با آنکہ حنفی المذہب
بود۔ ایں تعزیہ را بغایت کمال داشتے و دستار
از سر بہ گرفتے و بر انگندے و نوحہ کردی

اور امیر عبادی کہ علامہ روزگار اور خواجہ معنی اور سلطان
سخن تھے اس سے خلیفہ عباسی المقتفی لامر اللہ کے سامنے
پوچھا کہ کل روز عاشورہ ہے آپ حق معاویہ میں کیا کہتے
ہیں اُسنے کوئی جواب نہ دیا جب تین بار سائل نے یہ سوال
کیا تو اُسنے کہا کہ ای خواجہ آپکا سوال مبہم ہے میں نہیں
جانتا آپ کس معاویہ کے متعلق پوچھتے ہیں آیا اُس معاویہ
کے متعلق جسکے باپنے دندان رسولؐ شکستہ کیے جسکی ماں
نے حضرت حمزہ کا جگر چابا جسنے خود بنفس اور چند بار
اور بقولے نوے بار حضرت علیؑ پر تیغ کشی کی اور جسکے
بیٹے نے علیؑ کے فرزند حسینؑ کا سر کاٹا ای مسلمانوں تم
اس معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ سب لوگ جو اس
وقت حنفی و شافعی و سنّی و شیعی حاضر تھے اُنھوں نے
نفرین کی اور تعزیت امام حسینؑ با نوحہ و فریاد ہر سال
عاشورہ میں بغداد میں تازہ ہوتی ہے لیکن ہمدان
میں اگرچہ فرقہ شیعہ کو غلبہ ہے لیکن واسطے حاضر ہونے رایت
سلطان اور لشکر ترکان کے ہر سال مجد الدین مذکور
ہمدانی موسم عاشورہ اس تعزیت کو اسطرح کرتا ہے کہ
لوگوں کو تعجب ہوتا ہے اور خواجہ امام نجم الدین ابو
المعالی ابن ابو القاسم رازی نیشاپوری باوجودیکہ
حنفی المذہب تھا اس تعزیہ کو نہایت کمال سے انجام

وخاک پاشیدے و فریاد از حد بیروں کردے
و بہ رے کہ از امہات بلاد عالم ست معلوم ست
و شیخ ابوالفتوح نصرآبادی و خواجہ محمود حوادی
حنفی و غیر ایشاں در کاروان سرائے کوشک و
مساجد ترک روز عاشورہ رلیچہ کردہ اند از ذکر کربت
و غربت اہلبیتؑ و لعنت بر ظالمان و دریں روزگار
آنچہ ہر سال خواجہ امام اشرف الائمہ ابونصر در ہر عاشورہ
بجھد بہ امرا و ترکان و خواجگان و حضور حنفیان
کند و ہمہ موافقت نمایند و یاری کنند و ایں قصہ
خود بوجہے گوید کہ دیگراں نداند و تیار نہ گفتن - و
خواجہ ابو منصور کہ در اصحاب معتبر و مقدم است
بر وقت حضور روے بہ رے دیدند کہ بر روز عاشورہ
ایں قصہ را بر چہ طریق گفت و معاویہ را باغی خواند
و خواجہ و قاضی عدہ سنائی کہ صاحب سخن معروف است
در جامع مسجد طغرل با حضور بیست ہزار مردم ایں قصہ
بنوعے گفت و ایں تعزیہ بصفتے داشت از سر برہنہ کردن
و جامہ دریدن کہ مانند ایں نکردہ بودند و خواجہ
تاج الشعرا حنفی نیشاپوری روز عاشورہ بعد از نماز
در جامع مسجد عتیق دیدند کہ چہ مبالغہ کرد در سنہ
خمسین و خمسمائہ باجازہ قاضی بحضور امرا
و کبرا و مصنف کتاب مجلس شہاب مشاطہ رفتہ کہ او ہر سال

دیتا تھا اور اپنی دستار کو سر سے پھینکدیتا تھا اور نوحہ
کرتا اور خاک ڈالتا اور فریاد حد سے زیادہ کرتا تھا
اور رے میں جو امہات بلاد عالم سے ہے سبکو معلوم
ہے کہ شیخ ابوالفتوح نصرآبادی اور خواجہ محمود حنفی
وغیرہ نے کاروان سرائے کوشک اور مساجد ترک میں
روز عاشورہ کیا کیا ہے متعلق ذکر کربت و غربت اہلبیتؑ
اور ظالموں پر لعنت کرتے تھے اور اس زمانہ میں جو کچھ
ہر سال خواجہ امام اشرف الائمہ ابونصر ہر عاشورہ کو
امیروں اور ترکوں اور خواجوں اور حنفیوں کے سامنے کرتے
ہیں سب لوگ موافقت کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اور
یہ قصہ وہ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ دوسرے ایسا نہیں
کرسکتے اور خواجہ ابو منصور نے رے میں اگر روز عاشورہ
اس واقعہ کو کسطرح بیان کیا۔ معاویہ کو باغی بتایا
اور خواجہ سنائی نے جامع مسجد طغرل میں بیس ہزار
آدمیوں کے سامنے اس قصہ کو اسطرح بیان کیا اور
سر برہنہ کرکے اور جامہ دری کرکے اسطرح تعزیت کی
کہ اسکی مانند اب تک نہ کی تھی اور خواجہ تاج الشعرا
حنفی نیشاپوری کو روز عاشورہ بعد نماز جامع مسجد
عتیق میں دیکھا کہ کتنا مبالغہ کیا۔ سنہ ۵۵۵ھ
میں قاضی کی اجازت سے تمام امراء و کبراء کے سامنے
اور مصنف کتاب مشاطہ کی مجلس میں گیا۔ کہ وہ

که محرم در آید ابتدا کنند بمقتل عثمان و علیؑ و در عاشوره
بمقتل حسینؑ علیؑ آورد در تا سال هزار بحضور امیران
خاتونان امیر جمل این قصه بوجهے گفت که سی مردم
جامه چاک کردند و خاک باشیدند و عالم سر برهنه
کردند و زار بها کردند اگر این علما و قضات این
سنی ـ تقیه کنند از بیم ترکاں و خوف سلطان
پس رافقت رافضیان باشد و اگر باعتقاد
می کنند خلاف ایشان خواجه را نقصان باشد
و اگر همه حنفیان و شافعیان و شیعیان اهلبیتؑ
را متابعت کنند پس پندارم که خواجه ازیں هر سه
مذهب بیزار است نه از مذهب شیعه فقط و تعزیت
حسینؑ بن علیؑ داشتن متابعت قول خدا است
چنانچه فرموده قل لا اسئلکم علیه اجرا
الا المودة فی القربیٰ و موافق قول مصطفیٰ
است چنانچه گفت من بکے علے الحسینؑ
او بتا کے وجبت له الجنة
تا که گوینده و شنونده در رحمت خدائے تعالےٰ
باشد و منکرش نباشد مگر منافق۔

ہر سال جب محرم آتا ہی ابتدا کرتی ہی مقتل عثمان و علیؑ سے
اور روز عاشورہ بمقتل حسینؑ ابن علیؑ بیان کرتی ہے
سنہ میں اُسنے امیروں اور خاتونوں کے سامنے یہ واقعہ
اسطرح بیان کیا کہ تیس۳۰ آدمیوں نے کپڑے پھاڑ دالے
اور خاک اڑائی اور عالموں نے سر برہنہ کیا اور زاری
کی پس اگر علماء و قضاۃ اس تعزیہ داری کو تقیہ
کرتے ہیں تو اسمیں رافضیوں کی موافقت ہی اور اگر
اعتقاد سے کرتے ہیں تو اُن کے خلاف میں خواجہ کا
نقصان ہی اور اگر تمام حنفی و شافعی و شیعہ اہلبیتؑ
کی متابعت کرتے ہیں پس میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ ان
تینوں مذہب سے بیزار ہے نہ صرف مذہب شیعہ سے
اور تعزیہ حسینؑ کرنا قول خدا کی متابعت ہی جیسا
کہ فرمایا ہی کہدو اے رسولؐ کہ میں تم سے کچھ اُجرت
رسالت نہیں مانگتا مگر اپنے ذوی القربیٰ کی دوستی
اور موافقت قول رسولِ خدا بھی ہے جیسا کہ فرمایا جو
شخص حسینؑ پر روئے یا رونے والوں کی صورت بنائے
جنت اسپر واجب ہی تاکہ بیان کرنے اور سننے والا
رحمت خدا میں ہو اور اُسکا منکر نہیں ہی مگر منافق

پس معلوم ہوا کہ عزائے حسینؑ صرف ہندوستان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ یہ ایک ایسا غم ہی کہ ہر ہر ملک میں اسکا اثر پایا جاتا ہے اور ہر مقام کے لوگ اپنے اپنے طریقہ پر انجام دیتے ہیں اگر عوام جہال اس سلسلہ میں ایسے اُمور بجا لائیں جو خلاف شرع ہوں تو وہ عند العقل مستحسن نہیں۔ ان سے اجتناب کرنا ہر مومن

دیندار کا فرض ہے ایسے اُمور کا بجالانا صرف ہندوستان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ اور ملکوں میں بھی ہوتا ہے چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

لیس ما یاتی بہ العوام فی عشرۃ محرم الحرام	عشرہ محرم میں عوام ایسے اُمور بھی کرتے ہیں جن سے
لما یرضی بہ علماء الکرام و صلحاء الانام	علمار کرام صلحار انام راضی نہیں اور یہ باتیں بلادِ شیعہ
و انما یختص ببلاد الشیعۃ بل ھو	ہی سے مخصوص نہیں بلکہ اُن کی عادت عام طور پر
مما جرت بہ عادۃ سائر علوم الدھر	لوگوں میں پائی جاتی ہے حتیٰ کہ اہل رُوم اور
حتی اھل الروم وما وراء النھر	اہل ماوراء النہر بھی ان اُمور کو بجالاتے ہیں

مولانا روم اپنی مثنوی کی جلد ششم میں تحریر فرماتے ہیں۔

روزِ عاشورا ہمہ اہل حلب	بابِ انطاکیہ اندر تا بہ شب
گرد آید مرد و زن جمعے عظیم	ماتم آن خانداں دارد مقیم
نالہ و نوحہ کنند اندر بکا	صبح عاشورا برائے کربلا
شمر ندان ظلم ہا و امتحاں	کز یزید و شمر دیداں خانداں
از غریو و نالہ ہا دستہ گذشت	بر ہمہ کردند در صحرا و دشت
یک غریبے شاعرے از رہ رسید	روزِ عاشورا و آں افغاں شنید
پرس پرساں می شد اندر افتقاد	چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
آں یکے گفتہ کہ ہے دیوانہ	تو نہ شیعہ عدو خانہ
روزِ عاشورا نمیدانی کہ ہست	یا ہمی خوانی زفرانے کہ ہست
پیش مومن کے بود ایں غصہ خوار	قدرِ عشق گوش عشق گوشوار
پیش مومن ماتم آں پاک روح	شہرہ باشد زصد طوفان نوح

کریم۔ مرحبا میرے پیارے محسن مرحبا آپ نے میرے شکوک کو نہایت خوبی سے رفع کر دیا ادھر ہو آج تو بہت وقت گذر گیا میں نے تو سارا دن یہیں ختم کر دیا ذرا دیکھنا گھڑی میں کیا بجا ہے۔

محسن:۔ سوا تین بجے ہیں۔
کریم۔ تو یوں کہو کہ میں نے سوا پانچ گھنٹے آج آپ کے پاس صرف کیئے اچھا اب تخفیف تصدیعہ۔
محسن۔ اب پھر کب آؤ گے۔ بھئی اگر کچھ اور شکوک ہوں تو وہ بھی صاف کر لینے چاہئیں میں چاہتا ہوں کہ آپ اور میں ہم خیال ہو کر دنیا میں رہیں۔
کریم انشاء اللہ کل پھر دس بجے کھانا کھاتے ہی آموجود ہونگا آج رات کو پھر اس مسئلہ پر غور کرونگا اور جو نئے اعتراضات ذہن میں آئینگے انکو کل بیان کرونگا میری طبیعت آج کی بحث سے بہت ہی خوش ہوئی۔
محسن۔ آپ کا شکریہ۔

تیسری ۳ صحبت

کریم۔ السلام علیکم۔
محسن۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آیئے۔ تشریف لایئے۔ کہیئے رات کیا کیا سوچا۔
کریم۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ہندوستان میں تعزیہ داری کا رواج کب سے ہوا اور کسنے اسکو جاری کیا
محسن۔ کتاب کیفیت شاہان ہند میں مرقوم ہے کہ جب امیر تیمور نے بلخ بخارا اور سمرقند وغیرہ کو فتح کیا تو اُسی زمانہ میں کوفہ پہونچا اور وہاں سے کربلائے معلی پہونچکر روضۂ امام حسینؑ پر باریاب ہوا۔ ایک دن ہاتف غیبی نے ندا دی کہ تم حضرت حُرؑ علیہ السلام کے روضہ پر جاکر تبرک لیلو حسب الحکم امیر وہاں گیا۔ تو ایک نشان اور ایک رومال اُسکو عنایت ہوا۔ اور خواب میں بشارت ہوئی کہ ہندوستان جاؤ اور وہاں محرم کا چاند دیکھکر یہ علم کھڑا کرو اور دسویں محرم کو ہر سال فاتحہ دلاؤ ہندوستان کی فتح تمکو بخشی گئی۔ امیر وہاں سے رخصت ہو کر ہندوستان آیا اور فتح کرکے تخت دہلی پر جلوس فرما ہوا پس اُسوقت سے تعزیہ کا رواج ہوا
کریم۔ جب حضرت رسولخدا کو اپنی زندگی میں شہادت حسین علیہ السلام کی خبر معلوم ہو چکی تھی تو پھر اپنی اُمّت کو کیوں نہیں حکم دیا کہ ہر سال اس طرح کی ترتبیں گنبد دار ابرک بانس وغیرہ کی بنا کر برون

کے علم بنا کر شہادت حسینؑ کا اعلان کیا کرتا۔

محسن یہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت رسولخدا کے بعد تعزیہ کا رواج ہوا ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ نے اسکے متعلق نہی نہیں فرمائی لہذا اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا حقیقت یہ ہے کہ جناب رسولخدا نے تعزیت امام حسینؑ کے متعلق جو ضروری امور تھے۔ وہ بیان بھی کر دیئے۔ اور کر کے بھی دکھا دیئے اُن کے ذکر کو اپنا ذکر اور اُنکی محبت کو اپنی محبت بتایا۔ اُنکے گوشت پوست کو اپنا گوشت فرمایا۔ اُنسے محبت کرنے کا اُمت کو حکم دیا۔ اُن کے واقعہ شہادت کو اپنی زبان سے بیان کر دیا اور اُن کے مصائب پر خود بھی رو گئے اور دوسروں کو بھی رُلا گئے جیسا کہ آئندہ روایات سے ثابت ہوگا۔ اب رہا یہ امر کہ تعزیہ کیوں خصوصیت کیساتھ مابعد زمانہ میں بنایا گیا اور صرف ذکر حسینؑ ہی پر کیوں اکتفا نہ کی گئی بظاہر اُسکی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بزرگان دین نے حسین علیہ السلام کی ذات کو ایک ایسی مظلوم ذات پایا جس سے دشمنان دین کو بعد مرگ بھی اتنی ہی عداوت رہی جتنی زندگی میں تھی عام عداوتیں کسی شخص کی زندگی تک باقی رہتی ہیں بعد مرگ وہ خیالات دشمن کے دل سے نکل جاتے ہیں لیکن حسینؑ مظلوم کی ذات سے بنی اُمیہ و بنی عباس وغیرہ قبائل کو اس شدت کی عداوت تھی کہ بعد شہادت اُنکو دفن و کفن سے بھی محروم رکھا گیا اور عام مسلمانوں کا سا بھی سلوک نہ کیا گیا۔ پس جب ایسے مظلوم شہید کی قبر بنی تو اُسکا گہرا نشان ہر محب حسینؑ کے دل میں بھی بنا چنانچہ جب دیکھنے والے اُسکو دیکھتے تھے وہ پہلی حالت یاد آجاتی تھی بہر حال یہ قبر کا نشان دوستوں کی لیے صد غنیمت تھا اگرچہ موالیان حسینؑ کا دل چاہتا تھا کہ نبی زادہ کی قبر پر ایک مقبرہ بنایا جائے تاکہ زائرین کو دور سے اسکا پتہ چل جایا کرے لیکن بنی اُمیہ کے ظلم و ستم کی ایسی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ کسی کو اس کام کی جرأت نہ ہوئی اور ایک عرصہ تک اُس شہید و بیکس کی قبر اطہر معمولی قبروں کی طرح پڑی رہی تا اینکہ زمانہ نے اپنی عادت کے موافق ایک نیا دور دکھایا یعنی خلافت بنی اُمیہ و بنی مروان سے نکل کر بنی عباس میں پہونچی اس خاندان کے مشہور دشمن اہلبیتؑ خلیفہ متوکل نے اس بات کو بھی گوارا نہ کیا کہ فرزند رسولؐ کی قبر کا ہلکا سا نشان بھی زمین پر پایا جائے۔ پس اُس نے

حکم دیدیا کہ قبر حسینؑ پر ہل چلا دیا جائے تاکہ وہ بالکل زمین کے برابر ہو جائے اُسکے اس حکم نے
دوستان حسینؑ کے دلوں میں وہ گہرے زخم ڈالے جنکا اندمال نہ اب تک ہو سکا ہے نہ ہو سکنے
کی اُمید۔ غالباً اُسی وقت سے یہ خیال ہر کو خاطر ہوا کہ جہاں حسینؑ کے واقعہ شہادت اور اُن کی
مظلومی و بیکسی کا اعلان کیا جائے وہاں کوئی صورت اس اعلان کی بھی ہو کہ یہ مظلوم امام مدت
دراز تک بے کفن و دفن رہا پھر قبر بھی ملی تو معمولی طرح سے مدتوں تک رہی پھر دشمنوں نے
اُسکو بھی برباد کر دیا۔ بڑے عرصہ کے بعد وہ روضہ اقدس نصیب ہوا جسکی تصویر بصورت تعزیہ
پبلک کے سامنے پیش کی جاتی ہے بس یہ خاص وجہ تعزیہ کے بنانے کی ہوئی۔ اب رہا یہ امر کہ لکڑی
اور بانس وغیرہ کا کیوں بنایا گیا تو ایک مقبرہ کی صورت بنانے میں آسانی اسی میں دیکھی گئی کہ اُن
چیزوں سے بنایا جائے اور شاندار اس لیے بنایا گیا کہ شوکت اسلام بھی ظاہر ہو اور ایک بادشاہِ
دین و دُنیا کی شان کیلیے جیسا مقبرہ زیبا ہوتا ہے اُسکا کچھ نقشہ بھی آنکھوں میں کھنچ جائے
حقیقت یہ ہے کہ مقصود ان تمام باتوں سے اعلان واقعہ کربلا اور رونے کا سامان مہیا کرنا ہے
پس جس جگہ جیسا مناسب سمجھا گیا وہاں ویسا ہی سامان عزا رائج ہوا۔ ہندوستان میں بزرگانِ
دین نے اسی قسم کے سامان کی ضرورت سمجھی اور جسقدر اس میں کامیابی نظر آئی اُسی قدر اُسکو زیادہ
رواج ہوتا گیا۔ اسکے متعلق یہ ضروری نہیں کہ اگر رسول اللہ بھی تعزیہ نکالتے تو ہمارے لیے جائز
ہوتا رسول اللہؐ نے عزاداری کا مقصد اصلی بیان کر دیا اب جن اسباب سے وہ حاصل ہو سکے
اُن کو عمل میں لانا چاہیے۔ مثلاً رسول اللہؐ نے لباس کے متعلق یہ فرمایا کہ وہ ساتر عورتین ہو۔
سردی گرمی سے بچانے والا ہو۔ شوخ رنگ کا نہ ہو جس سے انگشت نمائی ہو۔ زیادہ چست نہ ہو۔ یا
ڈھیلا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو جس سے کبر و نخوت ٹپکے۔ پس ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے آپ جس قسم
کا لباس چاہیں پہن لیں جائز ہوگا اور کسی شخص کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہ ہوگا کہ چونکہ رسولخدا
نے شیروانی کبھی نہیں پہنی لہذا ناجائز ہے یا ویسٹ کوٹ نہیں پہنی لہذا حرام ہے یا کبھی مہری
کا پاجامہ نہیں پہنا لہذا ناجائز ہے اور کوٹ نہیں پہنا لہذا حرام ہے۔ اسی طرح جوتے کے متعلق بھی

نہیں کہا جا سکتا۔ کہ چونکہ رسول اللہ نے بوٹ یا فل بوٹ نہیں پہنا لہذا حرام ہے اسی طرح تعمیر مسجد
و دیگر مقامات متبرکہ کے متعلق کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ چونکہ رسول اللہ نے مسجد کے آگے
ٹین نہیں ڈلوایا تھا لہذا ٹین کا سائبان حرام ہے یا رسول اللہ کی مسجد کا فرش پکا نہ تھا لہذا
حرام ہے یا رسول اللہ کی مسجد میں گنبد اور مینار نہ تھے لہذا اُن کا بنوانا درست نہیں اسیطرح
طعام کے متعلق بھی یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ چونکہ رسول اللہ نے قیمہ نہیں کھایا۔ لہذا یہ حرام
ہے یا باقرخانی نہیں کھائی لہذا ناجائز ہے یا بسکٹ نہیں کھائے لہذا حرام ہے غرضکہ اسیطرح کی
ہزاروں باتیں ہمارے عمل میں ایسی ہیں کہ رسول اللہ نے انکو نہیں کیا اور ہم کرتے ہیں میں پہلے بیان
کر چکا ہوں کہ جس امر کے متعلق آنحضرت نے صراحۃ ممانعت نہیں فرمائی وہ جائز و مباح ہے خواہ حضرت
نے اُس کو کیا ہو یا نہ کیا ہو، میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ تعزیہ سبب بکا ہے اور حسین پر بکا کرنے کا رسول اللہ
نے حکم دیا ہے اور حسین کے رونیوالے کو جنت کا مستحق فرمایا ہے تو ایسی صورت میں جو امر سبب بکا ہو وہ
کیونکر ناجائز قرار پا سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو موجب ثواب فراواں ہوگا جسطرح انعقاد مجلس مولد نبی
کو علما نے مستحب قرار دیا ہے اور مجلس کرنیوالے کو مستحق ثواب فرمایا اسطرح اُنکو چاہیے کہ تعزیہ
بنانیوالے کو بھی مستحق ثواب سمجھیں ورنہ عدم استحقاق کی دلیل بیان کریں،،

کریم - اچھا آپ جو مجلسوں میں اسقدر گریہ و بکا کرتے ہیں تو کیا رسول اللہ بھی کبھی کسی میت
پر اسطرح روئے ہیں،،

محسن، بیشک رسول اللہ بھی روئے اور بکا علی المیت کو جائز بھی کیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق
صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ کے صـــ ۵۷۵ـــ پر تحریر فرماتے ہیں

چون آنحضرتؐ دید حمزہ را کشتہ شد و مثلہ کردہ شد صیحہ زد و گفت مصیبت زدہ نمی شدم من ہرگز مثل تو و نہ ایستادہ ام من ہیچ جای ایستادنی غضبناک سازندہ ترم از ینجا و منقول است از ابن مسعود کہ گفت	جب حضرت رسولخدا نے حضرت حمزہ کو کشتہ دیکھا اور مثلہ پایا تو چیخ ماری اور فرمایا کہ میں اس سے زیادہ کبھی مصیبت زدہ نہیں ہوا اور کسی جگہ نے مجھکو اس جگہ سے زیادہ غضبناک نہیں بنایا اور ابن مسعود سے منقول ہے کہ ہم نے

ندیدیم ما آنحضرت را گریہ کنندہ تر ہر گز سخت تر از گریہ
وے بر حمزہ بن عبد المطلب ایستادہ بر جنازہ وے و گریہ کرد
و بر داشت آواز تا بیہوش شد و فرمود یا حمزۃ
یا عم رسول اللہ یا اسد اللہ و اسد
رسولہ یا حمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ
یا کاشف الکربات یا ذابّ عن
وجہ رسول اللہ۔

کبھی آنحضرت کو اتنا زیادہ روتے نہیں دیکھا جتنا
حمزہ بن عبد المطلب کے جنازہ پر حضرت وہاں کھڑے ہوئے
رو رہے تھے اور آواز آپ کی بلند ہو رہی تھی یہاں
تک کہ آپ بیہوش ہو گئے پھر فرمایا اے حمزہ اے عم رسول
اے خدا اور اُسکے رسول کے شیر اے حمزہ اے نیکیوں کے
کرنیوالے اے حمزہ اے سختیوں کے کھولنے والے
اے حمزہ اے رسول اللہ سے مصیبت کے دفع کرنیوالے

اور مورخین نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ جب صفیہ خواہر حضرت حمزہ مقتل اُحد میں پہنچیں اور جناب رسولخدا نے دور سے اُن کو دیکھا تو اُن کے فرزند زبیر بن العوام سے فرمایا کہ اپنی ماں کو واپس لیجاؤ۔ تاکہ یہ اپنے بھائی کا ایسا حال نہ دیکھیں صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آخر صفیہ حضرت حمزہ کی لاش پر آئیں اور وہ اور حضرت فاطمہ رو رہی تھیں اُنکو روتا دیکھکر حضرت بھی رونے لگے۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب حضرت مدینہ کی طرف لوٹے تو لوگ حضرت کے استقبال کو آئے چنانچہ فاطمہ دختر حضرت حمزہ بھی سد راہ آکھڑی ہوئیں اور اپنے باپ کو تلاش کرنے لگیں جب کہیں نہ دیکھا اور حضرت کی سواری قریب آئی تو حضرت کے گھوڑے کی باگ تھام کر کہا کہ اے رسولخدا میرے باپ کہاں ہیں حضرت نے فرمایا تیرا باپ میں ہوں کہنے لگی یا رسول اللہ اس بات سے خون کی بو آتی ہے اور اُسکے ساتھ ہی رونا شروع کیا تمام اصحاب یہ دیکھکر رونے لگے پھر کہا یا رسول اللہ میرے باپ کی شہادت کا حال بیان فرمائیے فرمایا اے بیٹی اگر بیان کرونگا تو تو سننے کی تاب نہ لا سکے گی یہ سنکر اُس بیکس نے اور زیادہ زور سے رونا شروع کیا اس موقعہ پر ایک عجیب حکایت نقل کی ہے کہ جب حضرت مدینہ میں نازل ہوئے تو اکثر انصار کے گھر سے آواز گریہ سُنی لیکن خانہ حمزہ سے کوئی آواز نہ آئی اُسوقت آپ نے فرمایا لکن لا بواکی لہ میرے

بچا حمزہ پر کوئی رونے والا بھی نہیں) انصار نے جب یہ بات سنی تو اپنی عورتوں سے کہا کہ پہلے خانہ حمزہ میں جاکر انپر توحہ کریں پس سب عورتیں وہاں آئیں اور نصف شب تک روتی رہیں حضرت سو چکے تھے جب بیدار ہوئے تو حضرت حمزہ کے گھر سے رونے کی آواز سنی پوچھا یہ آواز کیسی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ انصار کی عورتیں آپ کے چچا حمزہ پر روتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا رضی اللہ عنکن وعن اولادکن واولاد اولادکن (خدا تم سے راضی ہو اور تمہاری اولاد سے اور اولاد کی اولاد سے) ان روایات سے چند باتیں معلوم ہوئیں اولاً آنحضرت کا لا یوا کی لہ سے رونے کی ضرورت ظاہر کرنا دوسرے رونے والوں کے لیئے اور اُن کی اولاد بلکہ اولاد کی اولاد کے لیے دُعا فرمانا تیسرے خود رونا چوتھے چیخ مارنا پانچویں حضرت کے اصحاب کا رونا پس یہ سب باتیں اسپر شاہد ہیں۔ کہ بکا علی المیّت جایز ہے لہذا جو لوگ حسینؑ کے غم میں رونے کو ناجایز خیال کرتے ہیں وہ حقیقت حال سے قطعاً بے خبر ہیں۔

علاوہ بریں اس قسم کی روایات بھی موجود ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ بعد شہادت امام مظلوم بہشت بریں سے اپنے پیارے نواسے کو رونیکے لیئے آئے چنانچہ مدارج النبوۃ کے صفحہ ۵۵۹ پر یہ روایت درج ہے۔

روایت کردہ است ترمذی از سلمی اقرہ القسار گفت در آمدم بر اُمّ سلمہ و دیدم او را کہ گریہ گفتم چہ چیز در گریہ آورد ترا یا امّ سلمہ گفت الان رسولخدا را در منام دیدم کہ بر سر و لحیہ شریف وے خاک است و مے گرید گفتم چہ شدہ است ترا یا رسول اللہ گفت حاضر شدم قتل حسینؑ را کہ واقعہ شدہ است۔

یعنی راوی کہتا ہے کہ میں اُمّ سلمہ کے پاس آیا تو اُنکو روتا ہوا پایا پوچھا کہ آپ کیوں روتی ہیں کہا ابھی میں نے رسولخدا کو خواب میں دیکھا کہ اُن کے سر اور داڑھی پر خاک ہی اور رو رہے ہیں میں نے پوچھا کہ اے رسول اللہ یہ آپ کو کیا ہوا فرمایا کہ میرا حسینؑ قتل ہو گیا اور میں وہاں موجود تھا پس اس صورت میں حسینؑ پر رونا اُمت کے لیے یقیناً رسولؐ کی تاسی ہے۔

علاوہ بریں صحابہ کرام کی بھی یہ عادت تھی کہ جب آنحضرت صلعم کو یاد کرتے تھے تو رویا کرتے تھے چنانچہ رسالہ غایۃ الکرام کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے۔

قال القاضی ابو الفضل العیاض فی فصل الخطاب صحابہ چوں یاد پیغمبر می کردند خاضع خاشع می شدند و پوست بر تن ایشاں می برخاست و گریہ می کردند

قاضی ابو الفضل العیاض نے فصل الخطاب میں فرمایا ہے کہ جب صحابہ حضرت پیغمبر کو یاد کرتے تھے تو نہایت خضوع خشوع کرتے تھے بال انکے بدن پر کھڑے ہو جاتے تھے اور روتے تھے

پھر مدارج النبوۃ کے صفحہ ۵۱۰ پر ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا چوں ایں شنید بگریست آنحضرت فرمود اے دختر من گریہ مکن کہ جملہ عرش بر بکاء تو گریہ می کنند و بدست مبارک اشک از چہرہ فاطمہ رض پاک کرد و دلداریہا و بشارتہا داد۔ و در بعضے روایات حدیث خبر موت آنحضرت و گریہ فاطمہ و تسلیہ آنحضرت او را کہ تو پیشتر لاحق میشوی بمن و تو سیدہ نساء جنت خواہی بود دریں وقت آمدہ و گفت یا رخدایا بر او در مفارقت من صبرے کرامت فرمائی فاطمہ گفت واکرباہ فرمود آنحضرت نیست ہیچ کرب و اندوہ بر پدر تو بعد از امروز یعنی کرب و اندوہ بہ سبب شدت الم و صعوبت وجع بود بواسطہ علاقہ جسمانی و تعلقات بدنی کہ لازمہ بشریت است می باشد آنگاہ با فاطمہ فرمود کہ پسران خود را پیش آر پس فاطمہ حسن و حسین علیہم التحیۃ و الرضوان

حضرت فاطمہ نے جب یہ سنا تو رونے لگیں حضرت نے فرمایا اے دختر رومت کہ تمام عرش تیرے رونے سے روتا ہے اور اپنے دست مبارک سے اشک چہرہ فاطمہ سے صاف کیے اور دلداری کی اور بشارت دی اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت کی خبر موت اور فاطمہ کا رونا اور حضرت کا انکو تسلی دینا کہ تو سب سے پہلے مجھے لاحق ہو گی اور تو سردار نساء جنت ہو گی اسی وقت میں ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ خدایا میری مفارقت میں اسے صبر دے فاطمہ نے کہا واکرباہ حضرت نے فرمایا تمہارے باپ پر آج کے بعد کوئی کرب و اندوہ نہ ہوگا یعنی کرب و اندوہ بہ سبب شدت الم اور صعوبت وجع اور بہ سبب علاقہ جسمانی و تعلقات بدنی کے ہوا کرتا ہے جو لازم بشریت ہے تب فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ فاطمہ حسن اور حسین کو لائیں جب

راپش آنحضرت آوردچوں اوراین حال دیدند
گریہ آغاز نہادند۔ وچناں گریہ وزاری کردند کہ
از گریہ ایشان ہر کہ از خانہ بود بگریست آنحضرت
صلعم ایشان رابوسید۔ ودرباب تعظیم واحترام ومحبت
ایشان صحابہ وتمامہ امت راوصیہ فرمود ودرروایتے
آمدہ کہ اہانکہ بردر حجرہ بودند نیز گریستند چوں
آواز گریہ ایشان بگوش مبارک رسید آنحضرت
علیہ السلام نیز بگریست ام سلمہ گفت یارسول اللہ
گناہان گذشتہ وآیندہ تو مغفور گشتہ موجب گریہ
چیست گفت گریہ من برائے رحم وشفقت برامت
است کہ آیا بعد از من حال ایشان تا کجا خواہد
رسید"

انھوں نے ناناکا یہ حال دیکھا تو رونے لگے، اور ایسے
روئے کہ انکے رونے سے جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی رونے
لگے حضرت نے ان کو پیار کیا اور انکی تعظیم واحترام
ومحبت کے بارہ میں صحابہ اور تمام امت
کو وصیت فرمائی اور ایک روایت میں ہے کہ جو
لوگ دروازہ پر تھے وہ بھی روئے جب انکی
آواز گوش مبارک آنحضرت میں پہونچی تو آپ
بھی روئے، ام سلمہ نے کہا یارسول اللہ آپکے
گذشتہ وآیندہ گناہ تو بخشدئے گئے پھر آپ کیوں
روتے ہیں۔ فرمایا امت پر رحم وشفقت کی
وجہ سے کہ بعد میرے ان کا کیا حال
ہوگا"

پس بھائی کریم اب تم ہی خیال کرو کہ ایسی صورت میں حسینؑ پر رونا کیوں حرام ہوگا اور جب رونا ثابت ہوگیا اور باعث اجر وثواب ہوا تو تعزیہ اس کا ایک سبب قرار پایا۔ لہذا اسکو بھی ناجائز نہ ہونا چاہئے کیونکہ جو امر جواز کی طرف لیجائے وہ بھی جائز ہوتا ہے آپ کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ چونکہ رسول اللہ نے کہیں تعزیہ بنانے کی متعلق نہیں فرمایا۔ لہذا اسکا بنانا درست نہیں۔ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ محفل میلاد نبوی کا رواج زمانہ آنحضرت میں نہ تھا۔ اور نہ کہیں حضرت نے اس کا حکم دیا ہے۔ پس ایسی صورت میں آپ ہی فرمائے ان کا جواز کیونکر ہوگا۔ جو آپکا جواب ہوگا۔ پس وہی ہمارا ہی جواب سمجھئے"

کریم۔ اچھا میں نے یہ مانا کہ تعزیہ بنانا اور حسینؑ پر رونا دونوں باتیں جائز ہیں لیکن انکے سلسلہ میں جو رسوم خلاف شرع کی جاتی ہیں ان کا انسداد تو ضروری ہے کیونکہ امام علیہ السلام نے یزید کی

بیعت اسی وجہ سے تو نہ کی تھی کہ وہ مردود بدعت و خلاف شرع کام کرتا تھا۔

محسن۔ بیشک جو رسوم جہاں کہیں خلاف شرع ہوں اُنکو ضرور روکنا چاہئیے میں اس بارہ میں آپکا ہم خیال ہوں۔ لیکن یہ جو آپ نے فرمایا۔ کہ امام نے صرف اسلئے بیعت یزید نہ کی۔ کہ وہ مردود بدعت کرتا۔ اور خلاف شرع امور عمل میں لاتا تھا۔ تو اس کے متعلق مجھکو انکار اور کہنا ہے کہ حسین علیہ السلام کا انکار بیعت نہ صرف فسق و بدعت یزید کی بنا پر تھا۔ بلکہ اسکا سب سے قوی سبب اول تو اس شقی کا کفر و نفاق تھا جس کا زہریلا اثر اسکی ذات سے بڑھ کر تمام قالب اسلام میں سرایت کر جانیوالا تھا چنانچہ شارح مقاصد شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں "

فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ	ہم کو نہ صرف اسکی شان میں توقف ہے بلکہ اُس کے ایمان میں بھی خدا کی لعنت ہو۔ اُس پر اور اُسکے انصار و اعوان پر

دوسرے حضرت کا اُسکی بیعت سے انکار کرنا اور مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جانا اس وجہ سے بھی تھا کہ حضرت یہ دیکھ رہے تھے کہ تمام دُنیا کی طمع میں پھنسکر مکہ و مدینہ و شام و بصرہ و مصر وغیرہ کی بہت سے مسلمانوں نے اسکی بیعت کر لی تھی۔ اور اس کافر کو خلیفۃ الرسول کہنے لگے تھے حتی کہ بہت سے مقتدر صحابی بھی اسکے دام فریب میں پھنس گئے تھے، تیسرے حسین علیہ السلام کے مقابلہ کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ یزید کے پوشیدہ کفر کو ظاہر کر دیں تاکہ آیندہ لوگ اس کے دھوکہ میں نہ آئیں اور اس کو اپنا مقتدا سمجھ کر حلال محمدی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال نہ کریں چوتھے اس لئے کہ وہ شقی محارم الہیہ اور احکام نبویہ کی توہین پر کمر باندھے ہوئے تھا۔ اور نبوت اور وحی کو محض بنی ہاشم کا ایک شعبدہ اور کھیل خیال کرتا تھا۔ پس ایسی حالت میں وہ دائرہ اسلام سے بھی خارج تھا۔ چہ جائیکہ خلیفۃ الرسول مانا جاتا۔

کریم۔ اچھا بھئی محسن ایک بات اور سمجھاؤ۔ دُنیا کا عام قاعدہ یہ ہے کہ اپنے دوستوں کی فتح اور کامیابی لوگ دھوم دھام سے بیان کرتے ہیں۔ نہ کہ شکست و رسوائی۔ دوسرے عام لوگوں کو

کے سامنے اپنے رسول کی گھرانے کی عورتوں کا نام لینا۔ اور آپ کی ذلت و رسوائی، اسیری بیکسی کا ڈھنڈورا

رونا کسقدر شرمناک بات ہے۔ کوئی باحمیت مسلمان اسکو گوارا نہیں کر سکتا یہ تو کھلی بیحیائی ہے۔ بہتی

محسن بُرا نہ ماننا اگر کوئی بیحیا تمہاری ماں بہنوں بہو بیٹیوں کا نام لے لیکر سربازار اُنکی باتیں بیان کرے

یا اُنکی مصیبتوں اور پریشانیوں کی داستان سُنائے تو کیا تم اس بات کو پسند کرو گے اور تم کو شرم

نہ آئے گی "

محسن۔ میرے عزیز دوست آپ کا یہ اعتراض چند وجوہ سے غلط ہے اول یہ کہ اولیا، انبیا، اور

دیگر گذشتگان کا تذکرہ کلام اللہ و احادیث و تفاسیر و کتب تواریخ اہل اسلام میں موجود ہے

اور آجتک کسی مسلمان ذیعقل نے حضرت انبیا کے ذکر مصائب کو اُنکی شان کے خلاف نہیں سمجھا اگر

مصائب کا بالاعلان ذکر کرنا حضرات انبیا کی ذلت و رسوائی کا سبب ہوتا تو پروردگار عالم

ہرگز قرآن میں اُن کے مصائب و آلام کا تذکرہ نہ فرماتا۔ دوسرے قرآنمجید کی تفاسیر میں ازواج

انبیا علیہم السلام کا نام مذکور ہے۔ اور قرآن میں حضرت مریم اور جناب عیسیٰ کا نام موجود ہے

یہاں تک ذکر تہمت زنا تک ان معصومہ کے متعلق پایا جاتا ہے، اور واعظین برملا ہزاروں

آدمیوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ہزاروں جلدیں تفاسیر کی چھپ چھپ کر دشمن و دوست

سب کے ہاتھوں میں پہونچ رہی ہیں لیکن کوئی اسکو موجب شرم اور بیحیائی نہیں جانتا۔ تیسرے

کلام باری عز اسمہ میں زلیخا کا حضرت یوسف سے خواستگاری زنا کرنا بھی مذکور ہے۔ باوجودیکہ

زلیخا کو اس کے بعد شرف زوجیت حضرت یوسف حاصل ہوا۔ پس اگر کوئی شخص کسی کی بی بی

کے متعلق اسکی سابقہ بداطواری کا ذکر اپنی کسی کتاب میں کر دے تو یقیناً یہ اُسکی گرانی طبع کا

باعث ہوگا لیکن جناب باری عز اسمہ اور تمام مفسرین اس امر کو حضرت یوسف کے متعلق

روا رکھتے ہیں پس اسکا کیا جواب ہے۔ میرے عزیز دوست اخاصان خدا کا قیاس عام

لوگوں پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خاصانِ خدا کے حق میں واقعی حال بیان کر دینا کوئی خرابی

پیدا نہیں کرتا بلکہ اُسکے اخفا میں بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ

خاصان خدا کے مصائب بیان کرنے سے اُن کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اُن ہتیاروں اور ظالموں کی توہین ہوتی ہے جنکے ہاتھوں سے یہ ظلم اُنپر ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں آپ کا یہ اعتراض صرف شیعہ حضرات ہی پر نہونا چاہیئے بلکہ اہلسنت پر بھی ہونا چاہیئے کیونکہ ان حضرات نے بھی تمام واقعات کربلا من اولہ الی آخرہ از روانگی مدینہ تا اسیری اہلبیتؑ و معاودت مدینہ نہایت تشریح و تفصیل سے درج فرمائے ہیں اور مخدرات عصمت و طہارت کے اسمائے مقدسہ کو بھی ذکر فرمایا ہے اور اُنکی کتابیں آج دوست و دشمن سب کے ہاتھوں میں ہیں پس اگر یہ بات قابل شرم اور رسوائی تھی تو اُن حضرات نے ایسا کیوں کیا اور اس اعلان کو کیوں روا رکھا پس جو جواب اس بارے میں آپ کا ہے وہی ہمارا ہے بھائی صاحب اس قسم کے اعتراضات ہمارے وہابی صاحبان کو سوجھا کرتے ہیں جنکے پیشوا و مقتدا عبدالوہاب صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کی قبر مبارک کو صنم اکبر کا لقب بخشا ہے اور ایسی بے ادبی اور گستاخی کو آنحضرت کی شان میں روا رکھا ہے ان کے تابعین جب ایسے الفاظ سے توہین رسولؐ خیال نہیں کرتے تو واقعات کربلا کے بیان سے کیوں توہین کا وسوسہ دل میں پیدا کرتے ہیں۔ داد داد انصاف انصاف۔

کریم۔ اچھا اگر تعزیہ داری سے امام علیہ السلام پر رونا ہی مقصود ہے تو اسکی کیا ضرورت کہ دہوم دہام سے مجلسیں کیجائیں امام باڑہ سجائے جائیں۔ ہزاروں کا مجمع کیا جائے، اور ایک کی دیکھا دیکھی دوسرا روئے، اور پھر شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے۔ اگر امام سے محبت ہی تو گھر میں تنہا بیٹھ کر بھی رو سکتے ہیں۔

محسن۔ بھئی کریم یہ تم نے تو عجیب کچھ بے تک بات کہی کون اسبات کو نہیں جانتا کہ جو کام ایک جماعت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ فرداً فرداً کرنے سے کہیں زیادہ موثر اور پر رونق ہوا کرتا ہے اور لوگوں کے دلونمیں شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تمہارے نزدیک فرداً فرداً ہی ہر ایک کام اچھا ہے تو آج ہی سے نماز جماعت سے بھی دست کش ہو جاؤ۔ اور تنہا اپنے گھر میں بیٹھ کر پڑھ لیا کرو۔ کیا تم کو

نہیں معلوم کہ نماز جماعت کا ثواب اس لئے زیادہ رکھا گیا ہے کہ اس سے شوکت اسلام بھی ظاہر ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں شوق عبادت بھی پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ بریں چند آدمیوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے ایک حال بھی دوسرے کو معلوم ہوتا رہتا ہے اب میں مجالس کے فضائل کے متعلق چند حدیثیں آپ سے بیان کرتا ہوں کتاب اخبار الاحزان میں مسطور ہے۔

صاحب قرب الاسناد عن الازدی عن ابی عبد اللہ قال قال للفضیل اتجلسون وتحدثون قال نعم فداک قال ان تلک المجالس احب الی فاحیو امرنا یا فضیل فرحم اللہ من احیا امرنا یا فضیل من ذکرنا او ذکرنا عنده فخرج من عینیه مثل جناحی الذباب غفر اللہ ذنوبه ولو کانت اکثر من زبد البحر

فرمایا حضرت ابو عبد اللہ نے اے فضیل کیا تم مجلسیں کرتے ہو اور ہمارا ذکر کرتے ہو کہا ہاں میں آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا یہ مجلسیں مجھے زیادہ محبوب ہیں پس اے فضیل تم بھی ہمارے امر کو زندہ رکھو اے فضیل خدا رحم کرے اس شخص پر جو ہمارے ذکر کو زندہ رکھے جو شخص ہمارا ذکر کرے یا اسکے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اسکی آنکھ سے مثل پر مگس کے آنسو کا قطرہ نکل آئے تو خدا اسکے گناہ بخشدیگا اگرچہ مثل کف دریا ہوں۔

تنبیہ الغافلین ابو اللیث محدث اور فقیہ سمرقندی میں یہ حدیث منقول ہے۔

روی عن ابی ھریرۃ وعن ابو سعید الخدری رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تعالیٰ ینادون فیقولون ھلموا الی بغیتکم فیجیئون و یحفون بھم فاذا صعدوا الی السماء یقول اللہ تعالیٰ علی ای شئ ترکتم عبادی بماذا یصنعون وھو

راوی کہتا ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ خدا کے کچھ ملائکہ زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں پس جب وہ کسی قوم کو ایک جگہ ذکر خدا کرتا ہوا پاتے ہیں تو انکو پکار کر کہتے ہیں آؤ اپنی خواہشوں کو لو پھر وہ فرشتے محفل میں آتے ہیں اور انکے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہیں پس جب وہ آسمان پر جاتے ہیں تو خدا ان سے پوچھتا ہے کہ کس حالت میں تم ہمارے

اعلم بهم فیقولون ترکناهم یحمدونک ویذکرونک - الخ

بندوں کو چھوڑ کر آئے ہو پس وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری حمد کرتے ہیں - اور تیرا ذکر کرتے ہیں

دوسری حدیث میں ہے -

قال النبیؐ ما جلس قوم یذکرون الله ناداهم مناد من السماء قوموا فقد بدلت سیاتکم حسنات و غفر لکم جمیعا وما قعد عدة من اهل الارض یذکرون الله تعالیٰ الا قعد معهم عدة من الملائکة

فرمایا رسولؐ نے جب کوئی قوم کہیں بیٹھکر ذکر خدا کرتی ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا دیتا ہے کہ کھڑے ہو چلو کہ تمہارے گناہ نیکیوں سے بدلے گئے اور تم سبکو بخشدیا گیا اور جتنے لوگ اہل زمین سے ذکر خدا کرتے ہیں اُتنے ہی فرشتے ان کے ساتھ آکر بیٹھتے ہیں

اب رہا عزاخانوں کا سجانا تو یہ بھی عوام کی دلچسپی اور اظہار شوکت اسلام کے لیے ہوتا ہی کیا آپ اسبات کو پسند کرتے ہیں کہ لوگ کسی ایسے مکان میں جمع ہو کر مجلس کریں جہاں خاک اڑتی ہو اندھیرا چھایا ہوا ہو حقیقت یہ ہے کہ مکان حیثیت سے مکین کی حیثیت کا پتہ چلا کرتا ہی کیونکہ امام باڑہ منسوب ہے طرف امام علیہ السلام کے لہذا اس کا ذلیل حالت میں رکھنا توہینِ امام ہے اسی امر پر نظر رکھتے ہوئے عموماً مساجد وغیرہ کو زینت دی جاتی ہے اسی بنا پر روضۂ اقدس جناب رسولخدا کو زینت دی گئی ہے -

کریم اچھا یہ تو بتاؤ یہ مجالس جو کی جاتی ہیں تو ان سے غرض حصول ثواب ہے یا کچھ اور پس اگر حصول ثواب ہے تو ہماری رائے میں بجائے مرثیہ گانے کے قرآن شریف پڑھنا چاہیے - تا کہ پڑھنے والوں کو بھی ثواب ملے اور سننے والوں کو بھی اور امام کی روح بھی خوش ہو بھلا تعزیہ بنا کر اور مرثیہ گا کر حضرت آدمؑ سے لیکر تا خاتم النبیینؐ کوئی پیغمبر بھی رویا ہے جس کی تاسی میں آپ یہ عمل کرتے ہیں اگر یہ کہو کہ قرآن شریف کو عام لوگ نہیں سمجھتے تو بھائی اسکا ترجمہ پڑھا کرو تا کہ رونا اور ہنسنا دونوں آئے -

محسن بھائی صاحب قرآن کا پڑھنا بھی باعث ثواب ہے - اور ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام

بھی خواہ نظماً ہو خواہ نثراً موجب اجر کا ہے تو اس صورت میں آپ کو اعتراض کا حق نہیں کیونکہ ایک امر کے بجالانے سے دوسرے کا ترک لازم نہیں آتا ہاں اگر ذکر حسینؑ میں ثواب نہ ملتا ہوتا تو آپ ضرور اسوقت یہ کہہ سکتے تھے کہ بجائے اسکے ایسا کام کرو جس سے ثواب حاصل ہو خدا اور رسولؐ نے بہت سے نیک اعمال قرار دیئے ہیں اور ہر ایک کے لیئے ایک محل و موقع ہے پس ایسی حالت میں یہ ضرور نہیں کہ ہر مقام پر قرآن ہی پڑھا جائے دوسرے حضرات اہلسنت نے خطبہ جمعہ میں جو بالعوض دو رکعت نماز ظہر ہے حضرات خلفائے اربعہ کے اسماء درج کیئے ہیں پس آیا وہ ان ناموں کو افضل جانتے ہیں یا قرآن کو اگر قرآن کو افضل جانتے ہیں تو پھر بجائے ان ناموں کی خطبہ میں آیات قرآنی کیوں نہیں ۴ رکھتے تیسرے یہ کہ آپ محافل میلاد میں جو ذکر ولادت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کرتے ہیں تو بجائے اسکے قرآن کیوں نہیں پڑھتے پس اس بارہ میں جو جواب آپ کا ہے وہی ہمارا ہے۔ اب رہا مرثیہ کو گا کر پڑھنے پر اعتراض تو میں پہلے آپ پر یہ ظاہر کر چکا ہوں کہ غنا مذہب امامیہ میں حرام ہے۔ جو لوگ غنا سے کام لیتے ہیں وہ برا کرتے ہیں لیکن غضب تو یہ ہے کہ آپ نے لحن اور حسن صوت کو بھی غنا ہی قرار دے لیا ہے اور اس امر پر غور نہیں کیا کہ مذہب اہلسنت میں تو قرأت قرآن میں بھی غنا کو جائز کہا گیا ہے اور اسکی تائید میں یہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن میں غنا نہ کرے) چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں یہ تحریر فرماتے ہیں،

"اختلاف کردہ اند علماء در مسئلہ تغنی بالقرآن بعضے مطلق جائز دارند یعنی اگرچہ لازم آید افراط در مد و اشباع حرکات و مانند آں و اگرچہ بقوانین موسیقی باشد و بعضے مطلق منع کنند	علماء نے مسئلہ تغنی بالقرآن میں اختلاف کیا ہے بعض مطلق جائز جانتے ہیں اگرچہ اس سے افراط مد و اشباع حرکات وغیرہ لازم آئے اور اگرچہ وہ قوانین موسیقی کے موافق ہو اور بعض مطلق منع کرتے ہیں"

پس ایسی صورت میں اگر مصائب اہلبیت کو نظم میں پڑھا جائے تو جواز کیوں نہ رہیگا۔ اب رہی یہ بات کہ

[stamp]

آدم سے لیکر خاتم الانبیاء تک کون مرثیہ گا کر دیا ہی۔ جو تم نے یہ تدبیر نکالی۔ تو میں پہلے ذکر کرچکا ہوں کہ تعزیہ بنانا ایک امر مباح ہی اور مرثیہ کہنا سنت اہلبیت کرام و صحابہ عظام ہی پس اسپر اعتراض کرنا۔ گویا ان حضرات پر اعتراض کرنا ہی۔ مرثیہ کی حسن صوت کو آپ گانے سے کیوں تعبیر کرتے ہیں جسطرح مغنی بالقرآن سے آپ حسن صوت مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح مرثیہ میں بھی حُسن صوت ہے۔ نہ کہ غنا۔ اگر مغنی بالقرآن قواعد موسیقی سے خارج نہیں تو پھر مرثیہ کے اوپر کیوں اعتراض ہے۔ برادر عزیز پہلے ان حفاظ پر اعتراض کیجیے۔ جنہوں نے قرآن کو غزل و ترانہ بنا رکھا ہی اور جن کے متعلق صاحب مثنوی یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ؎

گر ترا ذوق خدادانی بود — نشئات بے راح ریحانی بود
در تلاوت نغمہ سازی میکنی — نے گی یہ ہو و بازی میکنی
با ادب برخواں ترانہ نیست این — محفل چنگ و چغانہ نیست این
در پئے ترجیع دور از مطلبے — فکر یم تو قاری یا مطربے
سورۂ قرآن با اعجاز ہست — یا کلام حافظ شیراز ہست
کے تواں در خواندنش تحریر کرد — مغیش باید بدل تحریر کرد
میبری دور از رہ شرع قویم — در صرا آرا ارا ط المستقیم
خواند رب العالمین روح الامین — یا کہ رب العا ارا را آلمیں
ہست ایدیہم بما خود خوشنما — چیست ایدای ردی ایہم بما
گر تو چوں داؤد برخوانی زبور — چوں سلیماں حکم رانی بر طیور

اب رہا یہ فرمانا کہ اگر لوگ نہیں سمجھتے تو قرآن کا اردو ترجمہ پڑھ دیجیے تو یہ سب باتیں تو اُس وقت کی جائیں جب کہ ذکر فضائل و مصائب اہلبیت میں ثواب و اجر نہو اور جب ایسا ہی تو پھر اسکی کیا ضرورت اگر آپ کے نزدیک یہ صورت بہتر ہی تو محافل میلاد نبوی میں ایسا ہی کیا کیجیے اور حضرات صوفیہ کرام سے فرما دیجیے کہ بجائے حال و قال و سماع و سرود ذکر قرآن یا قرآن

کا ترجمہ پڑھا کریں اور اسی سے کیف وجدانی اور حظ روحانی حاصل کیا کریں تاکہ صاحب مثنوی کی زبان سے یوں مورد طعن و تشنیع نہ بنیں ؎

صوفیاں در ذکر بدعت کردہ اند | الحزانی از شریعت کردہ اند
گاہ مے رقصند و افشانند دست | گاہ چوں دیوانہ اند و گاہ مست
پاۓ کوبانند و غافل از اصول | منحرف از جادہ آل رسول

مرثیہ گوئی کے متعلق مجھے اتنا کہنا اور ہے کہ جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے پدر بزرگوار کے مرثیہ میں کئی بیتیں کہیں۔ اور حضرت امام حسین کے متعلق بھی قوم جن کے مرثیہ مشہور ہیں پس اگر مرثیہ گوئی ناجائز ہوتی تو جناب سیدہ کیوں ایسا کام کرتیں،

کریم۔ بھئی تمہارے مرثیوں اور جناب سیدہ کے مرثیہ میں بہت فرق ہے۔ وہ ایک بے اختیاری کی حالت میں دو چار شعر زبان سے نکل گئے تھے۔ جو ان معظمہ کے ٹوٹے دل کی آہ تھی۔ مگر تمہارے مرثیوں میں تکلف اور بناوٹ ہے۔ اور ان سے بیاضیں بھری پڑی ہیں۔ دوسرے وہاں تال سر اور ٹکڑی وغیرہ کو کوئی دخل نہ تھا۔ تمہارے یہاں یہ سب کچھ ہے۔ وہاں سوالی جوابی کوئی نہ تھا۔ تمہارے یہاں بغیر اس کے کوئی مرثیہ نہیں ہوتا۔ وہاں حلقے باندھ باندھ کر مکانوں اور بازاروں میں نہ پڑھا جاتا تھا۔ تم ایسا دھڑلے سے کرتے ہو وہاں رسول کا کوئی تابوت یا تخت بنا کر اس کے پیچھے نوحہ خوانی نہ کی گئی تھی۔ تم یہ سب کرتے ہو۔ مرثیہ تو اس قسم کی نظم کو کہتے ہیں جس میں میت کے اوصاف بیان کئے جائیں۔ نہ یہ کہ گاگا کر میت کی رسوائی شکست اور ذلت وغربت کا حال بیان کیا جائے۔

محسن۔ برادر یہ آپ کا فرمانا کہ بے اختیاری کی حالت میں ایک دو شعر زبان سے نکل گئے اسکی دلیل نہیں کہ مرثیہ میں زیادہ شعر کسی کی زبان سے نکلے ہی نہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت کے غم میں بہت سے اصحاب نے طولانی مرثیے لکھے۔ اور خود جناب سیدہ نے بہت سے مرثیہ فرمائے جن میں سے بعض مشہور ہوئے۔ اور بعض مشہور نہ ہوئے، لہذا آپ کا یہ خیال کہ حالت

بے اختیاری میں دو چار شعر زبان پر آگئے صحیح نہیں۔ شیخ عبد الحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وہر کدام از اہلبیت آنحضرت و صحابہ عظام مرثیہ در وفات آنحضرت در سلک نظم کشیدند اول ایشاں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بود کہ چوں بعد از دفن بزیارت قبر شریف رفت خاکے از انجا برداشت و بدیدۂ غم دیدہ گریہ کرد و ایں شعر انشا نمود

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم
مدی الزمان غوالیا ٭ صبت
علی مصائب لو انہا ٭ صبت علی
الایام صرن لیالیا

بعضے گفتہ اند کہ ایں مقولہ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ است کہ فاطمہ زہرا انشا نمود و نیز در وقت زیارت دیگر گفتہ است۔

اذا اشتد شوقی زرت قبرک باکیا ٭
انوح واشکوا لا اراک مجاوبی ٭
فیا ساکن الغبراء علمتنی البکاء ٭
وذکرک انسانی جمیع المصائب ٭
فان کنت عنی فی التراب غائبا ٭
فما کنت عن قلب الحزین بغائب ٭

ہر شخص نے آنحضرت کی اہلبیت و صحابہ میں سے ایک ایک مرثیہ آپ کی وفات کے غم میں منظم کیا اول ان میں سے جناب فاطمہ زہرا تھیں کہ بعد دفن جب قبر شریف کی زیارت کو گئیں تو تھوڑی خاک وہاں سے اٹھائی اور دیدہ سے روئیں اور انشاء کیا یہ شعر۔ کوئی عجب نہیں کہ تربت احمد کا سونگھنے والا تمام عمر کسی خوشبو کو نہ سونگھے۔

میرے اوپر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتے تو راتیں بن جاتے

بعض نے کہا ہے کہ یہ حضرت علی کا مقولہ تھا جو جناب سیدہ نے نظم کیا اور دوسری زیارت کے موقع پر فرمایا۔

اب میرے شوق نے زور کیا تو میں آپ کی قبر پر روتی ہوئی آگئی میں روتی ہوں اور شکایت کرتی ہوں اور آپ جواب نہیں دیتے اے زمین کے ساکن مجھے بکا نے بیمار ڈال دیا اور آپ کے ذکر نے تمام مصائب کو بھلا دیا ہیں اگرچہ آپ خاک میں [illegible]
بحیدہ دل سے غائب نہیں ہوئے۔

~~~~~~~~
~~~~~~~~

واز جملہ مراثی کہ منسوب بہ حضرت زہراؑ است
ایں دو بیت است۔

نفسی علی زفراتها محبوسة
یالیتها خرجت مع الزفرات
لاخیر بعدک فی الحیوة وانما
ابکی مخافة ان یطول حیاتی

اور اُن بہت سے مرثیوں میں سے جو حضرت فاطمہؑ کی طرف منسوب ہیں دو بیت یہ ہیں۔

میرا دم رنج و غم کی دل گرفتیوں سے اُلجھتا ہے کاش کہ یہ نکل جاتا کیونکہ بعد آپ کے زندگی کا مزہ نہ رہا میں اس کھٹکے میں برابر رو رہی ہوں کہ کہیں میری حیات طولانی نہ ہو جائے۔

آپ تو دو چار شعر ہی فرماتے تھے میں نے صاحب مدارج النبوۃ کی تحریر کے مطابق آپ پر یہ ثابت کر دیا کہ اُن معصومہ نے بہت سے مرثیہ لکھے "کیونکہ واز جملہ مراثی" سے بھی ظاہر ہوتا ہے پس یہ تو صرف جناب سیدہؑ کے متعلق تھا اگر تمام اہلبیتؑ کے مراثی کو جمع کیا جائے تو کیا خاصی الف لیلہ نہ بن جائیگی بھائی صاحب اگر اس زمانہ میں مرثیے مجلد نہ تھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ احادیث تک مجلد نہ تھیں رہا گانا تو اُسکے متعلق میں پہلے ہی ظاہر کر چکا کہ مذہب امامیہ میں گانا حرام ہے اور اگر عوام میں کوئی ایسا کرے تو وہ قابل مدح نہیں محتاط لوگ ہمیشہ غنا سے پرہیز کرتے ہیں لیکن بڑے غضب کی بات تو یہ ہے کہ آپ حسن صوت کو بھی غنا ہی قرار دیے لیتے ہیں۔ چونکہ حسن صوت سے دل پر اثر ہوتا ہے اس لئے مرثیوں کو لحن میں پڑھا جاتا ہے اسی اثر کی بنا پر تو رتل القرآن ترتیلا آیا ہے یعنی قرآن کو ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھو حضرات اہلسنت کو اُسکے متعلق اعتراض کرنا کچھ زیب نہیں دیتا جبکہ اُن کے یہاں جواز غنا تک کی روایات موجود ہیں صاحب مدارج النبوۃ جلد اول کے صفحہ ۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

بدانکہ صاحب امتاع ذکر کردہ است در سماع سہ قول را حرمت و کراہت و اباحت و ذکر کردہ دلائل ہر مذہب را و ترجیح کردہ مذہب اباحت را چونکہ مدعاے او ست و جواب داد از استدلالات

صاحب امتاع نے گانے کے متعلق تین قول ذکر کئے ہیں حرمت کراہت و اباحت اور ہر ایک کی دلیلیں ذکر کر کے مذہب اباحت کو ترجیح دی ہے جیسا کہ اُسکا مدعا ہے اور جواب دیا ہے حرمت

وتمسکات حرمت وکراہت واطناب کردہ در اثبات
مذہب اباحت واثبات کردہ آنرا بکتاب وسنت
واجماع وقیاس ووجہ قیاس آنکہ چوں
ثابت شدہ در سنت صحیحہ جواز تغنی بقرآن پس
در شعر نیز جایز باشد

وکراہت کے متعلق دلیلوں کا اور اثبات مذہب
اباحت میں طول دیا ہے اور اُسکو کتاب وسنت
واجماع وقیاس سے ثابت کیا ہے اور قیاس کی
صورت یہ نکالی ہے کہ جب سنت صحیحہ سے جواز تغنی
بالقرآن ثابت ہے تو شعر میں بھی غنا جایز ہوگا

اور اسی کتاب کے صـ۲۹۶ پر محدث مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

ونقل کردہ است فاکہی در تاریخ مکہ معظمہ بسندے
کہ دارد از موسیٰ بن المعرہ الجحی کہ خواندے عطا
ابن ابی رباح راپس در آمد و بودند در انجا قومے
کہ میزدند عود را وتغنی میکردند چوں دیدند عطا
را کہ در آمد باز آمدند ازاں پس گفت نمے
نشینم تا عود نکنند بانچہ میکردند پس نشست
وتغنی کرد وصاحب امتاع ہمیں عود را اصل
ساختہ ومزامیر دیگر رابر آں قیاس کردہ

فاکہی نے تاریخ مکہ معظمہ میں موسیٰ بن المعرہ سے نقل
کیا ہے کہ اُس نے عطا ابن ابی رباح کو بلایا اور اسوقت
وہاں کچھ لوگ عود باجا بجارہے تھے اور گارہے تھے
جب لوگوں نے عطا کو آتے دیکھا تو رک گئے عطا نے
کہا میں جب تک نہ بیٹھونگا تاوقتیکہ یہ لوگ وہی
نہ کریں جو کچھ کررہے تھے پس وہ بیٹھ گیا اور گانے
لگا صاحب امتاع نے اسی روایت سے عود کو اصل
قرار دیکر باقی مزامیر کا اس پر قیاس کرلیا۔

اس روایت سے واضح ہوگیا یعنی بہ تحریر وترجیع اور رعایت قوانین موسیقی اور عود وطنبور
کا بجانا مذہب اہلسنت میں مباح ہے۔ رہا بازاروں اور مکانوں میں مرثیوں کا پڑھنا
تو ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ تاریخ اسلام کے اس عظیم الشان واقعہ کو سہو وسہو
نہ کردیں اور محسن اسلام کے اس قابل قدر احسان کو پس پشت نہ ڈالدیں اگر جناب رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے قاتل بھی مسلمان ہوتے اور آنحضرت کو بھی اُنہیں مصائب کا سامنا
ہوتا جو امام حسینؑ اور اُن کے اعزہ وانصار کو بدطینت مسلمانوں کے ہاتھوں کربلا
میں جھیلنے پڑے تو یقیناً رسولؐ اللہ کا نوحہ وماتم بھی اہلسنت رسولؐ اور صحابہ عظام ہی

طرح کرتے جسطرح ہم کر رہے ہیں یا رسول اللہ کی نعش مبارک کے ساتھ کیا بے ادبی کی گئی تھی جو اُن کا تابوت نکالا جاتا اُن کے سامنے کب اُن کی اولاد پیاسی رہی تھی کہ کسی علم میں سوکھی مشک لٹکا کر دکھایا جاتا رسول کا گھوڑا کب اپنا سوار کھو کر اور زخمی ہو کر کٹی باگوں سے واپس آیا تھا کہ اصحاب رسول ذوالجناح نکالتے رسول کی قبر کے ساتھ کب بے حرمتی کی گئی تھی کہ تعزیہ بنانے کی ضرورت پیش آتی یہ تمام باتیں چونکہ حسین بن علی علیہ السلام سے مخصوص ہو گئیں لہذا ان کے عزاداروں اور دوستوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ عوام الناس پر اظہار کرنے کیلئے ایسے سامانِ عزا تیار کیے جائیں جن سے ان تمام واقعات کا نقشہ لوگوں کی آنکھوں میں سما جائے

کریم اچھا اب آج کی گفتگو ختم کی جاتی ہے انشاء اللہ کل پھر تبادلہ خیالات ہوگا۔

محسن بہت اچھا کل کس وقت آپ کی تشریف آوری کا انتظار کروں۔

کریم وہی بعد دوپہر۔

چوتھی صحبت

کریم ہاں بھائی محسن آج میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ حضرات کا جو یہ خیال ہے کہ امام علیہ السلام نے چونکہ ہمارے لئے اپنا سر دیا ہے اس لئے ہم انکی عزاداری کرتے ہیں تو پہلے کسی کا سر دینا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو کسی دنیوی حادثہ سے بچاؤ کے لئے یا اخروی نجات کیلئے پس دنیوی بچاؤ کی صورت تو یوں سمجھ میں نہیں آتی کہ کون سا ایسا وقت تمام امت کے سر آپڑا تھا جو امام حسین نے اپنا سر دے کر سب کو قتل سے بچا لیا اب رہا اخروی فائدہ سو اس کے متعلق یہ ہے کہ خدا اور رسول نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ روز قیامت تمہارے گناہ امام کے سر کٹانے کے باعث بخشے جائینگے بلکہ انھوں نے تو یہی فرمایا ہے کہ ہر شخص وہاں اپنے اپنے گناہوں میں ماخوذ ہوگا۔"

محسن - بھئی کریم معاف فرمانا تم نے قطعًا اس مسئلہ پر غور ہی نہیں کیا ورنہ ایسا لغو اعتراض نفرماتے بھائی صاحب سر کٹا کر بخشوانے دلانے کا یہ مطلب ہے کہ امام علیہ السلام نے حفاظت دین میں اپنا سر دیکر سرکار الٰہی میں رتبہ شفاعت حاصل کیا یعنی وہ روز قیامت اپنی شفاعت وسفارش سے جتنے گنہگار مومنین کو چاہینگے بخشوا دینگے نہ یہ کہ انکے سر کٹانے کی وجہ سے تمام امت بخشدی جائے گی اور اس سے کچھ پوچھ گچھ نہو گی - پس چونکہ اُنھوں نے انتہائی مصائب اُٹھا کر ہماری سفارشی بننے کا مرتبہ حاصل کیا - لہٰذا اس احسان کے صلہ میں ہم ہر سال انکے غم کو تازہ کرتے اور انکی شہادت کی یادگار تعزیہ داری کی صورت میں قائم کرتے ہیں

کریم - اللہ تعالے قرآن میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی اے مسلمانو قوت پکڑو صبر سے اور نماز سے جس سے معلوم ہوا کہ جب مشکل یا مصیبت پڑے تو مسلمان کو چاہئے کہ ہمیں صبر اور نماز سے قوت حاصل کرے کیونکہ صبر کرنا ایمان کی نشانی ہے اور نماز خدا کی طرف رجوع کرنے کا سبب ہے - اور صبر عربی اسی کا نام ہے کہ مصیبت میں آپ کو نوحہ وزاری اور سر پیٹنے اور گریبان پھاڑنے سے روکے اور نماز پڑھی گویا مصیبت میں اللہ کی طرف رجوع کرنا اور دعا کرنا جیسا کہ ہمارے پیغمبر جب کسی دکھ میں ہوتے تھے - تو نماز پڑھنے لگتے تھے - اسی طرح جب حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم کو بادشاہ مصر نے پکڑوا کر منگوالیا تھا - تو حضرت ابراہیم اس مصیبت میں نماز پڑھنے لگے تھے - اور حضرت سارا نے بھی بادشاہ کے سامنے جا کر نماز شروع کر دی تھی - اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس بھی اپنے بیٹے کی موت کا حال سنکر نماز پڑھنے لگے تھے اور مشہور ہے کہ حضرت امام حسین بھی سجدے میں ہی شہید ہوئے - پس تعزیہ ان دونوں باتوں کے خلاف ہے صبر کی جگہ اس میں سر پیٹنا اور چھاتی کوٹنا اور آہ وزاری کرنا ہے اور نماز کی جگہ وہ مرثیہ ہے جسمیں تمام بے صبری و شکایت کا قصہ درج ہوتا ہے اور پھر اس سے تال و سر بھی نکلتے ہیں - لہٰذا معلوم ہوا کہ تعزیہ میں سراسر بے صبری ہے کہ جس سے اللہ

کے حکم کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور انبیاء و اولیاء کے عمل کی تاسی جاتی ہے

محسن - میرے پیارے دوست آپ نے صبر کے معنی ہی نہیں سمجھے کسی غم میں گریہ و بکا کرنا خلاف صبر نہیں۔ بلکہ موافقت فطرت ہونے کی وجہ سے اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا البتہ اگر کسی مصیبت میں کوئی شخص ایسا کلام کرے جس سے ذات الٰہی پر کوئی اعتراض ہوتا ہو تو البتہ اس کو بے صبری کہا جائے گا۔ کیوں کہ فاعل کے فعل پر اعتراض کرنے کا نام ہی بے صبری ہے۔ کیا آپ نے قرآن میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ نہیں پڑھا۔ کہ جب حضرت موسےٰ بحکم الٰہی حصول تعلیم کی غرض سے حضرت خضر کے ساتھ ہوئے۔ اور انھوں نے دریا سے پار اترنے کے بعد اس کشتی میں سوراخ کر دیا تو حضرت موسیٰ نے اُن کے اس فعل پر اعتراض کیا۔ تب حضرت خضر نے فرمایا انك لن تستطیع معی صبرا (تم میری ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتے) یہ تو ظاہر ہے کہ وہاں کچھ رونا پٹینا تو تھا ہی نہیں جس کی وجہ سے بے صبری ہوتی البتہ حضرت خضر کے فعل پر اعتراض تھا۔ اسی بنا پر ان کو بے صبر کہا گیا اگر رونا بے صبری میں داخل ہوتا تو جیسا میں پہلے آپ پر ظاہر کر چکا ہوں حضرت رسولخدا ہرگز جناب حمزہ کی شہادت پر گریہ و بکا نہ فرماتے۔ کیا آپ کے نزدیک آنحضرت بے صبر تھے۔ اور ان اللہ مع الصابرین کی بشارت سے بے خبر تھے۔ پس صاف طور سے معلوم ہو گیا کہ بے صبری اس کا نام نہیں بلکہ عدم رضائے قلب اور اعتراض بر فعل فاعل کا نام ہے چنانچہ صاحب نزہہ اثنا عشریہ تحریر فرماتے ہیں۔

شکے نیست کہ صبر از اعظم خصائل نفسانی و جزع از رذائل است و ظاہر است کہ صبر از انفعالات نفسانی است و تعلق بقلب دارد اگر با وجود اطمینان قلب و ثبات قدم بر جادہ صبر و رضا بمقتضای جبلت اعلام و استعظام بعضے مصائب ملزوم ابتلیٰ

اس میں شک نہیں کہ صبر بہترین خصلت نفسانی ہے اور جزع رذائل میں سے ہے اور صبر انفعالات نفسانی میں سے ہے اور قلب سے تعلق رکھتا ہے اگر باوجود اطمینان قلب اور راہ رضا میں ثبات قدم رکھنے کے محض اخبر من اعلام و استعظام بعض مصائب

امور که بحسب ظاهر دلالت بر عدم اضطبار بسکینت بوقوع بیاید محذورے ندارد و منافاتے بمقام صبر نخواهد داشت

کسی شخص سے ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر عدم صبر پر دال ہوں تو کوئی حرج نہیں اور صبر کے خلاف نہ ہونگے

اور شیخ عبد الحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

پس بسیار سخت شد مرض وے صلعم چنانچہ آوردہ اند که اضطراب می نمود و بر فرش خود از پہلو بپہلو مے گشت عائشہ می گوید پس گفتم یا رسول اللہ اگر مثل ایں حالت از یکے از ما بوجود آید عیب می کنی و در غضب می آئی فرمود اے عائشہ مرض نہایت سختی دارد الی آخرہ۔

پس حضرت کا مرض بہت سخت ہو گیا اور بیان کیا ہے کہ حضرت سے اضطراب ظاہر ہوتا تھا اور آپ پہلو پر پہلو بدل رہے تھے عائشہ نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی سے ایسا عمل ظاہر ہوتا ہے تو آپ ملامت کرتے اور غصہ میں آتے ہیں فرمایا اے عائشہ مرض نہایت سختی رکھتا ہے۔

اس کے بعد محدث مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

اما جزع و فزع در بلایا آہ و نالہ در امراض چہ حکم دارد اینجا سخن جزع و فزع کہ بمعنی بے صبری و بے طاقتی است و مکروہ داشتن بلا و گریختن ازاں حرام است بے خلاف و آہ و نالہ کہ بقصد اظہار عجز و شکستگی و بیچارگی کہ لازم حال بندگی ست و اضطراب و بیقراری کہ از شدت مرض و صعوبت آن عارض گردد دیگر است و داخل جزع و فزع و مکروہ داشتن و گریختن و شکایت از بلیہ نیست و حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کہ در بیان حال شریف مذکور شد در اثبات آں کافی است آرے بیقراری و نالہ و زاری اگر بعدم رضا و تسلیم باشد مکروہ است و داخل شکایت است

لیکن جزع و فزع مصیبت میں یا آہ و نالہ مرض میں کیا حکم رکھتا ہے۔ پس ایسی جزع و فزع جو بے صبری ظاہر کرے اور بلا کو برا سمجھے اور اس سے بھاگنا چاہے تو بے اختلاف حرام ہے اور آہ و نالہ جو بقصد ظاہر کرنے اپنی پریشانی و شکستگی حال اور بیچارگی ہو کہ جو لازم حال بندگی ہے اور وہ اضطراب و بیقراری کہ شدت مرض سے عارض ہو اور چیز ہے اور جزع و فزع و شکایت مصیبت میں داخل نہیں اور جو حدیث عائشہ آنحضرت کے حال میں مذکور ہوئی وہ اسکے ثبوت میں کافی ہے ہاں جو بیقراری اور نالہ و زاری عدم رضا و تسلیم سے ہو وہ مکروہ بھی ہے اور داخل شکایت بھی

آپ نے جو صبر عرفی کے متعلق فرمایا۔ یہاں بحث صبر شرعی سے ہونی چاہیئے نہ صبر عرفی سے پس اگر شرعاً رونا ممنوع ہوتا تو آنحضرت شہادت حمزہؓ پر کیوں نوحہ فرماتے اسکے علاوہ مدارج النبوۃ کے صفحہ ۵۳۵ پر مرقوم ہے کہ آنحضرت اپنے فرزند ابراہیم کے سکرات موت کے وقت روئے اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۰ پر ہے کہ حضرت فاطمہؑ زہرا نے جب حضرت کی خبر وفات آپکی زبانی سُنی تو گریہ کی اور حضرت نے اُن کو تسلی دی اور صفحہ ۵۲۵ پر ہے کہ آنحضرت کے دفن کے بعد صحابہ نے سر پر خاک ڈالی اور بے اختیار گریہ وزاری کی خاص کر جناب سیدہ زار زار روئیں اسی طرح حضرت عائشہ رات دن حضرت کو یاد کر کے روتی تھیں اب آپ ہی جواب دیجئے کہ لوگوں نے بجائے رونے کے نماز کیوں نہ پڑھی اور صبر کو کیوں نہ اختیار فرمایا آپ نے حضرت ابراہیم و حضرت سارا کی نماز کا جو ذکر فرمایا ہے تو اُن کا یہ نماز پڑھنا استجابت دعا کی غرض سے تھا نہ بہ نظر عاجزی و تسکین و اظہار صبر۔ رہا ابن عباس کا معاملہ تو اسی مدارج النبوۃ کے صفحہ ۵۰۰ پر تحریر ہے کہ ابن عباس روز وفات آنحضرت کو یاد کر کر کے زار زار روتے تھے پس وہ نماز پڑھنا اُن کا کسی اور جہت سے ہوگا نہ اس غرض خاص کے لیئے جو آپ نے بیان فرمائی ہے اسی طرح حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا رونا بھی اکثر موقعوں پر ثابت ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں تحریر فرمایا ہے پس اب تو آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ رونا حضرات انبیاء و آئمہؑ کی حقیقی تاسی ہے اب رہا سر و چھاتی پیٹنا تو اُسکے متعلق بھی سن لیجئے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۵۱۰ پر مرقوم ہے۔

پس فرمود آنحضرت علیہ السلام بگو مر ابابکر را کہ بگذارد نماز با مردم پس بیروں آمد بلال دست بر سر زناں و فریاد کناں و افریادہ بریدہ شدن امید و شکستن پشت کاش کہ نمی زائید مرا مادر من و چوں زائید کاش مے مردم پیش ازیں روز و

پس فرمایا آنحضرتؐ نے بلال سے کہ جا کر ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس بلال سر پیٹتے اور فریاد کرتے نکلے کہ ہائے سب اُمیدیں کٹ گئیں اور کمر ٹوٹ گئی کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنتی تو اس سے پہلے مر جاتا تا کہ

نمید یدم از پیغمبرے خدا ایں حال را۔	پیغمبرے خدا کی یہ حالت نہ دیکھتا۔

پس اب فرمایئے بلال جیسے صحابی نے آیۂ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ سے کیوں انحراف کیا اور بجائے سر پیٹنے کے نماز پڑھنے میں کیوں نہ مشغول ہوگئے اور کیوں بیبے صبری اُن سے ظہور میں آئی اور پھر رسولؐ خدا نے ان کو اس فعل پر تنبیہ کیوں نہ کی یہ آپ کا خیال بھی غلط ہے کہ مرثیوں میں سراسر شکایت و بے صبری کا بیان ہوتا ہے بلکہ ان میں تو صبر و شجاعت حضرت امام حسینؑ اور اُن کے احباب کا ذکر کیا جاتا ہے یا مظالم فوج یزید کا رہا تال و سرا کے متعلق چند بار ذکر کیا جا چکا کہ غنا مذہب امامیہ میں جایز نہیں اور نہ کوئی مرثیہ گایا جاتا ہے۔ بلکہ حسن صوت سے پڑھا جاتا ہے اور حسن صوت جایز ہے پس فرمایئے تعزیہ داری میں کونسا امر خلاف صبر ہے اور کیوں اس سے احتراز کرنے کی ضرورت ہے۔

کریم خداوند عالم فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لا تشعرون (جو لوگ راہ خدا میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے) شان نزول میں اس آیت کی یہ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی کے بعد صحابہ شہیدوں پر غم اور افسوس کرتے تھے اور لذات دنیا سے محروم ہونے پر کف افسوس ملتے تھے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اُن کو تم مردہ مت سمجھو پس جب اس آیت کے بموجب امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں تو آپ لوگ زندہ کا ماتم کیوں کرتے ہیں صرف اتنا تو فرق ہی کہ تم اُن سے ملاقات نہیں کر سکتے اسکو یوں سمجھو کہ جیسے تمہارا کوئی دوست کسی دوسرے ملک میں چلا جائے اور تم کو یہ خبر معلوم ہو کہ وہ وہاں صحیح سلامت اور آرام و اطمینان سے ہے تو کیا تم اُسکے سفر کی مصیبتیں یاد کر کے اُسپر ماتم کرنے لگو گے؟ ہرگز نہیں پس یہی حال امام حسینؑ کا ہے کہ وہ بھی بعد شہادت جنت میں آرام سے ہیں پس اُن پر تمہارے ماتم کرنے کا کیا سبب ہے

محسن۔ برادر من آپ نے جو اس آیت سے استنباط کیا وہ سراسر غلط ہے پروردگار عالم نے کشتگان راہ خدا کے متعلق زندہ ہونے کی خبر دی ہے یہ کہاں فرمایا ہے کہ اُمپر افسوس

وماتم بھی نہ کرو اگر ایسا ہوتا تو پہلا جناب رسولخدا حضرت امیر حمزہ کی شہادت کے بعد اُنپر نوحہ وبکا کیوں فرماتے دوسرے اگرچہ شہدا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں مگر دنیا میں اُنپر زندہ کا حکم جاری کرنا عندالشرع نہیں ہوسکتا ورنہ تقسیم ترکہ وغیرہ اور دفن وکفن اور نکاح ازواج شہید کا جایز نہ ہوتا اور احکام صوم وصلواۃ وحج وزکواۃ وجہاد اُنپر جاری ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے پس اس صورت میں گریہ وبکا کیوں جایز نہو گا۔ تیسرے گریہ میت ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ زندہ پر بھی بہ سبب اُسکی مفارقت کے گریہ وزاری جایز ہی جیساکہ حضرت یعقوبؑ مفارقت حضرت یوسفؑ میں اتنا روئے کہ بصارت چشم زائل ہوگئی چوتھی جناب رسولخدا اپنی زندگی میں حال شہادت امام حسینؑ معلوم کرکے بہت روئے ہیں جیسا کہ میں سرالشہادتین کی عبارت سے واضح کرچکا ہوں پس حضرت کے اس فعل کو مخالف آیت مذکور کہنا سراسر غلطی اور گمراہی ہے اگر شہیدان راہ خدا کی حالت بعینہ ایسی ہی ہے جیسی کہ دنیا کے اور سب زندوں کی تو فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اہلبیتؑ وصحابہ وازواج رسولؐ نے کیوں نوحہ کیا اور کیوں اُنکا غم منایا جیساکہ ہم ذیل میں مدارج النبوۃ سے ثابت کرتے ہیں۔

پس ملک الموت روح اطہر وے صلعم قبض کردہ باعلی علیین برد وگفت یا محمداہ یا رسول رب العالمین و از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت من از جانب آسمان آواز وامحمداہ می شنیدم کہ ملک میکرد وبصحت رسیدہ کہ چون آنحضرت صلعم رحلت نمود فاطمہ زہرا ندبہ کرد وزاری نمود وفرمود یا ابتاہ دعوت حق را اجابت فرمودی یا ابتاہ بجنت الفردوس نمودی وا ابتاہ

پس ملک الموت نے روح اطہر آنحضرت کی قبض کی اور اعلی علیین کی طرف لیگئے اور کہا وامحمداہ یا رسول اللہ اور حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ میں نے جانب آسمان سے آواز وامحمداہ سنی جو فرشتہ کی تھی اور یہ خبر صحیح ہے کہ جب آنحضرت نے رحلت کی تو فاطمہ زہرا نے گریہ وزاری کی اور فرمایا اے بابا جان آپ نے دعوت حق کو قبول کیا اے بابا جان آپنے جنت الفردوس میں نزول فرمایا

خبر مرگ ترا بہ جبرئیلؑ رسانند و انباہ بعد از تو وحی برکہ آید و جبرئیل برکہ آید خداوندا روح فاطمہؑ را بروح او رسان و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نیز زاری می کرد و می فرمود دریغ ازاں پیغمبرے کہ فقر را بر غنا و درویشی را بر تونگری اختیار کرد صـ۱۳ـ۵ و آوردہ اند کہ در آمد مردے اشہب اللحیہ جسیم و صبیح یعنی حضرت خضر علیہ السلام پس گذشت گردنہائے مردم را و بگریست

اے بابا آپ کی خبر مرگ جبرئیلؑ کو کون پہونچائے اے بابا اب بعد آپ کے وحی کس پر آئے گی اور جبرئیلؑ کس کے پاس آئیں گے خدایا روح فاطمہؑ کو ان کی روح کے پاس پہونچا اور حضرت عائشہ نے بھی گریہ کی اور فرمایا کہ افسوس اُس پیغمبر پر کہ جسنے فقر کو غنا پر اور درویشی کو تونگری پر اختیار کیا اور صـ۱۳ـ۵ پر ہے کہ اُس وقت ایک مرد سفید داڑھی والا جسیم و صبیح یعنی حضرت خضر علیہ السلام آئے پس لوگوں کی طرف سے گذرے اور روئے۔

اب فرمایئے کہ یہ سب لوگ کیوں روئے یا تو یہ کہیئے کہ حضرت رسولخدا شہید نہیں۔ یا یہ کہیئے کہ اُن کا رونا بیجا تھا۔

کمریم لیکن یہی محسن خدا تو مصائب میں صبر ہی کی تعلیم دیتا ہے دیکھو آیۂ و لنبلونکم لشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (البتہ ہم آزمائیں گے تم کو کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور اولاد کی کمی سے اور بشارت ہو اُن صبر کرنے والوں کو جو نزول مصیبت کے وقت کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون پس اس آیت کے مطابق تم کو بھی صبر کرنا چاہیئے اور بجائے مرثیہ خوانی انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیئے۔ زہے نصیب اُس شخص کا جسکا امتحان کوئی دوست لے اور وہ اس میں ثابت

قدم رہے خدا نے حسینؑ کا امتحان لیا اور وہ اُس میں ثابت قدم اور پورے اُترے۔ تو یہ خوشی کا موقعہ ہے نہ کہ اظہار بے صبری۔ اور گریہ وزاری کا۔ خاص کر ایسی حالت میں جب دوست کہ کر آزمائے اور اُن کے لیئے درجات عالیہ مقرر کرے یہی سبب ہی کہ حضرات انبیا اور اولیا پر بے انتہا مصیبتیں گزریں لیکن وہ رضا برضا بر رہے دیکھو خود امام حسینؑ ہی نے صبر کیا۔ پھر تم کیوں جزع و فزع کرتے ہو یہ کس نبی یا ولی کے عمل سے ثابت ہے کہ جب اُن میں سے کسی پر مصیبت پڑی ہو تو اُنھوں نے کوئی نبی باڑا۔ یا ولی باڑا۔ یا امام باڑہ بنایا ہو اور اُس میں تعزیہ رکھ رکھ کر مرثیہ گایا اور سر و سینہ کوٹا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں ستّر جگہ سے زیادہ صبر کی تعلیم دی ہے اور صبر کا بے انتہا ثواب بیان فرمایا ہے لیکن مصیبت میں ماتم کرنے کا ایک جگہ بھی شمہ برابر ثواب نہیں فرمایا اور کسی نبی یا ولی یا امام کے لیئے ماتم کو مخصوص نہیں کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ لیکن ماتم کو کہیں چالیسواں حصہ بھی ایمان کا نہیں کہا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ جو مسلمان وقت مصیبت کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہے گا اللہ اُسکو اچھا بدلہ دے گا۔ اور اجر و ثواب اُس کا زیادہ کرے گا اور مسند امام احمد حنبل میں خود امام حسینؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہونچے اور بعد مدت وہ اُس کو یاد کرے تو پھر نئے سرے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو خدا اُسکو نیا اجر بخشتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جو شخص صبر نہ کرے گا۔ وہ اطاعت رسولؐ اور امام سے خارج ہو گا۔

محسن۔ معاف فرمایئے آپ نے اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں بھی غلطی کی لوگوں پر نزول بلا صرف آزمائش ہی کی جہت سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی شامت اعمال کی وجہ سے۔ کبھی ازدیاد مراتب کی وجہ سے۔ کبھی تنبیہ خلایق کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ مجھ کو سخت افسوس ہے

کہ ابھی تک آپ کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ گریہ و بکا کرنا بے صبری نہیں ہے جیسا کہ میں
پہلے بہت کافی طور پر واضح کر چکا ہوں مدارج النبوۃ کی سابقہ عبارتوں سے کیا آپ کو
یہ معلوم نہیں ہوا کہ گریہ کرنا خلاف حکم خدا نہیں بلکہ عین تاسی جناب رسول خدا و اہلبیتؑ
و صحابہ ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرت کی خبر وفات سنکر حضرت ابو بکر نے
بے حد گریہ و زاری کی۔ پس خدارا یہ فرمایئے کہ کیا حضرت ابو بکر اولئک علیھم
صلوات من ربھم کی بشارت سے بے خبر تھے جو بے صبری کر کے بجائے کلمہ انا
للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کے رونا شروع کر دیا کیا آپ کے لیے اُن کا یہ فعل قابل
پیروی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خاصان جناب باری عز اسمہ ہمیشہ پابند سرشتہ
صبر و تسلیم رہے ہیں۔ لیکن آہ و نالہ جو بغرض اظہار غربت و بیچارگی ہو کہ جو لازم حال
بندگی ہے یا اضطراب و بیقراری جو شدت مرض کی بنا پر ہو۔ نہ جزع و فزع میں داخل
ہے نہ بلا کی شکایت کرنے اور اسکو مکروہ سمجھنے میں (دیکھو مدارج النبوۃ) اب رہا
امام باڑہ بنانے تعزیہ رکھنے اور مرثیہ پڑھنے پر اعتراض تو اُس کے متعلق یہ عرض ہے
کہ مذہب امامیہ اور مذہب اہلسنّت کے درمیان مابہ النزاع یہ امر ہے کہ گریہ و بکا
امام حسینؑ پر باعث اجر و ثواب ہے یا بدعت و ضلالت اگر باعث اجر و ثواب ہے
تو اُسکے لئے مجلسیں کرنا اور مجلسوں کے لیے کوئی مکان بنانا بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ
مجلس لامحالہ کسی مکان میں ہو گی۔ پس اگر اسکو مجالس ہی سے مخصوص کر کے اُس کا
نام عزا خانہ یا امام باڑہ رکھ لیا جائے۔ تو کیا خرابی لازم آتی ہے۔ اور اگر رونا
بدعت و ضلالت ہے تو اُسکو ثابت کیجیے۔ پھر امام باڑہ پر اعتراض فرمایئے۔ ہم
اپنی احادیث سے پہلے گریہ و بکا کا جواز مختصراً ثابت کر آئے ہیں اور آپ کے
بیاں کی احادیث بھی ذکر کر دی ہیں۔ مزید اطمینان کے لیے دو چار حدیثیں
بیان کیے دیتے ہیں۔

(۱) صواعق محرقہ میں ابن حاجہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک بار اصحاب جناب رسولخدا کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ اسی اثنار میں امام حسین علیہ السلام آگئے۔ جب جب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصلعم نے اُن کو دیکھا تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہوگیا۔

(۲) اسی صواعق محرقہ میں ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جناب علی علیہ السلام جب جنگ صفین کو تشریف لیے جارہے تھے تو راستہ میں حضرت کا ورود کربلا میں ہوا۔ پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کربلا۔ یہ سنکر حضرت اسقدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی الخ

چونکہ پوری حدیث مع اصل عبارت سابق میں ذکر کی جاچکی ہے۔ لہذا اس کو مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) ان ہی ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ شہادت حسین علیہ السلام پر زمین وآسمان روئے گا۔

(۴) غنیۃ الطالبین میں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جناب باری عزّ اسمہٗ نے ستر ہزار فرشتے قبر حسینؑ پر رونے کے لیے متعین فرمائے ہیں۔

(۵) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رسالہ سرّ الشہادتین فرماتے ہیں کہ بکا وحزن وتذکرہ وقائع مذکورہ اس اُمت میں تا قیام قیامت رہنے والا ہے۔

(۶) شاہ صاحب مذکور خود عشرہ محرم میں اپنے دولت خانہ پر مجلس حسین منعقد کرتے تھے۔ اور خود ہی مصائب حسین علیہ السلام بیان بھی

فرماتے تھے۔

پس جب گریہ و بکا اور مجالس کرنا بروایات اہلسنت ثابت ہو گیا تو آپ کو ہمارے اس عمل پر اعتراض کا کوئی حق نہ رہا۔

امام باڑہ محض مجلس کرنے کی ایک خاص جگہ ہے۔ اور یہ عمل ہم ہی سے مخصوص نہیں بلکہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ صرف نام میں فرق ہے کیا حضرت یعقوب نے بیرون شہر ایک بیت الحزن نہیں بنایا تھا۔ جس میں حضرت یوسف کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ کیا جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا نے بیت الحزن نہیں بنایا تھا۔ جس میں اپنے پدر بزرگوار کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں۔ کیا اب تک ہزارہا خانقاہیں صحبت نبی کی یادگاریں صفحہ عالم پر نہیں پائی جاتیں۔ کیا میلاد نبوی مکانات مخصوص نہیں کئے جاتے۔ اگر یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ اور ہوتا رہتا ہے تو پھر امام باڑوں کے بنانے پر کیوں اعتراض ہے۔ کیا آپ کا منشا یہ ہے کہ فرزند رسول کی مجلسیں یوں ہی کھلے میدان یا کسی خرابے میں ہو جائیں جہاں نہ دھوپ کا تحفظ ہو۔ نہ بارش کا۔ نہ اوس سے بچاؤ ہو۔ نہ ہوا سے۔ کیا یہ کسی ذی عقل انسان کی تجویز ہو سکتی ہے۔

اب رہا تعزیہ رکھنا اور مرثیہ پڑھنا تو اس کے متعلق میں پہلے کافی بیان کر چکا ہوں تکرار کی ضرورت نہیں۔ سر و سینہ کوٹنے کے بارہ میں جو روایت میں نے سابق میں بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کی ہے وہ بہت کافی و وافی تھی لیکن آپ کے مزید اطمینان کے لئے ایک دو حدیث اور بھی بیان کئے دیتا ہوں

مدارج النبوۃ میں ہے و جناب سیدہ دست بر سر زنان از خانہ بیرون دوید و میگریست	جناب سیدہ خبر قتل جناب رسولخدا سُنکر، سر پیٹتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں اور روتی تھیں،

یہی الفاظ صاحب معارج النبوۃ نے بھی بیان کئے ہیں"

اب رہا صبر تو اس کے معنی میں آپ کو بار بار مغالطہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ آپ صبر عرفی اور صبر شرعی دونو کے معنی ایک ہی سمجھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کو درمیان بہت فرق ہے۔ گریہ و بکا صبر شرعی کے منافی نہیں۔ بلکہ گریہ و زاری سے تذلل و انکسار کا مرتبہ جو اعلےٰ رتبہ عبودیت سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مدارج النبوۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ البکاء من الرحمۃ (رونا رحمت کی نشانی ہے۔) پس اب آپ فرمائیے کہ ایسی صورت میں رونے والا زمرہ صابرین میں داخل رہتا ہے۔ یا نہیں۔ یہ آپ کا فرمانا بجا و درست ہے۔ کہ کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا ثواب رکھتا ہے۔ اور جزع و فزع ممنوع ہے۔ لیکن خاصان خدا کے مصائب میں رونا بھی اجر جزیل کا مستحق بناتا ہے۔ رہی مسند احمد حنبل والی روایت تو اول تو یہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرے اس سے تو ہمارے ہی مقصد کو تقویت ہوتی ہے۔ یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصائب گذشتہ کا یاد کرنا بھی جائز و روا ہے ہم کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے خلاف نہیں۔ اور نہ اس کے تارک ہیں۔ بلکہ مصائب امام کے ذکر کے وقت اس کو برابر زبان پر جاری کرتے ہیں۔ بلکہ اعمال عاشورہ میں یہ کلمہ استرجاع ماثور ہے۔ پس اس صورت میں ہم کو اس کلمہ کے کہنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ اور گریہ و بکا کا بھی۔ یہی بُرا نہ ماننا حضرات اہل سنت جو رات دن اس کے درپے رہتے ہیں کہ تعزیہ داری اور ذکر امام کا سلسلہ بند ہو جائے۔ تو اس کا قوی سبب وہی ہے جو آپ کے امام غزالی نے بیان فرمادیا ہے کہ فانہ یھیج الی بغض الصحابۃ (اس سے بغض صحابہ ہیجان میں آتا ہے) چنانچہ دیکھیے۔ علامہ

تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں فان قیل من علماء المذہب من
لا یجوز اللعن علے یزید مع علمہم بانہ یستحق بہ قلنا تحامیا
من ان ترتقی الی الاعلے فالاعلے کما ہو شعار الروافض ؎ اگر
یہ کہا جائے کہ علمائے مذہب اہلسنّت یزید پر لعنت کرنے کو جایز نہیں جانتے باوجود
کہ اس کو مستحق لعن جانتے ہیں تو ہم اسکا یہ جواب دیں گے وہ اس خوف میں ایسا نہیں
کرتے کہ کہیں یہ لعن کا سلسلہ اور اوپر تک نہ بڑھ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہی
علاّمہ کے خوف کی خاص وجہ وہی ہے جو علاّمہ دہلوی علیہ الرحمہ نے تحفہ اثناعشریہ
میں بیان فرمادی ہے کہ چونکہ خلافت یزید فرع خلافت معاویہ ہے اور وہ فرع
خلافت عثمان اور وہ فرع خلافت شیخین پس ایسا نہ ہو کہ ایک کے تقرر کا الزام دوسرے
پر لگاتے لگاتے سلسلہ کہیں سے کہیں پہونچ جائے۔
اب آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ حسینؑ کی تعزیہ داری میں لوگ کیوں مانع ہوتے ہیں کیوں
ہر عشرہ محرم میں ذکر حسینؑ کو مسدود کرنے میں انتہائی کوششیں کی جاتی ہیں۔
کریم۔ بھئی محسن میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں کہ تم نے آج میرے تمام شکوک رفع کردیئے
واللہ آج سے میں کبھی اس قسم کے وساوسِ شیطانی کو دل میں جگہ نہ دونگا اور محرم میں
برابر شریک عزائے حسینؑ رہا کروں گا اور کبھی بھول کر کوئی خوشی ان ایام میں نہ کرونگا
اب انشاء اللہ اپنے لڑکے کا عقد بعد اربعین کرونگا۔ اچھا اب میں رخصت ہوتا ہوں والسلام

تمام شُد

ملنے کا پتہ

مینیجر کاظمؔ بُک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

گوہرِ اشکِ عزا

مصائبُ الابرار

در

محبتِ آلِ اطہار

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بے مثل کتاب ہی یہ کتاب مصائب سید الشہدا علیہ السلام میں ہے اس میں تاریخی واقعات جو شاہانِ سلف اور اُن کے عہد میں دشمنان اہل بیتؑ نے کئے ہیں اور اس غم جانسوز کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہا تھا۔ تاریخ وار مفصل درج ہیں یہ ایک نئی چیز ہی باوجود این ہمہ صفات اسکی قیمت صرف ایکروپیہ چار آنہ ہی (عہ) جو کہ مولفہ جناب قبلہ و کعبہ مولانا مولوی سید محمد حسین صاحب نوگانوی ضلع مرادآباد کی ہے۔

نوٹ اور کتاب ہذا میں مصائب اہلبیتؑ کے علاوہ دیگر سادات کے مصائب بھی درج ہیں

ملنے کا پتہ :- مینیجر کاظمی بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین ع

کہاں ہیں وہ مومنین جو اس لاثانی تاریخ کے خواہش مند تھے؟ کہاں ہیں وہ حضرات نیک صفات جو منتظر تھے۔ کہ یہ نادر الوجود تاریخ جلد از جلد تیار ہو کر قلوب مومنین کو منور کرے۔ کہاں ہیں وہ شائقین حضرات جو ان مقدس حالات کو پڑھنے کے متمنی تھے۔ لیجئے اس نایاب تاریخ کا پہلا حصہ چھپ کر تیار ہو گیا اور ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے۔ یہی وہ اپنی شان کی نرالی تاریخ ہے جس میں نہایت مفصل و مکمل و مشرح سچے واقعات مولائے مومنین جناب علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے درج ہیں۔ کہاں ہیں وہ حضرت جنکے پاس اب تک یہ علوم معرفت کا خزینہ نہیں پہنچا۔ جلد از جلد منگا کر ان حالات کو پڑھیں اور شوق سے پڑھیں ورنہ یہ بے بہا خزانہ پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ مصنفہ سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی رئیس گوانچھ ضلع آرا کی ہے۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ ضخامت (۵۰۰) صفحات قیمت اتنی کم کہ ہر شخص لے سکے۔ یعنی صرف ۳؎ روپیہ درخواستیں جلد بھیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

بحر المصائب

اس کتاب میں حضرات معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مصائب درج ہیں اور ایک ایک مجلس دو دو اور تین تین طریقے سے درج کی ہے اور اور ہر مجلس نہایت بکی و دلخراش ہے۔ جناب قبلہ و کعبہ مولوی سید امداد علی کی مصنفہ ہے قیمت صرف دو روپیہ آٹھ آنے عہ/۲

حرزِ معلول ترجمہ دعائے مشلول

اس دعائے جلیل القدر کے اسناد سے ضیعی دنیا کماحقہ واقف ہے جناب امیر نے ایک شخص مشلول کو بتائی تھی جسکے اعضا اُسکے باپ کی بددعا سے شل ہوگئے تھے جونہی اس دعا کی تلاوت اُسنے کی اُسکی تمام اعضا کھل گئے اسی دعا کو معہ سلیس اُردو ترجمہ جیبی تقطیع پر شایع کیا گیا ہے قیمت صرف ۲

کشفِ ملشور ترجمہ دعائے نور

یہ دعائے جلیلہ اُن ادعیہ میں سے ہے جنکے اوصاف کماحقہ بجز حق تعالے واقف ہے جناب جبرئیل امین نے من جانب رب الجلیل جسقدر تشریح اُسکی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے وہ بھی صفحات حاوی ہے مختصر یہ کہ اُسکی مداومت رکھنے والا تمام دین و دنیا پر فائز ہے اسکا ترجمہ بھی جس خوبی سے ہوا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جیبی تقطیع پر شایع ہوا ہے قیمت صرف چھ پیسے ۶ ار

حرزِ مصائب دعائے سباسب

اس دعا کا ورد رکھنے والا اپنے دشمن سے خواہ وہ ستارہائے آسمانکے برابر شمار میں ہوں ہمیشہ غالب رہتا ہے اور حق تعالے خود اُسکی حفاظت کرتا ہے مداومت رکھنے والے کو زبان پر قابو رکھنا چاہیے ورنہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کیلئے دعائے بد کردے وہ فوراً قبولیت حاصل کرلیتی ہے۔ مترجم جیبی تقطیع پر قیمت صرف ۲ ر

النور الایمانی ترجمہ الکساء الیمانی

حدیث شریف کساء معہ ترجمہ سلیس اردو جسمیں حضرات اہلبیت کا ردائے رسول میں جمع ہونے اور آیہ تطہیر کے نازل ہونیکا تذکرہ ہے نیز آخر حدیث میں جسکے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ جہاں ہمارے شیعہ جمع ہوں اور حدیث پڑھی جائے تو پڑھنے والوں اور سننے والونکے جمیع مقاصد شرعیہ میں کامیابی ہوتی ہے قیمت صرف ۲ ر

جلاء الایمان ترجمہ اعمالِ ماہِ رمضان

اس صحیفہ شریفہ میں جملہ اُن اعمال کو معہ ترجمہ صحیحہ درج کیا گیا ہے جو ایک روزہ دار کو جنت الباقی کا مستحق صحیح قرار دیتا ہے اور مہینہ بھر تک اسپر عامل ہونیوالا اپنے اور خالق کے درمیان رابطہ خاص پیدا کرلیتا ہے جیبی تقطیع پر قیمت ۳ ر (۸۰) اسی صفحات۔

اعمالِ عاشورہ و اربعین

ان اعمال پڑھنے والونکو جب تک ادعیہ اور زیارات کے مفاہیم پر کماحقہ علم نہ ہو انکا مقصد حقیقی پورا نہیں ہوتا ہے اسلئے کمال تشریح اور ترجمہ صحیح کے جیبی تقطیع پر اسکو طبع کیا گیا ہے قیمت صرف چار آنہ ۴ر ضخامت (۱۰۴) صفحات۔

ملنے کا پتہ × مینیجر کاظمی بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر

شیعہ سنی کی نماز

یعنی

رسالہ عجیبہ و نسخہ غریبہ مسمیٰ بہ

جواہر بہیہ فی الفرق مین صلوٰۃ الشیعہ والسنیہ

مصنفہ

مورد الطاف خدائے قیوم مجمع علوم امجد واوحد جناب

مستطاب مولانا حاجی سید آل محمد صاحب

سلمہ اللہ الواہب متوطن بلدۂ طیبہ امروہہ از دہلی

۱۳۴۲ھ

باہتمام مصباح الاسلام [illegible] حاجی سید [illegible] رضی پرنٹر و پبلشر [illegible]

دہلی میں طبع ہو کر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلوٰۃ ناھیۃ الفحشاء والمنکر وخلق الشمس والقمر والصلوٰۃ علی سیدنا ونبینا محمد المصطفیٰ سید البشر حبیب اللہ الاکبر وعلی وصیہ وخلیفتہ علی المرتضیٰ قسیم الجنۃ والسقر السید الاطہر والامام المظفر والشجاع الغضنفر وآلہ وعترتہ ذوی الشرف الانور والمجد الازھر صلوٰۃ دائمۃ الی یوم المحشر ولاعدائھم فی الجحیم مقر اما بعد قلوب زاکیہ اہل ایمان و اذہان صافیہ ارباب ایقان پر پوشیدہ نرہے کہ بندۂ گنہگار امیدوار رحمت ایزد غفار ناچیز وخاکسار اضعف الحاج والزوار متوقع افضال رب صمد آل محمد ابن فخر الحاج زائر صاحب معراج واہلبیت وعترت طاہرۂ رسول الثقلین سید اصغر حسین نقوی متوطن بلدۂ طیبہ امروہہ نے یہ چند اوراق درباب نماز خدائے بے نیاز تحریر کیے ہیں اور فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ اور حضرات اہلسنت والجماعت کی نماز میں فرق دکھایا ہے اور تہذیب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے تاکہ ناظرین بے تکلف ملاحظہ فرما سکیں اور انصاف کو ملحوظ خاطر عاطر رکھکر بلا جانبداری کسی فرقہ کے تجویز فرمائیں کہ صورت نماز کس فرقہ کی اچھی ہے اور اُسکو اختیار کریں اور حصول ثوبات اخروی سے بہرہ یاب ہوں ولما فرغت من تسوید ھذہ الرسالۃ سمیتھا بالجواھر المضیئہ فی الفرق بین صلوٰۃ الشیعۃ والسنیۃ الآن نشرع المقصود بعون اللہ الودود وھو الموفق والمعین وبہ نستعین ؁

خدائے تعالےٰ جل شانہ قرآن مجید میں فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ یعنی تم نماز کو برپا کرو۔ نماز ہر زن و مرد پر جو بالغ اور عاقل ہوں واجب ہے۔ نماز میں طہارت واجب اور ضروری ہے۔ طہارت دو چیز سے ہوتی ہے ایک خاک سے دوسرے پانی سے جو خالص ہو اور صاف ہو یعنی اُس میں کوئی شے ملی نہو۔ پانی سے غُسل (بالضم) بہ نیت ہوتا ہے اور غَسل (بالفتح) بے نیت ہوتا ہے اور وضو بھی پانی سے بہ نیت ہوتا ہے اور اگر پانی ضرر پہنچاتا ہو یا پانی میسر نہو تو بدلے پانی کے تیمم کرنا چاہیئے اور تیمم خاک سے ہوتا ہے

حق سبحانہ وتعالے قرآن میں فرماتا ہے ان لم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا یعنی اگر تمکو غسل
و وضو کو پانی میسر نہ ہو تو بدلے غسل اور وضو کے خاک پاک سے تیمم کرو۔ ان احکام پر فرقہ حقہ اثناعشریہ
کا عمل ہے ۔ اب عمل جناب عمر ابن خطاب خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت ملاحظہ فرمائیے۔ صحیح مسلم میں ہی
حدثنی عبداللہ بن ہاشم العبدی قال یحیی عن شعبۃ قال حدثنی حکم عن ذر عن
سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ ان رجلا اتی عمر فقال اجنبت فلم اجد ماء
فقال لا تصل یعنی حکم نے ذر سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص عمر ابن
خطاب کے پاس آیا اُس نے کہا کہ میں جنب ہوگیا اور مجھے غسل کے لیے پانی نہ ملا عمر نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھ
بعد اس کے اس حدیث کا آخر ٹکڑا یہ ہے فقال اما تذکر یا امیر المؤمنین اذ انا وانت فی سریۃ
فاجنبنا فلم نجد ماء فاما انت فلم تصل فاما انا فتمکعت فی التراب وصلیت فقال النبی
انہ یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ ثم تمسح بہما وجہک وکفیک انتہی ملخصہ عمار کہ
صحابی حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اے امیر المؤمنین تم کو آیا یاد نہیں کہ تم
اور میں دونوں ایک سریہ میں تھے اور دونوں جنب ہوگئے اور پانی نہ ملا تم نے تو نماز نہ پڑھی اور میں نے
مٹی اور خاک میں لیٹ کر اپنے بدن کو خاک آلودہ کیا اور نماز پڑھ لی۔ اسپر رسول خدا نے یہ بات سنکر فرمایا
کہ تجھے فقط اسی قدر کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارکر اور مٹی کو پھونک سے جھاڑکر اپنے چہرے
اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرتا سبحان اللہ خدا تو فرماتا ہے کہ اگر تم جنب ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک
مٹی سے بدلے غسل کے تیمم کرلو اور جناب عمر ابن خطاب برخلاف حکم خدا پانی نہ ملنے کی حالت میں یہ حکم دیتے ہیں
کہ جبتک تم کو پانی نہ ملے اور غسل ممکن نہو تو نماز خدائے بے نیاز کو چھوڑدو اور آیہ کریمہ من لم یحکم بما
انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون سے ذرا خوف نہیں کرتے۔ اس آیہ کریمہ کا صاف وصریح حکم ہی
کہ جو کوئی خلاف ما انزل اللہ حکم دے وہ کافر ہے اور یہ حکم جناب عمر ابن خطاب کا اُنکی خلافت کے
زمانہ کا ہے اور اہل سنت کی فقہ کا مدار انہی حضرت کے بیان پر ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا
لکھتے ہیں اور جناب فاروق کی فقہ کا یہ حال تھا کہ جناب والا فرماتے تھے من اراد ان یسئل
عن القرآن فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسئل عن الفقہ فلیات معاذ بن
جبل ومن اراد ان یسئل الفرائض فلیات زید بن ثابت ومن اراد ان یسئل عن
المال فلیاتنی فان اللہ تعالی جعلنی خازنا وقاسما خلاصہ یعنی جو شخص قرآن سے سوال
کرے تو ابی بن کعب سے سوال کرے اور جو کوئی فقہ سے سوال کرے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے

اور جو کوئی فرائض سے دریافت کرنا چاہے وہ زید ابن ثابت سے سوال کرے اور جو کوئی مال کی بابت سوال کرے وہ مجھ سے پوچھے وہ میرے پاس آکر دریافت کرے خدائے تعالٰے نے مجھے اسکا خزانہ دار اور بانٹنے والا مقرر کردیا ہے انشتے ملخصاً۔ یہ کلام صداقت انضمام ان والا مقام کا ملا علی متقی کی کنز العمال میں درباب رزق وعطایا کتاب الجہاد میں تحریر ہے اسکو تو ہر شخص خوب جانتا ہے کہ ہر انسان اپنے نفس کا بصیر ہے۔ جناب فاروق اعظم خلافت مآب جانتے تھے کہ اگر کسی نے ان اقسام علوم سے دریافت کیا تو میری بارگاہ سے اُس کو جواب نہ ملیگا اور میں عاجز ہونگا تو اس دردسر سے نجات پانے کی یہ تدبیر نکالی کہ اقسام علوم مذکورۂ بالا کو ان اصحاب جناب رسالت مآبؐ کے متعلق کردیا کہ انکے فہم فلک فرسا میں ان علوم کو ان سے زیادہ جاننے والے تھے اور اپنے لیے فرمادیا کہ مجھے مال کا خزانہ دار اُسکا بانٹنے والا بنایا ہے میں ان علوم کا جاننے والا نہیں ہوں۔ اس ارشاد صداقت بنیاد کو ان جناب کے دیکھکر مجھ کو حیرت پر حیرت ہے کہ پھر کس بھروسہ پر حسبنا کتاب اللہ فرمادیا تھا کہ ہمکو کتاب اللہ کافی ہے اور جناب رسولؐ خدا کو وصیت نامہ جو ضلالت سے ہر مسلمان کو بچاتا تھا نہ لکھنے دیا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ چونکہ اس جگہ نماز کا ذکر ہے تو ایک روایت متعلق نماز تحریر کرتا ہوں جس سے ثابت ہے کہ جناب ابن خطاب یہ نہ جانتے تھے کہ حضرت رسالت مآبؐ نماز عیدین میں کس کس سورت کو پڑھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے عن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب سال اباواقد اللیثی بما کان یقرء رسول اللہ فی الضحٰی والفطر فقال کان یقرا فیہما بقاف والقرآن المجید واقترب الساعۃ وانشق القمر۔ عبد اللہ راوی بیان کرتا ہے کہ عمر بن الخطاب نے ابو واقد لیثی صحابی رسول خدا سے دریافت کیا کہ وہ حضرت نماز عیدین میں کونسی سورتیں پڑھتے تھے۔ ابو واقد نے کہا قاف والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر انتہٰی ملخصاً اس سے ظاہر ہے کہ جناب متنازلیہ کبھی عہد کرامت مہد جناب رسولؐ خدا میں جماعت عیدین میں شریک نہ ہوئے ہونگے۔ اگر شریک ہوئے ہوتے تو ابو واقد سے یہ دریافت نہ فرماتے کہ رسولؐ خدا نماز عیدین میں کونسی سورتیں پڑھتے تھے۔ غالباً بازار کی دلالی میں شریک نماز ہونے کی فرصت نہ ملتی ہوگی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن ابو موسےٰ عمر ابن خطاب کے پاس گیا اور اذن دخول مکان طلب کیا حضرت عمر اُس وقت کسی کام میں مصروف تھے۔ جب جواب نہ ملا تو ابو موسےٰ چلا آیا جب اُنکو اُس کام سے فرصت ملی تو ابو موسےٰ کو بلایا۔ پوچھا تو کیوں چلا گیا۔ اُسنے جواب دیا کہ جناب پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے بے اذن کسی کے مکان میں نہ جاؤ۔ عمر نے کہا کہ اسکے گواہ لاؤ ابو موسےٰ

انصار کے پاس گیا۔ اُنہوں نے کہا ابوسعید خدری سے پوچھو۔ ابوسعید نے ابوموسے کی تصدیق کی اُس وقت عمر نے
کہا کہ یہ حکم رسول خدا مجھ پر اس سبب سے مخفی رہا کہ صفق بالاسواق نے مجھے سہو میں ڈالا تھا جیسا کہ انکے
کلام صداقت انضمام اخفی هذا علیّ من امر رسول اللہ الهانی بالصفق والاسواق بخاری نے
صفق بالاسواق کے معنی خروج برائے تجارت لکھے ہیں اور کہا ہے الخروج الی التجارة اور دلالی کو چھپا کر
خروج الی التجارة کہا ہے اور تجارت ہی کے متعلق دلالی ہوتی ہے۔ مگر دمیری نے حیوٰة الحیوان
میں صاف لکھدیا ہے کان ابوبکر بزازا وکان عمر دلالا بین البائع والمشتری یعنی ابوبکر تو بزازی
کا پیشہ کرتے تھے اور عمر دلالی کرتے تھے درمیان بائع ومشتری کے انکی کوشش ہوتی تھی اور اگر جناب والا
شریک نماز ہونگے تو یہ نہ سمجھ سکے ہونگے کہ قرآن کی یہ کونسی سورتیں ہیں کیونکہ اُنکو قرآن یاد نہیں تھا بارہ
برس میں بمشکل ایک سورۂ بقر یاد ہوئی تھی جیسا کہ سیوطی نے تفسیر اتقان اور درمنثور میں تحریر کیا ہے۔ ان
دو وجہوں کے سوا تیسری وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور کتب فقہیہ میں اہلسنت کی اکثر اغلاط انکی مذکور ہیں
جنکے لکھنے کو طویل دفتر درکار ہیں۔ پھر درباب تیمم یہ کیسے حکم دیتے۔ یہ اُس سے واقف ہی نہیں تھے۔ اور ان جناب والا
کی نماز کا حال سننے کے لائق ہے صحیح بخاری مطبوعۂ مصر کے صفحہ ۵۳ میں ہے قال عمر رضی اللہ عنہ
انا الجهز وانا فی الصلوٰة خلاصہ جناب فرماتے ہیں کہ میں نماز میں لشکر کی روانگی کے سامان کو
سوچا کرتا تھا۔ یہ حدیث ازالة الخفا کی دوسری جلد میں بھی ہے اور یہ دوسری حدیث اور بھی ازالة الخفا
کی اہل ہوش کے ملاحظہ فرمانے کے لائق ہے قال عمر انی لاحسب جزیة البحرین وانا فی الصلوٰة
جناب والا کا ارشاد ہے کہ میں نماز میں جزیۂ بحرین کا حساب کیا کرتا ہوں انتہے۔ اب اہل انصاف ارشاد
فرمائیں کیا ایسی نماز درگاہ باری تعالٰے میں مقبول ہوسکتی ہے؟ نماز میں شرط یہ ہے کہ اُسکا پڑھنے والا
باوضو ہو اور وضو پاک آب خالص سے ہوتا ہے۔ شیعہ آب مضاف سے وضو نہیں کرتے یعنی پانی
میں کچھ ملا ہوا نہ ہو خالص پاک پانی ہو مگر امام اعظم ابوحنیفہ اہل سنت کے نبیذ تمر یعنی شراب سے
وضو درست جانتے ہیں شیعوں میں وضو کی ترتیب اور موالات کی بھی شرط ہے یعنی پے درپے اسکے
افعال واقع ہوں شیعہ اوّل ہاتھ دھوتے ہیں اور متصل اسکے تین کُلّیاں کرتے ہیں اور فوراً انکے
متصل تین بار ناک میں پانی ڈالتے ہیں۔ یہ امور تو مسنون ہیں بعد اسکے فوراً وضو کی نیت کرکے مُنہ
دھوتے ہیں پھر فوراً ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتے ہیں۔ پھر وضو کی تری سے سر اور دونوں پاؤں کا
مسح کرتے ہیں۔ مُنہ کا دھونا اور ہاتھوں کا مع کہنیوں کے دھونا اور سر و پا کا مسح واجب ہے یہ عمل تو
شیعوں کا ہے اور سُنیوں کے امام اعظم موصوف بے ترتیب اُلٹا پلٹا وضو کرنیکا حکم صادر فرماتے

ہیں اور ہاتھ دھونے میں پانی انگلیوں کی طرف پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں فاغسلوا ایدیکم
الی المرافق ہے کہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں کی طرف دھوو۔ الی کے معنی طرف کے لیتے ہیں یہ نہیں جانتے
کہ یہ الی اس جگہ بمعنی مع ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوو یعنی کہنیوں سمیت ہاتھوںکو دھونے
میں کہنیوں کو بھی شامل کرو فقط ہاتھوں کے دھونے پر اکتفا نہ کرو۔ ایک بزرگوار اہلسنت نے فرمایا
ہاتھوں کی طرف پانی ڈالنے میں کہنیوں تک پانی اچھی طرح پہنچتا ہے ناچیز نے عرض کیا کہ اے صاحب
خدائے تعالےٰ نے ہاتھوں کی ترکیب نیچے لٹکے ہوئے بنائی ہے۔ جب پانی اوپر سے ڈالا جائیگا وہ خود
نیچے کو انگلیوں تک آئیگا نیچے سے اوپر پانی جانا کیسا یہ کیسی الٹی بات ہے آپ غسل اور نہانے کے
وقت بھی پاؤں کو بلند کرکے پانی گھٹنوں کی طرف جاری فرماتے ہونگے۔ یہ سنکر اس جلسہ کے حاضرین
ہنس پڑے اور سب نے فرمایا کہ کہنیوں کی طرف سے پانی ڈالنا صحیح ہے اور یہی سمجھ میں آتا ہے بعد ختم وضو
سر کا مسح کرتے ہیں اور پاؤں دھوتے ہیں خدائے تعالےٰ تو قرآن میں فرماتا ہے فاغسلوا وجوھکم
وایدیکم الی المرافق یعنی تم اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ پھر فرمایا ہی وامسحوا
برؤسکم وارجلکم الی الکعبین یعنی اپنے سروں اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرو۔ اہلسنت
مسح کی جگہ پاؤں دھوتے ہیں اور اگر کسی حیوان بیل۔ بھینسے۔ دنبہ۔ بکری کی گردن یا کمر یا پٹھے کے
چمڑے کی جراب پہنے ہوتے ہیں تو اسپر بعد سر کے مسح کرتے ہیں۔ احقر العباد بہت حیران ہے کہ
اہلسنت نے وامسحوا کے معنی عجیب قرار دیے ہیں کہ جب جراب پہنے ہوئے نہوں تو وامسحوا
کے معنی دھونے کے ہوتے ہیں اور اگر چمڑے کی جراب پہنے ہوں تو بمعنی وامسحوا بمعنی مسح ہو جاتا
ہے۔ خدا نے کب وامسحوا علی جلد الحیوان فرمایا ہے۔ **الحال** احقر العباد اذان کا حال مختصراً
عرض کرتا ہے۔ اذان وقت شروع نماز کہی جاتی ہے امامیہ اثنا عشریہ فرقہ کے نزدیک صورت اذان یہ
ہے کہ اوّل چار بار اللہ اکبر کہیں پھر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ دو بار کہیں۔ اسکے بعد اشھد
ان محمداً رسول اللہ دو بار کہے۔ بعد ازیں تیمناً و تبرکاً اشھد انّ امیر المؤمنین علیاً ولی اللہ
وصیّ رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل کہتے ہیں کبھی ایک بار اور کبھی دو بار۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ
اس فرقہ کے یہاں یہ حدیث منقول ہے من قال لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علیٌّ
امیر المؤمنین یعنی جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اسکو چاہیے کہ علی امیر المؤمنین
بھی ضرور کہے کیونکہ لام امر کا وجوب پر دلالت کرتا ہے لیقل میں امر ہے۔ اور لفظ امیر المؤمنین کو
اس کے لوازم کے ساتھ تیمناً و تبرکاً اذان میں کہتے ہیں نہ جزو اذان جانکر۔ اہلسنت کی کتابوں میں بھی

ذکر وحدانیت و ربوبیت خدا اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ امارت جناب علی مرتضےٰ کا ذکر
ہی علی ہمدانی اہلسنت کے عالم جلیل کی کتاب فردوس میں ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر
لوگ یہ جانتے کہ علیؑ کب سے امیر المومنین کے لقب سے نامزد ہوئے ہیں تو اُنکے فضل کا انکار نہ کرتے۔ علیؑ
اُس وقت سے اس لقب سے نامزد ہیں کہ حضرت آدمؑ کے پتلے میں روح نہ پھونکی گئی تھی جب روز الست
خدا نے ارواح اور فرشتوں سے خطاب کرکے فرمایا الست بربکم آیا میں تمہارا رب نہیں قالوا بلیٰ
سب نے عرض کیا تو ہمارا رب ہے تو خدا نے فرمایا انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم میں تمہارا رب
ہوں اور محمد تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں انتہےٰ ملخصۃً۔ اللہ رے شان عالی جناب ابو الحسن حضرت
حضرت مرتضوی کی کہ خدا نے جب اپنی ربوبیت بیان فرمائی تو اُس کے ساتھ حضرت ابو القاسم محمد مصطفےٰ صلعم
کی نبوت کا ذکر کیا اور اپنی ربوبیت اور جناب پیغمبر خدا کی نبوت کے ساتھ امارت حیدر کرار جناب علی عالی قدر
کو بھی بیان فرما دیا۔ اس سیاق سے ظاہر ہو گیا کہ جب ہم ربوبیت اور وحدانیت خدا اور نبوت حضرت
ختم الانبیا کا ذکر کریں تو امارت حضرت مرتضوی کا بھی ذکر کریں۔ یہ حدیث حذیفہ بن الیمان صحابی جلیل
رسول نبیل کے واسطے سے علی ہمدانی کی مودۃ القربےٰ میں مذکور ہے اور ایسا ہی دیلمی نے فردوس الاخبار میں
لکھا ہے۔ اس کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح دو مرتبہ اور حی علی خیر العمل
دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ اور پھر دو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ حی علی خیر العمل کے معنی یہ ہیں کہ
نیک کام اور اچھے عمل کی طرف آؤ۔ اہلسنت نے حی علی خیر العمل اذان میں سے ترک کر دیا۔ نور الدین بن
برہان الدین حلبی نے جو بڑے عالم اہلسنت کے ہیں انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں لکھا ہے ان
فی دولۃ بنی بویہ کانت الرافضۃ تقول بعد الحیعلتین حی علی خیر العمل و لما کانت دولۃ
السلجوقیۃ منعوا من ذٰلک وامروا ان یقولوا فی اذان الصبح بدل ذٰلک الصلٰوۃ خیر من
النوم و ذٰلک فی ثمان و اربعین و اربعمائۃ عن ابن عمر و علی بن الحسینؓ انھما کان یقولان
فی اذانھما بعد حی علی الفلاح حی علی خیر العمل۔ اسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ "حکومت بنی بویہ میں
رافضی لوگ اذان میں بعد حی علی الفلاح حی علی خیر العمل کہتے تھے جب سلجوقیوں کی حکومت ہوئی تو
اذان کہنے والوں کو حی علی خیر العمل کہنے کو منع کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل
کی جگہ الصلٰوۃ خیر من النوم کہو۔ یہ واقعہ ۴۴۸ھ ہجری کا ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ ابن عمر اور علی ابن الحسین
زین العابدین بعد حی علی الفلاح حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے" اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے مصنف میں یہ
ہے من کان یقول فی اذانہ حی علی خیر العمل ثنا ابوبکر ثنا حاتم عن اسمٰعیل عن جعفر عن

ابیہ و مسلم عن ابی حریم انّ علی بن الحسین کان یوذن فاذا بلغ حیّ علی الفلاح قال حیّ
علیٰ خیر العمل و یقول ھو الاذان الاوّل خلاصہ یہ راوی جنکے نام مذکور ہوئے بیان کرتے ہیں کہ
علیؑ ابن الحسینؑ اذان دینے میں جب حیّ علی الفلاح پر پہنچتے تھے تو بعد اسکے حیّ علیٰ خیر العمل کہتے تھے
اور یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ اذان اوّل ہی یعنی جو زمانہ جناب رسول خدا اور خلفاء کے عہد میں کہی جاتی
تھی اور علامہ مغلطائی نے تلویح شرح جامع صحیح میں کہا ہے وکان علی بن الحسین یقول حیّ علیٰ
خیر العمل فی اذانہ و یقول ھذا الاذان الاوّل یعنی علیؑ ابن الحسینؑ امام زین العابدینؑ اذان
میں حیّ علیٰ خیر العمل کہتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ اذان اوّل ہی یعنی عہد کرامت مہد جناب رسولؐ خدا
سے یہ لفظ چلے آتے ہیں اور احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی سروجی نے کتاب غایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے
قال البیہقی عن ابی امامہ رضہ عن علی بن الحسین زین العابدین رضہ انہ کان یقول فی
اذانہ اذا قال حیّ علی الفلاح حیّ علیٰ خیر العمل و یقول ھو اذان الاوّل خلاصہ یہ ہے کہ حضرت
علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ اذان میں بعد حیّ علی الفلاح کے حیّ علیٰ خیر العمل کہتے تھے اور فرماتے
تھے کہ یہ اذان اوّل ہے۔ یہ روایت اہلسنّت کے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ علاوہ بریں اور بھی
روایات اس قسم کی پیش کر سکتا ہوں۔ **الحاصل** بعد ثابت ہوجانے اس امر کے کہ جناب امام زین العابدینؑ
جو عترت و اہلبیت جناب رسول خدا سے ہیں اور جن سے تمسک کرنے کو حضرت رسولؐ خدا نے حدیث ثقلین میں
بڑی تاکید سے فرما دیا ہے وہ باوجود ہمہ جلالت شان اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل کہتے تھے اور اسکو اذان اوّل بتلاتے
تھے اسکا اذان سے نکالنا اور ۱۴ھ میں اسکی جگہ الصّلوٰۃ خیرٌ من النوم قائم کرنا جو عین بدعت ہے
کیونکر درست ہوگا اور جو الفاظ زمانہ حضرت رسولؐ خدا میں کہے جاتے تھے اُن کا ترک کرنا کب درست ہے۔ ہاں
یہ ہوسکتا ہے کہ گھر کی شرع ہے جو کچھ چاہا کرلیا۔ اگر اہلسنّت حضرت امام زین العابدینؑ کی وقعت اور شان عالی
اور اُنکا حضرت رسول ہونا قبول نہیں فرماتے تو عبد اللہ ابن عمر اپنے شہزادے کی وقعت شان ملاحظہ فرماکر
اس کلمہ کو اذان میں باقی رکھتے۔ اس کے معنی کیا اُن کے دل آزار ہیں۔ اے لوگو تم نیک عمل کرنیکو آؤ یعنی اگر
نماز پڑھو۔ اہل انصاف اس عبد ذلیل کی تقریر پر ذرا توجہ فرمائیں۔ انصاف اہل انصاف کے ہاتھ ہے۔
شیعوں کے یہاں نماز پڑھنے والے کے لیئے یہ شرط ہے کہ لباس اُسکا پاک ہو حریر محض یعنی سب ریشمین نہو اور
اشیائے طلائی مثل انگشتری و تعویذ وغیرہا کے نہ پہنے ہو مگر ابو حنیفہ کے نزدیک کتّے کی دباغت کی ہوئی
کھال پہنکر چاہے وہ چاہے کسی دوسری نجاست سے آلودہ ہو نماز جائز ہے۔ شیعہ بعد اذان و اقامت رو بقبلہ
کھڑے ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام یعنی اللہ اکبر کہتے ہیں اور خدا کی بزرگی کا اپنے کانوں تک

ہاتھ اُٹھا کر اسکا اشارہ کرتے ہیں اہلسنت کے امام اعظم ابوحنیفہ بغیر نیت نماز پڑھنے کا حکم صادر فرماتے
ہیں اور بجائے اللہ اکبر فارسی میں خدا بزرگ کہنا تجویز فرماتے ہیں اور اقتدا میں تکبیر اور تسمیہ یعنی
اللہ اکبر اور سورتیں پڑھنے میں بسم اللہ ترک کرتے ہیں حالانکہ ان کے ترک کرنے میں بمقام مدینہ
معاویہ پر صحابہ جناب رسول خدا نے نماز میں سرقہ کرنیکا اعتراض کیا تھا چنانچہ تفسیر کبیر میں
فخرالدین رازی نے تحریر کیا الحجۃ الرابعۃ ما رواہ الشافعی باسنادہ ان معاویۃ قدم
المدینۃ فصلی بہم ولم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم ولم یکبر عند الخفض الی
الرکوع والسجود فلما سلم ناداہ المهاجرون والانصار یا معاویۃ سرقت من الصلوۃ این
بسم اللہ الرحمن الرحیم واین التکبیر عند الرکوع والسجود الخ خلاصہ یہ ہے کہ شافعی نے
باسناد خود یہ روایت کی ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں آکر نماز جماعت پڑھائی۔ اس نماز میں نہ تو بسم اللہ
قبل سورہ پڑھی نہ تکبیر کہی یعنی رکوع اور سجود کے ساتھ اللہ اکبر کہا جب سلام پڑھکر نماز ختم کی تو جملہ
مہاجرین و انصار کی طرف سے ندا ہوئی کہ اے معاویہ تونے نماز میں چوری کی۔ کہاں ہے بسم اللہ اور
کہاں ہے تکبیر۔ اور شیعہ بعد تکبیرۃ الاحرام جو بعد نیت ہوتی ہے اپنے ہاتھوں کو زانو کی طرف لٹکا کر
نماز پڑھتے ہیں۔ کاتب الحروف سے جو ایک سنت جماعت بزرگوار نے ریل میں دریافت کیا کہ رافضی
ہاتھ کھولکر کیوں نماز پڑھتے ہیں؟ اس ناچیز نے فقط یہ مختصراً جواب عرض کیا کہ آپ شیعوں سے اس بات
کو کیوں دریافت فرماتے ہیں بلکہ اپنے امام مالک اور اُن کے مقلدین سے دریافت فرمائیے کہ تم شیعوں
کی طرح ہاتھ کھولکر کیوں نماز پڑھتے ہو؟ حضرات اہلسنت کو آج تک یہ امر تحقیق نہ ہوا کہ جناب سرور انبیاء
حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے اربعہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے یا ہاتھ باندھ کر
امام احمد ابن حنبل اور امام شافعی معدہ سے مختلف مقامات پر ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں امام اعظم
ابوحنیفہ اہلسنت کے زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں۔ اور امام مالک شیعوں کی طرح ہاتھ کھولکر نماز
پڑھتے ہیں اگر رسول خدا اور اُنکے خلفاء کی نماز کا طریقہ معلوم اور ثابت ہوتا تو سب ایک طرح نماز
پڑھتے۔ جب ثابت نہ ہوا جسکے جو دل میں آیا اُسی طرح وہ نماز پڑھنے لگا۔ بہر نوع ان چاروں طریقوں
میں ایک طریق صحیح ہوگا اور تین اماموں کا طریق غلط سمجھا جائیگا۔ اضعف العباد کی یہ تقریر سُنکر اُن
بزرگوار کو بجز اسکے کوئی جواب دینا ممکن نہوا کہ اسکو میں اپنے علماء سے دریافت کرونگا۔ شیعہ بعد
تکبیرۃ الاحرام بعد سورۂ حمد دوسری سورت مع بسم اللہ پہلی دو رکعتوں میں پڑھتے ہیں مگر اہلسنت کی
امام اعظم ابوحنیفہ ایک مختصر آیہ کا فارسی میں بجائے سورہائے قرآن ترجمہ تجویز فرماتے ہیں اور بے نیت

نماز شروع ہونا جائز جانتے ہیں۔ ترجمۂ فارسی کی مثال یہ ہے سورۃ الرحمٰن میں مختصر آیت مُدهَامَّتَان
ہے اس کا ترجمہ فارسی میں دو برگ سبز ہے۔ یہ ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے شیعہ بعد سورہ پڑھنے کے
رکوع کرتے ہیں۔ رکوع اہل اسلام سے مخصوص ہے۔ اور فرقوں میں رکوع نہیں مگر حضرت امام اعظم
بے رکوع کی نماز جائز جانتے ہیں۔ شیعہ قبل رکوع بعد قرائت سورہ قنوت پڑھتے ہیں حالانکہ قنوت
پڑھنا جناب رسول خدا کا ثابت ہے مگر اہلسنت قنوت نہیں پڑھتے۔ صحیح بخاری میں ہے حدثنا
مسدد قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا عاصم قال سالت انس بن مالك عن
القنوت فقال قد كان القنوت۔ قلت قبل الركوع او بعده قال قبله قال فان فلانا
اخبرني عنك انك قلت بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله صلى الله عليه
وسلم بعد الركوع شهرا یعنی عاصم سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک سے قنوت کی بابت دریافت
کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں قنوت ہے۔ میں نے کہا کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد۔ اُسنے کہا کہ رکوع
سے پہلے۔ میں نے کہا کہ فلاں شخص نے تمہاری زبانی مجھ سے یہ بیان کیا کہ قنوت بعد رکوع کے ہے۔ انسؓ نے کہا
کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے قریبًا ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھا ہے (ورنہ ہمیشہ
رکوع سے پہلے پڑھتے تھے) اور صحیح مسلم میں ہے عن ابی هريرة قال والله لاقربن بكم صلوة
رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان ابو هريرة يقنت في الظهر والعشاء الآخرة و
صلوة الصبح الحديث (یہی حدیث سُنن نسائی میں بھی ہے) یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے
(لوگوں سے) کہا کہ میں تمہیں جناب رسول خدا کی نماز بتاؤنگا (راوی حدیث ناقل ہے کہ) پس ابو ہریرہؓ
نماز ظہر اور نماز عشا اور نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے الخ۔ نیز صحیح مسلم میں ہے عن البراء بن
العازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقنت في الصبح والمغرب یعنی براء بن
عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نماز صبح و مغرب میں قنوت پڑھتے تھے۔ اور مسند امام حنبل میں ہے
حدثنا عبدالله حدثني ابي ثنا ابو معاوية ثنا عاصم الاحول عن انس قال سالته عن
القنوت اقبل الركوع او بعد الركوع فقال قبل الركوع قال قلت فانهم يزعمون ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قنت بعد الركوع فقال كذبوا انما قنت رسول الله صلعم
بعد الركوع شهرا الخ (عاصم سے مروی ہے کہ میں نے انس سے دریافت کیا کہ آیا قنوت قبل رکوع ہے یا
بعد رکوع انہوں نے کہا کہ قبل رکوع میں نے کہا کہ لوگوں کا تو یہ زعم ہے کہ رسول اللہ بعد رکوع کے قنوت پڑھتے تھے
انسؓ نے کہا لوگ جھوٹ بولتے ہیں رسول اللہ نے صرف ایک مہینہ تک بعد رکوع کے قنوت پڑھا ہے ورنہ ہمیشہ قبل رکوع کے

قنوت پڑھتے تھے۔ شیعہ اُس چیز پر سجدہ نہیں کرتے جس کو پہنتے ہیں یا عادۃً کھاتے ہیں۔ اہلسنت کپڑے پر جو پوشیدنی ہے سجدہ جائز رکھتے ہیں شیعہ درمیان دو سجدوں کے بیٹھکر استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ کہتے ہیں مگر اہلسنت کے امام اعظم سجدہ سے اس قدر سر اُٹھا کر کہ ہوا نکل جائے فورًا سجدہ میں سر رکھ دیتے ہیں جیسے کہ مرغی دانہ چگتی ہے شیعہ رکعت دوم و آخر نماز میں تشہد پڑھتے ہیں مگر امام اعظم کے نزدیک بغیر تشہد کے نماز جائز ہے۔ شیعہ آخر نماز میں تین سلام پڑھ کر نماز ختم کرتے ہیں۔ امام اعظم بجائے سلام گوز لگا نا نماز سے جدا ہونیکے لیے تجویز فرماتے ہیں احقر العباد یہ عرضہ پرداز ہے کہ اس رسالہ مختصرہ کے ناظرین یہ خیال نہ فرمائیں کہ رجمًا بالغیب کاتب رسالہ نے امام اعظم کے احکام نماز تحریر کر دیے ہیں اور جھوٹ بولکر اُن پر تہمت کی ہے قسم بخدائے عزوجل حقیر نے جھوٹ نہیں لکھا ہے اگر میں جھوٹا ہوں تو جھوٹوں کے حق میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کلام رب العالمین پڑھتا ہوں بلکہ جناب امام اعظم صاحب کی ایسی نماز حقیر نے کتب میں حضرات اہلسنت کے یہاں دیکھی ہے۔ اب یہ حقیر وہ عبارتیں ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور ہر فقرہ کا خلاصہ بھی کم علموں کے سمجھنے کو تحریر کرتا ہے۔ امام الحرمین ابو المعالی جوینی اہلسنت کے بڑے ذی مرتبہ عالم ہیں اور اُن کے فضائل طبقات فقہائے شافعیہ میں ابن جماعہ کی اور وفیات الاعیان اور مرآۃ الجنان وغیرہم کتب اہلسنت میں مذکور ہیں اپنے رسالہ مغیث الخلق فی اختیار الحق میں یہ تحریر کرتے ہیں۔ ان السلطان یمین اللہ ولہ وامین الملۃ ابا القاسم محمود سبکتگین کان علیٰ مذھب ابی حنیفۃ ملخص سلطان محمود سبکتگین مذہب ابو حنیفہ رکھتا تھا وکان مولعًا بعلم الحدیث اور مصروف رہتا تھا علم حدیث کے دیکھنے اور پڑھنے میں وکان ندمائہ وجلسائہ یسمعون الحدیث من الشیوخ بین یدیہ اس کے ہمنشین اور جلیس شیوخ کی حدیثیں روبرو سنتے تھے اور یہ جلسے ہوا کرتے تھے وھو یسمع وکان یستفسر الاحادیث اور وہ احادیث کو سنتا تھا اور انکی تفسیر بیان کرتا تھا فوجد الاحادیث اکثرھا موافقا لمذھب الشافعی۔ اکثر احادیث کو اُس نے مذہب شافعی کے موافق پایا فوقع فی خلدہ حبہ اور اُسکے دل میں محبت مذہب شافعی کی جاگزیں ہوئی فجمع الفقہاء من الفریقین فی المرو پس فقہائے مذہب شافعی و حنفی کو مقام مرو میں جمع کیا والتمس منھم الکلام فی ترجیح احد المذھبین علی الاخر اور اُن سے اس بات کا خواستگار ہوا کہ تم یہ بیان کرو کہ ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر کیا ترجیح ہے فوقع الاتفاق علی ان یصلی بین یدیہ رکعتین علیٰ مذھب الشافعی ورکعتین علیٰ مذھب ابو حنیفۃ اور اس بات پر اتفاق

واقع ہوا کہ دو رکعتیں مذہب شافعی کے موافق جو اسکے یہاں جائز ہیں اور دو رکعت موافق
مذہب ابو حنیفہ پڑھی جائیں لینظر فیہ السلطان و یتفکر فیہ تاکہ بادشاہ اُنکو دیکھکر
غور کرلے و یختار ما ھو احسن اور بعد غور جو طور اُس کو اچھا ثابت ہو اُس کو اختیار
کرلے۔ فصلّی القفال المروزی من اصحاب الشافعی بطھارة مُسبغة و شرائط معتبرة
من الطھارة والستر و استقبال القبلة واتی بالارکان والھیئات والسنن و
الآداب والفرائض علیٰ وجہ الکمال والتمام۔ قفال مروزی کہ جو اصحاب شافعی سے تھا
اُس نے دو رکعت نماز موافق مذہب شافعی پڑھی اور اُس میں طہارت اور اُسکی معتبر شرطوں
سے اور آگا پیچھا ڈھکنے اور استقبال قبلہ کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس کے ارکان اور صورت اور
سُنتیں اور آداب اور فرائض پوری پوری طرح سے ادا کیے وکان صلوٰة لا یجوز الشافعی
دونھا۔ اور یہ ایسی نماز تھی کہ اس نماز کے سوا کوئی اور صورت نماز کی شافعی کے نزدیک
جائز نہ تھی ثم صلّی رکعتین علیٰ ما یجوز ابو حنیفة بعد اس کے دو رکعتیں ایسی پڑھیں
کہ جو ابو حنیفہ کے نزدیک جائز تھیں فلبس جلد کلب مدبوغ و لطخ ربعہ بالنجاسة
اور دباغت کی ہوئی کُتّے کی کھال پہن لی اور اُسکے چہارم کو نجاست سے خراب کرلیا و توضأ
بنبیذ التمر اور انگور کی شراب سے وضو کیا وکان فی صمیم الصیف بالمفازة اور دھوپ
میں کھڑا ہوگیا فاجتمع علیہ الذباب والبعوض اور مکھیاں و مچھر اُس پر جمع ہوگئے وکان
وضوئہ معکوسا منکوسا اور اُلٹا پلٹا وضو کیا یعنی کبھی پاؤں دھوئے کبھی کلیاں کیں کبھی ہاتھ
دھوئے کبھی ناک میں پانی ڈالا کبھی مُنہ دھویا کبھی مسح سر کیا ثم استقبل القبلة پھر قبلہ کو مُنہ
کرکے کھڑا ہوا واحرم بالصلوٰة من غیر نیة واتی بالتکبیر بالفارسیة اور تکبیر الاحرام
بغیر نیت کے کہی اور وہ بھی الله بزرگ ترجمہ فارسی الله اکبر کا کہا ثم قرء اٰیة بالفارسیة
دو برگ سبز پھر بجائے دو سورہ ایک چھوٹی سی آیت مدھامّتٰن کا ترجمہ فارسی میں دو برگ سبز
پڑھا ثم نقر نقرتین کنقرات الدیک من غیر فصل و من غیر رکوع و تشھد پھر بغیر رکوع کے
اس صورت سے سجدے کیے جس طرح مرغی دانہ چُگتی ہے اور درمیان دو سجدوں کے کچھ فصل نہ کیا
اور نہ تشہد پڑھا و ضرط فی اٰخرہ من غیر سلام اور آخر میں نماز سے جُدا ہونیکے واسطے بجائے
سلام ایک گوز لگایا وقال ایھا السلطان ھٰذہ صلوٰة ابی حنیفة اور کہا کہ ابو حنیفہ کی یہ نماز
ہے فقال السلطان ان لم تکن ھٰذہ صلوٰة ابی حنیفة لقتلتک لان مثل ھٰذہ الصلوٰة

لا یجوز هاذو دین بادشاہ نے کہا اگر ایسی نماز ابو حنیفہ کی ثابت نہ ہوئی تو میں تجھ کو قتل کر دونگا اس وجہ سے کہ تو نے ابو حنیفہ کی نماز کے برخلاف نماز پڑھی وانکرت الحنفیۃ ان یکون ہذہ الصلوٰۃ ابی حنیفۃ اور حنفی لوگوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ نماز ابو حنیفہ کی نہیں ہے۔ وامر القفال باحضار کتب العراقیین اور قفال مروزی کا نے کتابیں منگائیں وامر السلطان نصرانیا کاتبا یقرء المذہبین جمیعا۔ اور بادشاہ نے ایک نصرانی کو اس واسطے مقرر کیا کہ وہ کتابوں کو پڑھے فوجدت الصلوٰۃ علی مذہب ابی حنیفۃ علی ما حکاہ القفال پس ان کتابوں میں وہ نماز ابو حنیفہ کی پائی گئی کہ جس طرح قفال مروزی نے پڑھی تھی فاعرض السلطان عن مذہب ابی حنیفۃ۔ پس بادشاہ نے ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی کا مذہب اختیار کر لیا انتہی ملخصاً۔ جب اہل سنت نے یہ رسالہ مغیث الخلق فی اختیار الحق امام الحرمین ابو المعالی جوینی کا درباب نماز امام اعظم ابو حنیفہ دیکھا تو اسکی فکر ہوئی کہ اگر ایسی نماز بتصدیق امام الحرمین لوگوں کو ثابت ہوئی تو مذہب و نماز امام اعظم کو نفرت کی نظر سے دیکھیں گے تو اس رسالہ کی تکذیب کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں کہ جس کو جواب رسالہ امام الحرمین خیال کیا ہے یہ تحریر کیا کہ یہ رسالہ مغیث الخلق امام الحرمین کا نہیں ہے میں از راہ حسن ظن یہ کہتا ہوں کہ اسکو کسی خارجی یا رافضی نے امام الحرمین کے نام سے لکھدیا ہے۔ عبارت اسکی یہ ہے یقول افقر عباد اللہ الغنی الباری علی بن سلطان محمد الهروی القاری رایت رسالۃ مصنوعۃ فی ذم مذہب السادۃ الحنفیۃ الذین ہم قادۃ الامۃ الحنفیۃ واکثر اہل الملۃ الاسلامیۃ وموضوعۃ فیہا اشیاء من اعجب عجاب التی تشیر ان قائلہا جاہل کذاب وہی منصوبۃ الی ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف الجوینی المشہور بامام الحرمین من اکابر علماء الشافعی وحسن ظنی بہ ان احد من الخوارج والروافضۃ بالآخر متنبہ ہو کر یہ کہا ہے کہ پہلے میرا گمان یہ تھا کہ یہ رسالہ امام الحرمین کے نام سے وضع کیا گیا مگر بالآخر میں نے بعض کتاب میں دیکھا کہ یہ رسالہ امام الحرمین کا ہے چنانچہ امام یافعی نے مرآۃ الجنان میں اسکا ذکر کیا ہے مگر اس نے اصل عبارت یافعی تحریر نہیں کی اور عبارت یافعی کی مرآۃ الجنان میں یہ ہے وہما ذکروا عن السلطان محمود ما ہو مشہور ومن فضل مذہب الشافعی معد ودما سیاتی الآن ذکرہ ویعلم منہ فضل لمذہب لمذکور وفخرہ قصۃ عجیبۃ مشتملۃ علی نادرۃ العربیۃ وہی ما ذکرہ امام الحرمین فحل الفروع والاصلین ابو المعالی

عبد الملک ابن الشیخ الامام ابی محمد الجوینی فی کتابہ الموسوم بمغیث الخلق فی
اختیار الحق ان السلطان محمود المذکور کان علی مذہب ابی حنیفۃ وکان مولعا
بعلوم الحدیث وکان الناس اوقال الفقہاء یسمعون الحدیث من الشیوخ بین یدیہ
وھو یسمع وکان یستفسر الاحادیث وھو اکثرھا موافق المذھب الشافعی فوقع
فی خلدہ حیہ فجمع الفقہاء الفریقین فی مرو والتمس منھم الکلام فی ترجیح احد
المذہبین علی الاخر۔ باقی عبارت مثل اس عبارت کے ہے جو ہم اول نقل کر آئے ہیں۔

یہ حالت تو اہلسنت کے یہاں مطلق فرادیٰ نماز کی ہے۔ اب نماز جماعت کا حال ملاحظہ
فرمائیے خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وارکعوا مع الراکعین یعنی رکوع کرنیوالوں کے
ساتھ رکوع کرو۔ اس میں یہ حکم ہے کہ با جماعت نماز پڑھو۔ خدا نے واسجدوا مع الساجدین
نہیں فرمایا کہ سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ سجدہ کرو۔ دیگر مذاہب و ملل میں بھی لوگ بتوں کو سجدہ
کرتے تھے اور کرتے ہیں اس لیے وارکعوا مع الراکعین کہا اور رکوع اہل اسلام کے یہاں مخصوص ہے
اور جماعت میں پیشنماز امام ہونا چاہیے امام کے لیے شرائط ہیں۔ مرد کے لیے مرد اور عورت کیلیے عورت
ہو۔ بالغ۔ غیر مجنون۔ صالح۔ عادل ہو۔ اُس سے باعلان منہیات صادر ہوتے ہوں۔ بد اعمال
مشہور نہ ہو۔ امراض متنفرہ میں گرفتار نہ ہو۔ صحیح قرأت کرسکتا ہو۔ مسائل نماز سے آگاہ ہو نظر مردم
میں محترم ہو۔ خلاف مروت اُس سے عمل سرزد نہوتے ہوں اور مثل اسکے کہ پیشنماز فوجی سپاہیوں
کے مانند کپڑے پہن لے اور راہ میں سر بازار راہ چلتے میں روٹی یا کسی پھل یا شکر وغیرہم کھائے
یا بازار میں ہرولہ کے مانند دوڑے اور مانند اسکے اُس سے افعال سرزد نہوتے ہوں اور فسق و
فجور اُس کا مشہور نہ ہو۔ یہ شرطیں پیشنماز کے واسطے فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک ضروری
ہیں مگر حضرات اہلسنت وجماعت ان شرائط کو پیشنمازی میں ہر شخص کے پس پشت ڈالکر چاہے وہ
کیسا ہی ہو بے تامل نماز پڑھ لیتے ہیں اور شرائط مذکورہ کا پیش نماز میں مطلق لحاظ نہیں کرتے احقر العباد
اس فکر میں تھا کہ اس بے احتیاطی کی کیا وجہ ہے تو ایک دن صحیح بخاری میں ایک حدیث ملی جو
کتاب بدو الاذان باب امامۃ مفتون والمبتدع میں ہے قال الحسن صل وعلیہ
بدعتہ اور حسن بصری نے کہا کہ پیچھے ہر فتنہ انگیز اور بدعت والے کے نماز پڑھ مواخذہ
بدعت کا بار اُس کی گردن پر ہے۔ اور اسی طرح عبد الرحمن نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے
روایت کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے انہ دخل علی عثمان رض بن عفان وھو محصور فقال

انّک امام عامّۃ ونزل بکَ ماتری ویصلّی لنا امام فتنۃ ونتحرج فقال الصّلوٰۃ احسن العمل فاذا احسن النّاس فاحسن معہم واذا اساؤا فاجتنب اسائتہم خلاصہ یعنی عبید اللہ عثمان بن عفان کے پاس گیا اور وہ اُن روزوں میں مقید اور محصور تھے اور کہا کہ اے عثمان تم کافۂ انام کے امام ہو اور ان روزوں میں تم ایسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو اور نماز جماعت کو نہیں پڑھا سکتے اور جو ہمارا امام جماعت ہے وہ شخص پُر فتنہ ہے۔ ہم سب اس سبب سے نماز جماعت کی شرکت سے بچتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں۔ یہ سنکر عثمان نے کہا نماز بہترین اعمال ہے پس جس وقت آدمی نیکی کریں تو بھی اُن کے ساتھ نیکی کر اور جس وقت وہ بُرے کام کریں اُس وقت تو اُن سے اجتناب کر یعنی پیچھے ہر نیکو کار اور بدکار کے نماز پڑھ لے۔ اگر امام بدکار ہے تو اُس کی بدی سے تجھ کو کیا غرض ہے انتہے ملخصۃً بدعت لغت میں اسکو کہتے ہیں کہ نئی چیز دین میں پیدا ہو اور رسول خدا کے زمانے میں اُس کا وجود نہ پایا جاتا ہو اور حدیث متفق علیہ ہے کلّ محدث بدعۃ وکلّ بدعۃ ضلالۃ سبیلہا الی النّار یعنی ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اُسکا راستہ دوزخ کی طرف ہے۔ پس اگر اہل بدعت کے پیچھے نماز درست ہے تو لازم ہوگا کہ جو شرابخوار اور زناکار اور لوطی ہو اُس کے پسِ پشت نماز جائز ہوگی۔ سُبحان اللہ! نماز جو عمدۂ ارکانِ ایمان ہے کیا مفاد قول خدا وارکعوا مع الرّاکعین یہ ہے کہ محدث اور اہل فتنہ کے پیچھے نماز پڑھیں اور مثوبات اُخرویہ حاصل کریں۔ کاتب الحروف ایک روایت عجیب وغریب درباب نماز جماعت حضرات اہلسنّت وجماعت اُنہی بزرگوار کی کتاب سے نقل کرتا ہے مُلّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے کان ابن مسعود وغیرہ یصلّون خلف الولید ابن عقبۃ بن ابی معیط وکان یشرب الخمر حتّی انّہ صلّی بہم الصّبح مرّۃ اربعا ثمّ قال ازیدکم فقال ابن مسعود ما زلنا فلت منذ الیوم فی زیادۃ۔ خلاصہ یہ ہے۔ ابن مسعود اور غیر اُسکے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز جماعت پڑھا کرتے تھے اور وہ شراب پیا کرتا تھا یہانتک کہ ایک روز ولید نے صبح کی نماز جماعت کی پڑھائی اور اُس کی چار رکعتیں پڑھیں اور یہ کہا کہ میں چار رکعت سے زیادہ اور پڑھاؤں۔ (مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۹۳)۔

اہلسنّت سے تعجب ہے کہ وہ اپنے یہاں ایسا حال نماز دیکھکر اہل تشیع کی کتب سے روایات نکالکر اور اُس کے ترجمہ میں غلط مطالب شامل کر کے ٹھٹھہ بازی کرتے ہیں اور اگر اظہار

اولاد رسول مختار پر تہمت لگاتے ہیں چنانچہ نصر اللہ کابلی اور ان کے کار لیسوں نے تہذیب الاحکام جناب شیخ طوسی سے یہ حدیث نقل کی ہے عن حسین بن سعید عن فضالہ عن معاویۃ بن عمار قال سالت ابا عبد اللہ ع عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فقال لا باس یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص نماز واجب میں عبث اپنے عضو تناسل سے بازی کرتا ہے حضرت نے فرمایا کچھ خوف نہیں انتہٰی۔ تو اس حدیث کے موافق خاص ایسے عضو مخصوص سے وقت مناجات حضرت ملک القدوس منصوص ہو کر تجویز ہو گئی شیخ طوسی نے ذکر و خصیتین سے نماز میں بازی کرنا باعث نقصان نماز نہیں جانا تجویز بازی ذکر و خصیتین کو حضرت امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا ہے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حدیث میں فقط لفظ عبث مذکور ہے اور عبث میں کوئی لذت نہیں ہوتی اور نیز اس حدیث میں خصیتین کا ذکر نہیں نہ ان سے بازی کرنا مذکور ہوا ہے۔ یہ فقرہ یاروں کا حاشیہ ہے۔ اب رہا مس ذکر تو اس کو اگر کوئی شخص کسی ضرورت میں مثل خارش یا کسی کیڑے کے از جملہ ہوام مثل چیونٹی چڑھ آنے کے مس کرے تو اس میں کیا نقصان؟ ذکر از جملہ اعضا مثل سر و گوش و بینی و سینہ و کمر و بازو ایک ٹکڑا جسم کا ہے پس اس کے مس کرنے میں کوئی شناعت لازم نہیں آتی اور کوئی دلیل شرعی اس کی ناجوازی کی قائم نہیں ہوتی۔ اگر کہا جائے منافی خضوع و خشوع ہے۔ تو خود خضوع و خشوع واجب نہیں۔ خضوع و خشوع نہ ہونے کی حالت میں بطلان صلوٰۃ نہیں ہوتا۔ اشباہ و نظائر میں ہے ولا یستحب اعادتہا ای الصلوٰۃ لترک الخشوع۔ شارح حموی نے اس کی شرح میں کہا ہے لا شک فی عدم بطلانہا مع عدم الخشوع یعنی ترک خضوع و خشوع سے عدم بطلان نماز متحقق نہیں اور اس باب میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ مس ذکر باعث بطلان نماز نہیں۔ اب ہم مس ذکر کو اہلسنت کی کتابوں سے مبطل صلوٰۃ نہ ہونا ثابت کرتے ہیں شرح مختصر وقایہ میں بابت مس ذکر درحالت نماز یہ مذکور ہے واما ما رواہ الجماعۃ عن ابن ماجۃ عن قیس بن طلق عن ابیہ عن النبی صلعم انہ سئل عن الرجل یمس الذکر فی الصلوٰۃ فقال ہل ہو الا بضعۃ منک قال الترمذی ہذا الحدیث احسن شیء یروی فی الباب واجیب بان المراد بالمس بحائل ورد بان تعلیلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یابی ذلک والبضعۃ بفتح الموحدۃ

القطعة من اللحم خلاصہ قیس ابن طلق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ
ایک شخص نے حضرت رسول خدا صلعم سے دریافت کیا کہ کوئی شخص اگر درحالت نماز
مس ذکر کرے اُس کے واسطے کیا حکم ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ٹکڑا اُس کے
جسم کا ہے۔ اور کتاب مجتبےٰ میں ہے عن عصمة بن مالك الحطمی کان من
اصحٰب النبیؐ ان رجلا قال یا رسول اللہ انی احتککت فی الصلوٰۃ
فاصابت یدی فرجی فقال النبیؐ وانا افعل ذالك انتہےٰ خلاصہ یعنی
ایک مرد نے جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے کھجایا ذکر اور
خصیتین کو پس میرا ہاتھ فرج پر پہنچا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ میں بھی ایسا کرتا ہوں۔
اور کنز العمال میں ابو درداء سے روایت ہے کہ اس سے درباب مس ذکر پوچھا گیا۔
جواب دیا کہ وہ تیرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ عن ابی الدرداء انہ
سئل عن مس الذکر فقال انما ھو بضعة منك انتہے ملخصۃً۔ پس جبکہ
ذکر مثل دیگر اعضاء کے ہے اور جناب رسول خدا صلعم سے بنفس نفیس آنجناب
درحالت صلوٰۃ اس کا مس کرنا اہلسنت کے یہاں مذکور ہے تو اس حدیث تہذیب الاحکام
پر کیا اعتراض لازم آتا ہے اور حدیث تہذیب میں یعبث مذکور ہے یلعب نہیں ہے
اور عبث خصیتین کا بھی حدیث میں پتہ نہیں۔ پس اہلسنت کا بازی ذکر و خصیتین
کا لکھنا خلاف دیانت ہے۔ اصل حدیث یہ ہے محمد بن علی بن محجوب عن العباس
عن معروف عن عبد اللہ بن مغیرۃ قال حدثنی ابو القاسم معاویۃ
بن عمار عن ابی عبد اللہ ع قال قلت له الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰۃ
المکتوبۃ قال ومالہ فعل قلت عبث بہ حتی مسہ بیدہ قال لا باس۔
انتہےٰ۔ عمارؓ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کوئی
شخص درحالت نماز واجب اپنے ذکر سے عبث کرتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کچھ ڈر نہیں۔
لفظ عبث اور لعب میں فرق ہے۔ اور عبث فعل بے فائدہ کو کہتے ہیں کہ اس میں لذت
نہ ہو چنانچہ سراج الوہاج میں مذکور ہے العبث وھو کل لعب لا لذۃ فیہ اور لعب
اُس کو کہتے ہیں کہ جس فعل میں لذت ہو چنانچہ اُسی کتاب میں مذکور ہے فاما الذی
فیہ لذۃ فھو لعب۔ بالآخر یہ کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے حسب ارشاد جناب

رسول امجاد بلکہ ان کا عمل دیکھکر جو اہلسنت کی کتب میں ہے مس ذکر کے بارے میں درحالت نماز لا باس فرما دیا۔ اہلسنت کو اس میں استحقاق اعتراض اور ٹھٹھہ بازی کا نہیں ہے۔
اور اہلسنت کے یہاں تو یہ امر جائز ہے کہ اگر درحالت نماز ذکر میں خیزگی پیدا ہو اور شہوت اس درجہ کو غالب ہو جائے کہ منی نصف ذکر تک آجائے تو نمازی کو چاہیے کہ اپنی ذکر کو ہاتھوں میں اُس وقت تک پکڑے رہے کہ سلام نماز کا ختم کر دے تاکہ منی درحالت نماز خارج نہ ہو۔ چنانچہ شیخ الاسلام محی الدین نواوی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے لو صار المنی فی نصف الذکر وھو فی صلوٰۃ فامسک بیدہ اعلی الذکرہ فوق حائل فلم یخرج المنی حتٰی سلم من صلوٰتہ صحت صلوٰتہ فانہ ما ذال متطہرا حتیٰ خرج انتہٰی۔ حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور منی درمیان ذکر آجائے اپنے ہاتھ سے امساک کر لے اور فوق حائل کو پکڑے رہے تاکہ منی خارج نہ ہو اور اس قدر تھامے رہے کہ نماز ختم ہو جائے۔ نماز اُس کی صحیح ہے کیونکہ وہ پاک رہا ہے اس وقت تک کہ نماز سے خارج ہوا انتہٰی۔
اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں لکھا ہے قیس بن طلق نے اپنے باپ طلق بن علی سے روایت کی ہے کنت جالسا فی مجلس فیہ عمار بن یاسر فسئل عن مس الذکر فی الصلوٰۃ فقال ما ھو الا بضعۃ منک۔ حاصل یہ ہے کہ عمارؓ بن یاسر سے دریافت کیا گیا نماز میں مس ذکر جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیا کہ وہ ایک ٹکڑا تمہارے بدن کا ہے۔ اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ قیس بن طلق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ قال رجل یا رسول اللہ یتوضأ احدنا اذا مس ذکرہ فی الصلوٰۃ قال ھل ھو الا منک او بضعۃ منک۔ اور کنز العمال میں جو تبویب جمع الجوامع سیوطی سے منقول ہے ان رجلا قال یا رسول اللہ ان احدنا یکون فی صلوٰۃ فیحتک فتصیب یدہ ذکرہ قال فذکرہ لا بأس بہ انہ کبعض جسد لہ حب ای رواہ ابن حبان فی صحیحہ تو اس حدیث میں بھی جناب رسول خداصلعم نے درحالت صلوٰۃ مس ذکر کو ناجائز نہیں فرمایا بلکہ لا باس فرما دیا کہ اس میں کچھ نقصان نہیں۔
شاہ سلامت اللہ نے معرکۃ الآرا میں بتقلید شاہ عبد العزیز صاحب

تحفہ اثنا عشریہ یہ تہمت کی ہے کہ " بالجملہ سخن ہمانست کہ چونکہ طائفہ شیعہ در پردہ تشیع و ولائے اہلبیت خود را مخفی و مستور ساختہ رخنہا در ابنیہ دین متین انداختہ انداز ایں قبیل امور مستہجنہ کہ عند الشرع والعقل والطبع اختلاف ندارند محجوب نمی شوند بے محابا روایت می کنند چنانچہ بازی کردن ائمہ معصومین با ذکر و خصیتین در عین نماز کہ مقام قرب و حضور معبود حقیقی و حالت مناجات با عالم السر والخفیات است در صحاح ایں طائفہ موجود و در بر کشیدن مصلی زن خوشرو را در خلال نماز تا آنکہ نعوذ پیدا شود و کردن سر ذکر محاذی سوراخ فرج زن چندانکہ سیلان مذی او الے الساق والقدم اتفاق افتد و وضو و نماز ہر دو بحال خود صحیح و سالم باشد کما صرح بہ صدوق الشیعۃ وشیخ الطائفۃ خود مشہور است در کتب امامیہ مسطور "۔

جواب عرض کیا جاتا ہے کہ شاہ سلامت اللہ نے چند افترا امام پر کیے ہیں حالانکہ حدیث میں کچھ بھی ان کا اثر نہیں پایا جاتا۔ اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ پہلی تہمت اپنی آغوش میں زن خوشرو کا در حالت صلوٰۃ بجائے ضم دختر صغیرہ بالغہ تجویز کرنا۔ دوسری تہمت بسبب ہم آغوش کرنے زن خوشرو کے نعوذ پیدا ہونا تیسری تہمت سر ذکر کو محاذی سوراخ فرج زن کرنا۔ چوتھی تہمت بہ سبب خیستر گی و محاذی فرج زن ذکر کرنے سے سیلان مذی ہونا جو ساق یا ٹک جاری ہو جائے۔ کتاب وافی اور تہذیب الاحکام چند تا مطابع کی چھپی ہوئی و نیز قلمی چند در چند موجود ہیں ان میں ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں یہ امور ہرگز مذکور نہیں محض افتراء لکھے گئے ہیں۔ اصلی حدیث وافی میں یہ ہے کہ عن مسمع قال سالت ابا الحسن فقلت اکون اصلی فتمر بی الجاریۃ فربما ضممتها الی قال لاباس۔ نہ تو اس میں کہیں بوس و کنار کا ذکر ہے نہ اور افترا کا کیونکہ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ مسمع راوی نے امامؑ سے دریافت کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوتا ہوں کبھی جاریہ یعنی دختر صغیرہ غیر بالغہ میرے پاس سے گزرتی ہے میں اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث سے بس یہی ثابت ہے کہ اگر نمازی دختر صغیرہ نابالغہ کو در حالت نماز اپنی طرف کھینچے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ اس لیے کہ راوی نے امامؑ سے فقط در حالت نماز

اپنی طرف کھینچنے کی بابت سوال کیا تھا- اور جاریہ لغت میں دختر صغیرہ غیر بالغہ کو کہتے ہیں-

مجمع البحار میں ہے الجارية من النساء من تبلغ الحلم یعنی جاریہ وہ عورت ہے کہ جو ابھی بحد بلوغ نہیں پہنچی - اور مجمع البحرین میں ہے کہ الجارية من النساء من لم تبلغ الحلم- اور صراح میں ہے جارية بینة الجراية بالفتح والكسر والجراء كذلك دختر خورد- اور صحاح جوہری میں ہے وجارية بينة الجراية بالفتح والجراء والجراء ايضا فيه وقولهم كان ذلك في ايام جريائها بالفتح ای صباحا- اور مہذب الاسماء میں ہے الجارية کنیزک وکشتی رواں اور دستور الادب میں ہے کہ الجارية آفتاب وکنیزک وکشتی- پس معنی حدیث کے یہ قرار پاتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور میرے قریب ایک لڑکی صغیرہ نابالغہ آجاتی ہے میں اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں- حضرت امام ؑ نے فرمایا کہ اس میں کوئی قدح نہیں ہے- اور صحیح بخاری میں تحریر ہے حدثنا عبد الله ابن يوسف قال اخبرنا مالك عن عامر ابن عبد الله بن الزبير عن عمرو ابن سليم الزرقي عن ابي قتادة الانصاري ان رسول الله صلعم كان يصلي وهو حامل الامامة بنت زينب بنت رسول الله ولابي العاص بن ربيعة بن عبد الشمس فاذا سجد وضعها واذا قام حملها- اور صحیح مسلم میں ہے حدثنا يحيى بن يحيى قال قلت لمالك حدثك عامر ابن عبد الله بن الزبير عن عمرو بن سليم الزرقي عن ابي القتادة ان رسول الله كان يصلي وهو حامل امامة بنت زينب بنت رسول الله ص ولابي العاص بن ربيعة بن عبد شمس فاذا قام حملها واذا سجد وضعها قال يحيى قال نعم- ان دونوں روایتوں کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نماز پڑھتے تھے امامہ زینب کی بیٹی جو رسول خدا کی نواسی تھی اور ابو العاص کے نطفہ سے تھی اُٹھائے ہوئے تھے بحالت نماز جس وقت سجدہ کرتے تھے تو جدا کر دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے تو پھر اُٹھا لیتے تھے اور یہ روایت موطائے مالک جمع بین الصحیحین حمیدی و مسند احمد ابن حنبل و سنن ابی داؤد سجستانی و سنن نسائی

ومصابیح ومشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے۔ بخوف طوالت ان کا لکھنا ترک کیا۔ من شاء فلیرجع الیھم۔

اور جبکہ ان حدیثوں سے اُٹھانا اور ضم کرنا اک کم سن لڑکی کا کہ جو بحد بلوغ نہ پہنچی ہو درحالت نماز فعل جناب رسول خدا صلعم سے ثابت ہوگیا اور جواز اس کا اہل ہوش پر منکشف ہوا تو اگر امام علیہ السلام نے فعل رسولؐ سے اس امر کو مستنبط کرکے قسم جاریہ نابالغہ کے لیے درحالت نماز لا باس ارشاد فرمادیا تو پھر کیونکر استہزاء اور ٹھٹھہ بازی اور تمسخر یہ لوگوں کو جائز ہوگا اور یہ استہزاء اہل علم کے لیے خلاف تہذیب ہے۔ اور انکی شان کے شایاں نہیں۔

افسوس ہے

کہ

حضرات اہلسنت اپنی روایات سے بھی آگاہ نہیں اور افعال اور اقوال ان جناب کے جو ان کی معتبر کتابوں میں منقول ہیں اسی کی مانند جو فرقہ حقہ امامیہ اثناعشریہ کی کتابوں میں پائے ہیں تو الفاظ استہزاء اپنی زبان پر بے محابا جاری کردیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر کسی شیعہ نے ہماری کتب سے اس امر کو ثابت کردیا کہ جس پر ہم تمسخر یہ اور استہزاء کر رہے ہیں تو بالآخر باعث خجالت ہوگا۔

اب ہم بابت بوس وکنار کے درحالت نماز جواب تحریر کرتے ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ حدیث وافی اور استبصار میں یہ امر مذکور نہیں اور سوائے اس حدیث کے جو ہم قبل ازیں مذکور کر آئے ہیں اور ہمارے مخالف اس سے استدلال کرتے ہیں کوئی دوسری اور حدیث جو ان کے اعتراض کی تائید کرے ہرگز ان ہر سہ کتاب وغیرہ دیگر کتب شیعہ میں مذکور نہیں ہے چونکہ ہمارے مخالف نے بے سند تہمت بوسہ کی ہے تو ہم کو اپنے مخالف کی کتب سے چند روایات جو حیرت برحیرت کے لائق ہیں اُنہی کی معتبر کتابوں سے لکھنی ضرور ہوئیں اگر ہمارے مخالف حیا کو کام فرمائیں گے تو اُن کو شرمندہ ہونا بہت ضرور ہے۔

ابن ہمام کی فتح القدیر میں مذکور ہے۔ ولو قبل المصلی ولم یشتھھا لم تفسد الصلوٰۃ

کذا فی الخلاصہ۔ اگر درحالت نماز کوئی بوسہ لے اگر اشتہانہ ہو تو نماز اُس کی فاسد نہیں ہوتی۔ اور سراج وہاج میں مذکور ہے وعن ابی یوسف اذا کان ھی تصلی فقبّلہا لاتفسد صلوٰتھا لعدم الفعل منہا انتہیٰ خلاصہ یہ کہ جس وقت کوئی عورت نماز پڑھتی ہو اور اُس کا بوسہ کوئی مرد لے تو اُس کی نماز بسبب اس کے عدم فعل کے فاسد نہ ہوگی۔ اور فرج زن کی طرف بہ نیت خیزگی درحالت نماز و مناجات خالق الارض والسّموات دیکھنا اہل سنت کے یہاں جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے لو رأی فرج المطلقۃ رجعیا بشہوۃ یصیر مراجعا و لا تفسد فی روایۃ وھو المختار خلاصہ اگر مصلی طرف فرج عورت کے کہ اُس کو طلاق رجعی دیا ہو بشہوت و خیزگی دیکھے اور باوجود خیزگی و شہوت اس نظربازی سے نماز اُس کی فاسد نہیں ہوتی ہے۔ اور یہی حکم مختار کا ہے۔

اب ہم ایک اور عبارت اہلسنت کے یہاں سے نقل کرتے ہیں کہ جس سے باوصف شہوت و خیزگی درحالت نماز بوسہ لینے کا جواز اور بوسہ تو کیا بلکہ عورت سے جماع فیما دون الفرج بغیر انزال جائز ہے اور یہ فتوےٰ چند علمائے اہلسنت کا ہے۔ بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں درمیان فعل کثیر چند اقوال منقول ہیں اور بعد انکے یہ عبارت منقول ہے۔ واما قولھم لو قبّل المصلی امرأۃ بشہوۃ او بغیر شہوۃ او مسّہا بشہوۃ فسدت فینبغی تفریعہ علی القول الاصح وکذا علی قول من فسر العمل الکثیر بما یستقبحہ المصلی واما اذا اعتبار ما یفعل بالیدین او بما تکرر ثلثا فلا وھو مما یضعفہما کما لا یخفیٰ وکذا لو جامعہا فیما دون الفرج من غیر انزال بخلاف النظر الی فرجہا بشہوۃ فانّہا لا یفسد علی المختار کما فی الخلاصۃ انتہیٰ۔ جو کچھ کہ بعض علمائے علمائے امامیہ میں سے بعد نقل اس عبارت کے ارشاد فرمایا ہے حقیر اُس کا خلاصہ نقل کرتا ہے۔ ملاحظہ سے اس عبارت کے یہ امر واضح ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے اگرچہ بشہوت ہو فساد صلوٰۃ متفرع نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کے قول پر کہ فعل کثیر کو بمعنی اصح عند صاحب بحرالرائق او بما یستقبحہ المصلی تفسیر کرتے ہیں اور جو لوگ کہ فعل کثیر کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ جو دونوں ہاتھوں سے کام کیا جائے یا بار بار واقع ہو یا تین بار واقع ہو۔ پس یک بار بوسہ زن لینے سے ان کے قول پر فساد صلوٰۃ

لازم نہیں آتا بلکہ اس کا جواز ان کے قول سے واضح ہے اور قول صاحب بحر الرائق کذا لو جامعہا سے بھی مانند آفتاب نیمروز تاباں ہے کہ فساد صلوٰۃ مقاربت زن فی ما دون الفرج بدون انزال ہونی قول اول پر لازم آتا ہے اور ہر دو قول اخیر پر فساد صلوٰۃ بدون انزال لازم نہیں۔

پس جائے ملاحظہ ہے اور نہایت غور کے قابل ہے کہ کس قدر فراخی نمازی کو مقاربت نسن اور جماع فیما دون الفرج درحالت نماز اک جماعت فقہا کے اقوال پر اہلسنت کے لیے جائز ہوگئی۔ سبحان اللہ! نماز جو اعظم ارکان دین ہے اُس میں جماع کیا لطافت رکھتا ہے البتہ بیان اور دیکھنا اس مسئلہ کا اکثر مایوسین کے لیے واسطے تقویت قوت باہ مانند معجون فلاسفہ ولبوب کبیر ونذعونی صغیر ودیگر معاجین باہیہ ہے۔ اور تعجب نہیں کہ جوانان بے زن کو یہ مسئلہ دیکھکر احتلام واقع ہو جائے۔ وھذا اما اوردنا فی ھذا الاوراق والحمد للہ علیٰ منزل الارزاق والصلوٰۃ علیٰ محمدؐ المصطفیٰ راکب البراق وعلیٰ وصیہ وخلیفتہ علیؑ المرتضیٰ دافع الکفر و الشقاق وعلیٰ آلہ وعترتہ معدن العصمۃ و الاخلاق صلوات دائمۃ الیٰ یوم التلاق

تمام شد

تمام حقوق رسالہ ہذا بحق مطبع محمڈن پرنٹنگ ورکس دہلی محفوظ ہیں۔

فہرست کتب

قرآن مجید مترجم :- اسکے بین السطور میں عام فہم اُردو ترجمہ "ضیاء القرآن" درج ہے جس سے بہتر با محاورہ اور لفظی ترجمہ اب تک نظر سے نہیں گزرا۔ حاشیہ پر نہایت مؤثر اور مجرب عملیات قرآنی مسطور ہیں۔ کاغذ سفید اور مضبوط ہے۔ تقطیع ۲۲×۲۹ ہدیہ صرف ۸؍ ۔ جلد چرمی عـہ

جامع عباسی بست بابی :- اُردو میں فقہ کی بے مثل کتاب ہے جس کی ضرورت ہر شیعہ کو ہر وقت رہتی ہے **قیمت** ۱؍

صحیفۃ المومنات :- ایک باعلم خاتون معظمہ نے عام فہم اُردو زبان میں بطور مثنوی اپنی ہم مذہب مستورات اور بچیوں کی تعلیم کے لیے پوری تفصیل کے ساتھ اصول دین نظم فرمائے ہیں جس کے آخر میں ایک قصیدہ غرا جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کی شان میں عرض کیا ہے۔ یہ کتاب کالب ویدی نہیں بلکہ قابل قدر ہے۔ **قیمت** ۲؍

سبع سیارہ :- یعنی جناب امیر المومنین یعسوب الدین غالب کل غالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سات منظوم معجزے **قیمت** ۲؍

توحید الائمہ :- اس کتاب میں جملہ مذاہب دہریہ۔ مجوس۔ یہود۔ عیسائی ہنود اور سواد اعظم کی توحید سے مقابلہ کرکے دکھایا گیا ہے کہ ائمہ اہلبیت نے توحید کی تعلیم کس نہج پر دی ہے۔ **قیمت** ۱؍

فضائل مرتضوی نظم و نثر :- فضائل جناب امیر میں مشہور اور مقبول کتاب ہے قیمت ۱؍

فضائل مرتضوی کلاں :- اگر آپ کو جناب امیرؑ کے فضائل سے سرور قلب حاصل ہوتا ہو تو اس کتاب کو ضرور مطالعہ فرمائیے۔ **قیمت** عـہ ۱۲؍

تصویر کربلا :- کربلائے معلےٰ کی مفصل تاریخ ہے۔ **قیمت** ۷؍

نیرنگ فصاحت :- جناب امیر المومنین کے خطبات یعنی کتاب مستطاب نہج البلاغہ کا اُردو ترجمہ **قیمت** للعہ

قضایائے امیر المومنین :- جناب امیر المومنینؑ کے وہ فیصلے جن میں خلفائے ثلثہ عاجز رہے اور مجبور ہو کر جناب امیر سے رجوع کرکے فیصلے کرائے **قیمت** ۸؍

نوحہ جات متین جلد کلاں :- نہایت نئی نوحوں کا مجموعہ **قیمت** ۶؍

ملنے کا پتہ - منیجر مطبع محمڈن پرنٹنگ ورکس دہلی

انا مدینۃ العلم و علی بابہا

الحمد للہ کہ رسالہ مسعود و محمود یعنی رسالہ مولود موسومہ

شعر ملا کاشی علیہ الرحمہ

مطلب از انشاے کتب خاص صحیفہ یاد تو بود ۞ ورنہ تشخص لامکان را خانہ کے باشد روا

در مقصود

مصنفہ جناب شاہ محمد تقی صاحب جعفری اثنا عشری ابن جناب شاہ رضا علی صاحب نواسہ جناب سید اولاد علی صاحب کاشی و داماد جناب شاہ تیم الحسین صاحب طاب ثراہ اعلی اللہ مقامہ

باہتمام احقر الکونین کاظم حسین خان بماہ نومبر ۱۹۲۸ء

مطبع کاظمی پریس واقع جونپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

حمد کے سزادار وہ معبود ہے جسکی صنعت و کاریگری ہر جگہ موجود ہے سب کو جوڑا بنایا لیکن
خود فرد ہی لاریب وہی خالق ہر زن و مرد ہے مٹی سے طرح طرح کی صورت بنائی ہے رنگ
و روپ بخشا ہے گویائی عطا فرمائی ہے عجیب اوسکی ذات ہے انسان خاک کا پتلہ ہے مگر
اشرف المخلوقات ہے رزاق ہر نیک و بد ہے اوسکی وحدانیت کا قایل ہر دام و دد ہے
الغرض حمد و ثنا سے مستغنی ایزد پاک ہے مخبر صادق کی زبان پر جاری کلمہ ماعرفناک ہے - اور
نعت کے قابل وہ سید و سردار ہے جو حامی روز شمار ہے جس نے آسمان پر معراج پائی
ہے جسنے آگاہ ساری خدائی ہے ؎

دوان در رکاب کہ جبرئیل رفت | کہ حکمش تبوریت و انجیل رفت
کہ پا بر سر ماہ و خورشید زد | کہ بر سیم و زر سکہ جاوید زد
شد از شان او شوکت کفر پست | ہیلاد او قصر کسری شکست

توصیف رسول مین لب کھولنا محال ہے زبان گویا اس جگہ لال ہے ؎

درود ے سزایش نداری بیا | زمین ادب بایدت بوسہ داد

او منقبت کے لایق وصی خیر الانام ہے جو رکن رکین دین خلایق کا پہلا امام ہے جس نے

دوش رسول پر عروج پایا اہل اتی اجسکی شان مین آیا ہے
نکرتے علم گر علی ذوالفقار
نپاتا کبھی دین احمد قرار
کافرون کو جہان پایا ہلاک کیا خانۂ کعبہ کو بتون سے پاک کیا ہے

زتکریمش بنی آدم مکرم
بہ تعظیمش قد ہفت آسمان خم
زتقدیسش دل قدسیان شاد
زنامش کام جانہا عشرت آباد
زبانش مظہر آیات تنزیل
طواف درگہش معراج جبریل

عجب اوس در گران مایہ کی ذات ہے اس جگہہ لب کھولنا چھوٹا مونھ بڑی بات ہے
سپاس و سلامی سزاوار او
بر و یاد و بر آل اظہار او

اما بعد

اس ہیچدان ژولیدہ بیان سراپا عجز و انکسار شاہ محمد تقی متخلص مہر معروف نثار کو عرصہ سے خیال تھا کہ ایک کتاب مختصر حالات ولادت باسعادت حضرت علی ابن ابیطالب اسد اللہ الغالب مین تحریر کرے دامن مراد گوہر مقصود سے بھرے ایک روز اس کا تذکرہ آیا میرے رفیق و مہربان مرزا محمد جان صاحب مرحوم نے باصرار فرمایا کہ ضرور تحریر کیجیے دوستون کو تحفہ دیجیے توشۂ آخرت ہمراہ لیجیے اونکا کہنا مجھے جان سے بہا یا بہت ہی پسند آیا کہ واقعی دنیا فانی ہے سب قصہ و کہانی ہے کب کسی کو ثبات ہے بلاشبہہ یہ رسالہ میرے لئے باقیات الصالحات ہے اس خیال نے مجھے بے خود بنایا ہزار ہزار شکر کہ یہ گوہر بے بہا ہاتھ آیا اگر مومنین و شائقین سخن اس مین کسی جگہہ غلطی پائین امید کہ مزین باصلاح فرمائین خدایا جب تک اس رسالہ کو ہر ایک پڑھے ہو لیے چلے شجر بڑھے ابر آئے مہ برسائے غنچہ و گل تازگی پائین شجر کو ثمر ہاتھ آئین و نسیم سحری بھی اوس زمانہ تک یہ رسالہ آفات ......

دستمادی سے محفوظ رہے آمین ثم آمین ۔

حمد بے پایان کے وہ شایان ہے جس نے ہمکو امت محمد مصطفیٰ سے فرمایا اور تعریف کے قابل وہ خدا ہے جس نے ہمین غلامان علی ابن ابیطالب سے بنایا اور شکر کرتے ہین اوس خدائے جلیل کا جسنے ذکر فضیلت علی کو باعث ہماری مغفرت و نجات کا کیا اور فدا ہو جئے اوس اکرم پر جس نے محبت علی کا حکم عام دیا ۔ خوشا حال اوس نیک خصال کے جو بخواہش تمام فضائل و مناقب جناب امیر علیہ السلام سماعت فرمائین جن کے اوصاف ہر صحیفہ مین نظر آئین جو ممدوح پروردگار ہے جسکی بزرگی توریت و انجیل سے آشکار ہے جسکا ذکر قرآن مبین مین فرمایا سورہ ہل اتی جسکی شان مین آیا و دستدار خدا شجاع یکتا موجب کائنات ہے جسکی پیدائش سے ظاہر یہ بات ہے کہ ساری دوستدار رسول مختار اور محبان آئمہ اطہار ہدایت پائین منکرین و بعدین امیرالمومنین دوزخ مین جائین ؎

کہ حق جان نبی خواندش بہ قرآن	نباشد جز ثنائے شاہ مردان
وز و مخصوص نص ہل اتی اوست	زحق ممدوح مدح لافتا اوست

کتاب روضۃ الواعظین اور ارشاد القلوب شیخ مفید علیہ الرحمہ اور بحار الانوار وغیرہ مین مذکور ہے اور مقتل ابو مخنف مین بھی مستور ہے کہ جناب حیدر کرار صاحب ذوالفقار نے خانہ کعبہ مین ظہور فرمایا عالم کو اپنے نور سے پرنور فرمایا نہ قبل ولادت باسعادت نہ بعد پیدائش امام علیہ السلام کے کوئی خانہ کعبہ مین پیدا ہوا فقط اسد اللہ برج حمل سے ہویدا ہوا حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ شرف مخصوص جناب امیر کو دیا ہر ایک مین معزز و ممتاز کیا تاریخ ولادت مین مختلف روایتین مشہور ہین مثل ابو مخنف وغیرہ مین مذکور ہین کہ تیرھوین رجب یوم جمعہ کو جناب امیر خانہ کعبہ مین پیدا ہوئے اور ایک روایت مین وارد ہے کہ ساتوین شعبان کو برج حمل سے

ہویدا ہوے اور ایک روایت مین مرقوم ہے کہ تیسوین ۲۳ ماہ شعبان کو اوس نورانی خانہ
کعبہ مین ظہور فرمایا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتوین ذی الحجہ کو اوس نور
رشک کوہ طور نے خانہ کعبہ مین ظہور پایا اور اسم مبارک بحکم ذو المنن ابوالحسن اور
علی مشتق نام جناب باری ہے جو فرشتون کی زبان پر ہر دم جاری ہے اتباع حکم
بندہ پر لازم ہے جبریل آپکے در کا ادنیٰ ملازم ہے دوستی علی دوستی خدا ہے اور محبت
علی عبادت خدا ہے محبت حیدر کرار دوست خالق لیل و نہار ہے اور دشمن علی عدوے
کردگار ہے جنگ کرنا علی سے جنگ کارساز ہے اور صلح علی سے صلح بے نیاز ہے
سبحان اللہ کیا آپکی جناب ہے غضنفر لقب ہے ابو تراب خطاب عطیہ رسالتماب ہے
ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف پانچ پشت کا نام ہے فاطمہ بنت اسد مادر
عالیمقام ہے جو قدر و منزلت مین ایک ہین فرخندہ سیر و نیک ہین مریم و آسیہ نے
کہان یہ رتبہ پایا ہے جو مرتبہ آپکو ہاتھ آیا ہے یہی اول بوحدانیت خدا اور برسالت محمد مصطفیٰ
اور بولایت علی مرتضیٰ ایمان لائے ہین ہمراہ جناب رسالتماب مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے
آئے ہین رسول خدا کو مانند اپنے فرزندون کے گود مین پرورش فرمایا اور اپنے آرام
پر مقدم کرکے پہلیون پر سولایا جناب رسولخدا بھی اونکو بجاے اپنی والدہ کے جانتے تھے
ہر ایک سے زیادہ اونکو مانتے تھے اکثر اوقات اونکے احسانات کا شکریہ ادا فرماتے
تھے اور اونکے اوصاف حمیدہ اور اپنی پرورش و خاطر داری کا حال سبکو سناتے
تھے الغرض اوس مخدومہ و معظمہ کی عزت و بزرگی مین کسے کلام ہے جسکا بھتیجہ رسول
بیٹا پہلا امام ہے کتاب بحار الانوار مین جناب رسول مختار سے روایت ہے بہجت افزا
حکایت ہے کہ جب زمانہ ولادت باسعادت علی ابن ابیطالب کا قریب آیا تو یزد جبریل

نے بحکم رب جلیل نزول فرماکر یہ مژدہ سنایا کہ بعد تحفہ سلام کے خالق صبح و شام نے فرمایا
ہے کہ جاؤ ہماری حبیب کو خبر کراؤ کہ اب وقت ظہور تمہاری نبوت کا قریب آیا اور اعلان دعی
اور کشف رسالت کے زمانہ نے شرف پایا اب اوسکے پیدا ہونے کے دہوم دھام ہے
جو ہمارا خانہ زاد تمہارا داماد خلایق کا پہلا امام ہے وقت پر تمہارے کام آئیگا تبون کو ہمارے گہر سے
باہر لائیگا جب وہ پیدا ہو تو اوسکی طرف داہنے جانب سے جانا خبردار بھول نجانا وہ اصحاب
میمن ہے رہنمائے آسمان و زمین ہے برگزیدہ باری ہے جسکی زبان پر تسبیح خدا ازل سے
جاری ہے اوسکے چہرہ سے ہمارا نور آشکار ہے وہ ضیغم شجاعت موسوم حیدر کرار ہے یہ سنکر
رسولخدا پھولے نہ سمائے جب حیدر کرار پیدا ہوے تو حضرت قریب مادر گرامی قدر علی ابن ابیطالب
کے تشریف لائے حکم جناب باری فراموش نہ فرمایا دست راست اپنا طرف فاطمہ بنت اسد
کے بڑھایا علی کو اپنی گود مین لیا جناب امیر نے دست بستہ سلام کیا پھر علی نے داہنا ہاتھ
اپنا داہنے کان پر رکھکر ذکر اذان و اقامت فرمایا اور خدا کی وحدانیت کا اقرار زبان پر آیا
پھر میری رسالت کی گواہی دی اور اپنی ولایت کی صفت بیان کر پھر کہا کہ یا رسول اللہ
اگر آپ فرمائین تو ہم آپکو صحائف انبیا سنائین مین نے کہا بسم اللہ فرمائیے ہم شائق ہین
سنائے رسولخدا فرماتے ہین کہ قسم ہے اوس خدا کی جسکے قبضہ و قدرت مین میری جان ہے
اور قسم ہے اوس کریم کارساز کے جو مالک زمین و آسمان ہے علی ابن ابوطالب نے
صحیفہ آدم و شیث اور صحیفہ نوح و ابراہیم اور توریت موسیٰ اور انجیل عیسیٰ اور زبور داؤد
لبد و مد ابتدا سے انتہا تک ایسی فصاحت و بلاغت سے پڑھا جسکے سننے سے زیادہ
شوق بڑھا اگر وہ حضرات زندہ ہوتے تو اپنے لکھے کو روتے آہ سرد دل پر درد سے
بہرتے آخرش مجبور ہوکر ادا کرتے کہ علی کو مجھسے بہتر یاد ہے جسکا صحیفہ ہے اوسی کا

اسیر صاد ہے اسکے بعد علی نے قرآن کی تلاوت شروع فرمائی پورا قرآن فر فر از بر
سنا دیا کہین زیر و زبر کی غلطی نظر نہ آئی نہ کہین جزم و مد مین چوکے نہ زبان کو لکنت ہونے پائی
علی کو مین نے حافظ قرآن پایا سارا قرآن نوک زبان نظر آیا اور مین بہترین انبیا ہون اور
وصی میرا برگزیدہ اوصیا ہے جسنے عالم ارواح مین جبرئیل کو تعلیم کیا ہے جو بندہ مومن بشرط
اعتقاد ذکر ایک فضیلت کا فضائل علی ابن ابیطالب سے کرے یا جو شخص حضرت
کی محبت کا دم بھرے خداوند کریم اوسکے تمام گناہان گذشتہ و آئندہ عفو فرماتا ہے عزت
دیتا ہے آبرو بڑھاتا ہے دوستی علی گناہون کو اس طرح کھاتی ہے جسطرح آگ لکڑی خشک
کو جلاتی ہے اور حق سبحانہ تعالی نے میرے بھائی کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہین
کہ جسے دیکھکر انبیائے اولی العزم حیرت مین آئے ہین احاطہ فضایل حد بشری سے
محال ہے اونکے بزرگون سے واقف خداوند ذوالجلال ہے جو شخص ایک فضیلت
فضائل علی ابن ابیطالب سے ارقام کرے یا معائنہ خواہ سماعت اوصاف امام کرے
جبتک اوس نوشتہ کا عنوان پایا جاے یا اوس تحریر کا نشان نظر آئے اوس زمانہ تک
تمام فرشتے اوسکی معفرت کی خدا سے دعا کرتے ہین اور بندہ مومن کی محبت کا دم بھرتے
ہین اور خدا اوس ناظر کی گناہان چشم سے چشم پوشی فرماتا ہے اور سامع کی گناہان گوش
سے باز آتا ہے نظر کرنا طرف علی کے عبادت ہے اور ذکر کرنا علی کا داخل طاعت ہے
نہین قبول ہوتا ایمان کسی بندہ مسلمان کا بدون دوستی جناب حیدر کرار اور بیکار رہتا ہے بغیر محبت
علی ابن ابوطالب عبادت خالق لیل و نہار تاریخ بغدادی مین بی بی عائشہ سے مذکور ہے جو حضرت
ابوبکر سے مذکور ہے کہ اکثر رسولخدا نے علی کی تعریف مین فرمایا جس نے مجھے بحق دنیا کہ نہین باقی
رہتی کوئی سمت شرق و غرب و صحرا و دریا مین کہ علی اونکے پاس نجا ئین یا نکیرین سے دوستی

امیر المومنین کے سوالات نہ آئین نکیرین پوچھتے ہین کہ تیرا معبود تیرا کون بے نیاز ہے
اور کیا ترا دین ہے اور کس ملت مین تو سرفراز ہے نبی کا تیرے کیا نام ہے اور کون تیرا
پہیلا امام ہے عدوے امیر المومنین یہ سنکر گھبرائین گے کچھ نہ بتائین گے اولجھہ کر رہجائین گے
مگر اپنی دوستون کی امداد کو علی نکیرین سے پہلے تشریف لائین گے ہر سوال کا جواب بتائین گے
بشارت بہشت عنبر سرشت سنائین گے دوست حضرت کے یہ مژدہ سنکر جامہ پھولے نسمائین گے

۵ باین مژدہ گرجان فشانم رواست ✣ حدیث مین آیا ہے رسول خدا نے فرمایا ہے
کہ جو دوست ابو تراب ہے میرا محب وہ خوش خطاب ہے اور جسکو علی سے بغض وعناد ہے
میرا دشمن جانی وہ بدنہاد ہے جو اون کا دشمن ہے وہ میرا عدوے جانی ہے اور میرا عدو
مورد لعن سبحانی ہے میرا حکم عین حکم حیدر کرار ہے جو اوسے منکر ہے لاریب وہ جہنم کے سزاوار
ہے ابن مردویہ کہ علمائے معتبرین سنت جماعت سے ہے منقول ہے کہ جناب رسول خدا
نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص زندگی نوح پائی اور زندگی بہر خدا کی عبادت بجا لائے اور کوہ احد
سیم وطلا ہو جاے اوسکو وہ شخص راہ خدا مین مٹائے اور ہزار دفعہ حج کو پیادہ پا جاے
بعد ازان درمیان کوہ صفا ومروا نظلم وستم شہادت پاے باوجود ان سب امرون کی اگر وہ
شیعہ حیدر کرار اور محب ائمہ اطہار نہ ہو تو ہرگز ہرگز وہ شخص بوے بہشت نپائے گا مونھ کی
بھل دوزخ مین ڈالا جاے گا رسول خدا فرماتے ہین کہ جب آدم نے ساق عرش پر نام میرا
اور علی ابن ابیطالب اور میرے نور بصر لخت جگر فاطمہ زہرا اور حسنین اور اونکی اولاد کا تحریر
پایا نا برجستہ آدم کی زبان پر آیا کہ اے پروردگار مالک لیل ونہار تو نے مجھسے بھی کسیکو افضل
پیدا کیا ہے اور زیادہ مجھسے کسیکو عزت دیا ہے ارشاد ہوا کہ اے آدم یہ اون بزرگون کا نام
ہے جو صاحب عزت وصاحب احترام ہے اگر مین انکو نپیدا کرتا تو تمکو ہرگز نہ ہویدا کرتا اور

اگر انکا نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان و ہر نبی جان کا ظہور نہ ہوتا ملک فلک پر جگہ نہ پاتی زمین و آسمان نظر نہ آتی جب آدم بوجہ ترک اولیٰ عقاب مین آے بہ کمال عجز یہ زبان پر لائے کہ پروردگارا واسطہ اون بزرگون کا جنکو تونے ہمسے افضل واشرف فرمایا ہے اور جسکے باعث سے وجود نے میرے ظہور پایا ہے دعا میری قبول فرما اور میری گناہ سے باز آ میری خطا معاف ہو اب مجھپر نظر الطاف ہو جب آدم نے یہ واسطے دلائے ستار العیوب نے اونکے قصور عفو فرمائے یہ وہ اسم پاک و پاکیزہ ہین اور یہ وہ نام طاہر و برگزیدہ ہین جن اسمون کو خداوند کریم نے آدم کو تعلیم فرمایا اور جنکی بدولت آدم نے نجات پایا جب آدم کی توبہ کو خدا نے قبول فرمایا اوسیوقت غیب سے یہ مژدہ آیا کہ یہ فخر تمہارے لئے وافی ہے اور یہ افتخار تمہارے واسطے کافی ہے یہ عبد خاص جنکے نام عرش پر ارقام ہین جو باہم نبی و امام ہین تمہارے صلب سے پیدا ہونگے اور بطن حوا سے ہویدا ہونگے یہ سنکر آدم پھولے نہ سمائے پے در پے حمد خدا بجا لائے رسولخدا فرماتے ہین کہ یہ ادنی بزرگی خدا نے ہملوگون کو عطا فرمائی ہے کہ بہ شرف اسمای پنجتن آدم نے عذاب ترک اولی سے رہائی پائی ہے راوی کہتا ہے کہ عالم طفلی مین جب جناب امیر سو جاتے تھے رسول خدا اونکی گہوارہ جنبانی فرماتے تھے اور ہر وقت حضرت کو اپنے سینہ سے لگائے رہتے تھے رموز خفی و جلی برابر کہتے تھے اور اکثر اوقات اپنے دست حق پرست سے غسل دیتے تھے لباس پاکیزہ و مکلف پہنا کر گود مین لیتے تھے ہر طرح کی تعلیم فرماتے تھے اور ... آغوش مین لیکر طرف کوہ و صحرا کے تشریف لیجاتے تھے ابو تراب پرورش یافتہ اور ... سوختہ رسالتمآب ہین سلیمان حشم کیوان جناب ہین رسول خدا کے سارے خو بو علی نے پائی ہے پشت رسول مختار پر آپکو معراج ہاتھ آئی ہے۔ سید محمود علمائے اہلسنت سے ہے کتاب صراط السوی مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اون حضرت

فرمایا کہ جو شخص ہمکو خواہ ہمارے اہلبیت کو دوست جانے اور اعانت اور نصرت ہمارے
ہاتھ خواہ زبان سے کرے اور میری محبت کا دم بھرے تو وہ شخص ہمارا قرب بارگاہ ہر طرح کا آرام ہاتھ
آئے گا اور بقدر ہر رگ کے ایک حور اور بقدر ہر بال کے ایک قصور پاکر نہال ہوگا دفع ہر
قسم کا رنج و ملال ہوگا اور ہمارا دوست دنیا سے نجائے گا مگر خواب مین حور و قصور کی بشارت
پائے گا حوض کوثر روبرو ہے گا میوہ جنت کھائے گا طوبی کا سر پر سایہ رہیگا۔ رسول خدا نے
فرمایا ملک الموت محبان اہلبیت کے قبض روح باسانی کرتا ہے نہ نکیرین کی صورت خوفناک
دیکھکر کوئی مومن ڈرتا ہے اور جو شخص چاہے کہ عذاب قبر اور تاریکی گور سے نجات پائے اور
بروز قیامت بیخوف و بیم داخل بہشت ہوجائے تو اوسے لازم ہے کہ محب حیدر کرار ہو اور دوست
صاحب ذوالفقار ہو بجاد دوستی اہلبیت کی دنیا و آخرت دونو مین نفع پہونچائے گی ہر طرح کی
راحت میسر آئی گی محبون کے واسطے در ہائے جنت کھولے جاتے ہین حور و غلمان پیشوائی
کو آتے ہین۔ صاحب علمائے معتبرین اہلسنت وجماعت سے روایت کرتا ہے جناب رسولمختار
سے کہ حضرت نے کہا کہ جب مین شب معراج آسمان پر آیا تو ایک مکان یاقوت کلانکا
مین نے وہان پایا جب مین اوس کا جویا ہوا جبرئیل متبسم ہوکر گویا ہوا کہ یہ آپکے بھائی علی ابن
ابیطالب کے دوستون کے رہنے کا مقام ہے اسی مین اونکے شیعون کو رہنے کا حکم تمام
ہے ہر قسم کا آرام وچین یہان پر پائین گے تاج نقری سرون پر جھلکتے نظر آئین گے چہرہ مانند
ماہ چہار دہم درخشان نظر آئیگا یہ ساز و سامان دیکھکر کوئی پھولا نہ سمائے گا۔ جناب حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جد والامقام یعنے جناب امیر علیہ السلام سے نقل
فرماتے ہین کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالی نے ایک شہر پشت پر مغرب کے
پیدا کیا ہے اپنی قدرت کاملہ سے ہویدا کیا ہے جابلقا اوس مقام کا نام ہے اوس مین

ہر یک محب جناب امیر علیہ السلام ہے اور وہ شہر بہت آباد ہے ستر ہزار اُمت کی
اوس مین تعداد ہے اور ہر امت جناب رسالتمآب کی اُمت کے برابر ہے اور ایمین
ہر فرد بشر محب جناب ساقی کوثر ہے اور لوگ کبھی سوتے ہین نہ کچھ کھاتے ہین اور نہ وہ
کبھی کسی معصیت کے گرد جاتے ہین ہر وقت حضرت کی تعریف مین سرگرم رہتے ہین لعن و تبرا
معاندین پر کہتے ہین ہر ایک وہان پر محب جناب حیدر کرار ہے یہی شغل اونلوگون کا لیل و نہار
ہے لاریب جناب امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابیطالب اسد اللہ الغالب کے فضائل
و مناقب کا شمار کرنا محال ہے فضل و عنایت حضرت ذوالجلال ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے ساتھ
امیر المومنین کے تمام انبیا و مرسلین کی امداد فرمائی ہے ہر قسم کی بزرگی آپکے حصہ مین آئی ہے
کتاب محرق القلوب مین مسطور ہے روایت فرحت بخش و سرور ہے جناب رسول خدا نے فرمایا
کہ جب مین شب معراج قریب قاب قوسین کے آیا ناگاہ غیب سے یہ آواز میرے کان مین آئی
کہ اے علی کے چچیرے بھائی کون شے تمکو زیادہ پیاری ہے مین نے عرض کیا کہ یہ عبد نشیفتہ ذات
باری ہے اس خاکسار کا کس مین شمار ہے مگر چچیرے تو فریفتہ ہے اوسپر میری جان نثار ہے آواز
آئی کہ اے محمد مین دوست حیدر کرار ہون اوسیکا رفیق و غمگسار ہون شب تنہائی مین اوسکا مجھے
آرام و چین ہے تمکو دوستی اوسکی فرض عین ہے عدوے علی ناری ہے دوست پر رحمت
باری ہے بعد ازان جبرئیل میرے پاس آئے پس از بندگی و سلام یہ زبان پر لائے کہ حق
سبحانہ تعالیٰ کا کیا آپ سے سوال تھا کس امر کا اسقدر قیل و قال تھا مین نے کہا دوستی علی ابن ابیطالب
کا مذکور تھا ہر جگہ علی کا ظہور تھا جبرئیل نے ہنس کر کہا قسم ہے اوس کارساز کی جسکے ید قدرت
مین ہم سبھون کی جان ہے اور قسم ہے اوس پاک بے نیاز کی جو خالق زمین و آسمان ہے
اور قسم ہے اوس باغبان حقیقی کی جسکی یہ شگوفہ کاری ہے اور قسم ہے اوس خدا کی جسکی حمد

سب کی زبان پر جاری ہے اگر اہل زمین مانند سکنائے عرش بہرین دوست حیدر کرار ہوتے اور انکی ولا کا تخم مزرعہ عالم مین بوتے ہشاش بشاش بہشت مین جاتے ہر طرح کا آرام وچین پاتے غلمان کا ساتھ ہوتا حورعین کا ہاتھ مین ہاتھ ہوتا دوزخ کی اذیت نہ پاتے جہنم مین ڈالے نہ جاتے دوزخ مخلوق ہی نہ ہوتی عدم مین پڑی روتی اس سے صاف ظاہر وآشکار ہے کہ خالق لیل و نہار دوست جناب حیدر کرار ہے دشمنون سے بیزار ہے شیعون پر عنایت جناب ایزد غفار ہے سبحان اللہ کیا مرتبہ پایا ہے دوست خدا کا اپنے سر پر سایہ ہے دوستی علی افضل طاعات ہے اور ولائے علی بہتر عبادات ہے جو شخص عدوے علی ہے مرتد ازلی ہے جو دشمن خاندان امام ہے بلاشک وہ شخص نطفہ حرام ہے کیونکر محبت حیدر افضل نگردانی جاے اور کس طرح آپکے برتر وبزرگ ہونے کا یقین نہ آئے یہی تو ہر جگہ کام آتے ہین سکرات موت اور فشار قبر سے بچاتے ہین پل صراط سے پار لگاتے ہین اور اپنے دوستون کی دستگیری فرماتے ہین حضرت سلمان فارسی اصحاب کبار رسول مختار تھے اور دوست جناب حیدر کرار تھے اس سے آگاہ ہر برنا وپیر ہے کہ ابو ذر غلام بشیر ونذیر ہے فضہ نے رتبہ کنیزی پایا ہے جنکے گرد قدم کا فرشتون نے سرمہ بنایا ہے الغرض حضرت سلمان فارسی محبت علی مین فرد تھے دلیر وغازی وجوانمرد تھے شب وروز حاضر دربار دُربار تھے ہزار جان سے شیفتہ جناب حیدر کرار تھے اور اکثر انکی تعریف رسولخدا فرماتے تھے اور یہ ہر طرح کی خدمت بسر وچشم بجالاتے تھے اس جگہ ابن عباس سے وہ روایت ہے جو نہایت سرور بخش وفرحت افزا حکایت ہے کہتا ہے کہ بعد انتقال حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایکروز مین سویا عالم رویا مین ایک قصر یکدانہ یاقوت کا مجھے نظر آیا اور نہایت اوس قصر کو مرتفع وبلند پایا نہ کہین اینٹ تھی اور نہ چونہ تھا خدا کی قدرت کا ایک نمونہ تھا اور اوسکے اندر ایسے زرق وبرق سے کہ فرش مجھے نظر آئے کہ جسپر طایر نظر کا پادن

پھسل جاسے بیچ مین ایک تخت گوہر شاہوار کا تراش کر بچھایا تھا جسکو صانع قدرت نے اپنے ہاتھ
سے بنایا تھا اوسپر سلمان فارسی جلوہ گر لباس نورانی دربر اور تاج مرصع برسر نہر شیر روبرو جاری
فصل وسے ایام باد بہاری حور و غلمان کی نرالے انداز سراپا کرشمہ وناز چھلکتے ہوے ساغر
ہاتھون پر لئے مودبانہ سر کو خم کئے منتظر تھے کہ ہملوگ جو حکم پائین بسر و چشم بجالائین اور حضرت
سلمان فارسی کے چہرے سے ایسا رعب ہویدا تھا اور وہ دبدبہ بشرہ سے پیدا تھا کہ لب
کھولنا دشوار تھا الغرض یہ رعب واقبال اور یہ جاہ و جلال دیکھکر مین ضبط کی بات نہ لایا بیساختہ
میری زبان پر آیا کہ فرمائے آپنے کس عمل کی خبر امین یہ مرتبہ پایا ہے اور کس خدمت کے صلہ مین
یہ رتبہ ہاتھ آیا ہے عشرت کا ہر طرف مہیا ساز وسامان ہے عقل یہان پر حیران ہے حضرت
سلمان فارسی نے ہنس کر فرمایا کہ غلمان و حور محل و قصور کوثر و طوبا اشکال محبوبہ عیش و آرام بولائی
جناب امیر علیہ السلام بندہ نے پایا ہے یہ جاہ و حشم اونکی بدولت ہاتھ آیا ہے یہ سنکر مین پھولا
نہ سمایا شکر کارساز حقیقی لایا کہ انشاء اللہ یکروز مین بھی سب کچھہ پاونگا خوش خوش بہشت مین جاونگا

جسے بغض حیدر سے ہے اے ولا　　　ولا مین علی کی نہین مبتلا
کبھی بوئے جنت نہ وہ پائے گا　　　خرابی سے دوزخ مین وہ جائے گا

اگر تمام اشجار عالم کے کٹ کر قلم ہو جائین دریا سیاہی بنکر سامنے آئین تمام جن و انس حساب
کرین اور تمام ملایک کتاب کرین تو بھی فضائل علی کا تحریر نہ پائے روشنائی خشک ہو زبان
قلم ترش کر قلم ہو جائے جن و انس ہیچمدانی مین زبان کھولین ملایک نادم ہون منھہ سے کچھہ نہ بولین
بھلا کوئی شخص ایسی زبان شستہ و رفتہ کہان پائے کہ صفت جناب امیر زبان پر لائے قرآن
اسکا شاہد ہے کہ ہر ایک سے برتر و بزرگ وہ زاہد ہے جو شب زندہ دار ہے خانہ زاد ایزد
غفار ہے نبی کا داماد ہے جبرئیل کا اوستاد ہے جسکے ملایک خادم ہین جنکی نذر گیان سنکر خود دشمن

نادم ہین ہر معرکہ مین ذلیل وخوار ہوئے مگر اپنے فعل سے باز نہ آئے بلکہ درپے قتل جناب حیدر کرار ہوے بعد رسول خدا کے فتنہ پردازون نے حضرت کو بہت ستایا اپنے ظلم و تعدی سے کوئی سرکش باز نہ آیا شب وروز اسکے مشورے ہوتے تھے کہ کوئی ایسی سبیل وقوع مین آئے کہ جسے خودبخود چراغ امامت گل ہو جائے ظہور اس نور کا فرقہ مکروزور کو ناگوار تھا حضرت کے خون کا پیاسا ہر نابکار تھا چندے اوس مصباح شرافت کو خداوند کریم نے شرور آفت اشنان جفاکار وحوادث زمانہ غدار سے بچایا اون مفسدون کا کوئی افسون کارگر ہونے نہ پایا کل امر مرہون باوقاتہا ایام نافرجام کس کے کام آیا ہے ہمیشہ کس نے آرام پایا ہے عجب گردش لیل ونہار ہے کبھی خزان ہے کبھی بہار ہے انقلاب ہر شے کو درپیش ہے کوئی خوش ہے کوئی دلریش ہے بلبل کبھی گل سے ہمکنار ہے کبھی صدمہ جدائی سے اشکبار ہے کبھی ایام باد بہاری ہے ہر سمت فوارہ جاری ہے خوشی کا اہتمام ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے کوئی رنجیدہ ہے کوئی نہال ہے عجب اس غدار ناہنجار کا حال ہے اپنے بوقلمونی سے باز نہ آیا اکیسوین[۲۱] رمضان شریف شب جمعہ سنہ ۴۰ ھ مین بعمر ۶۳ برس جناب امیر نے انتقال فرمایا ۵

سرکنم نالہ اگر تاب شنیدن داری ✤ سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

شہادت مین جناب امیر علیہ السلام کے حضرت ام کلثوم سے روایت ہے جو غم وہم کی حکایت ہے حضرت ام کلثوم فرماتی ہین کہ اونیسوین[۱۹] شب ماہ صیام کو مین خدمتمین اپنے پدر بزرگوار جناب حیدر کرار کی آئی دونان شعیر وقدرے نمک اور ایک کاسہ مین شیر لائی حضرت نے سرپوش ہٹایا اشکبار ہوکر فرمایا کہ دونان معہ نمک وشیر میرے واسطے لائی ہو اور زحمت کرکے خود آئی ہواے نور نظر تمہین یہ منظور ہے کہ تمہارا باپ یعنی یہ عبد خاکسار بروز شمار حسب روبرو خالق لیل ونہار کے جائے تو عرصہ تک حساب وکتاب کی زحمت اوٹھائے کیا تمہین نہین معلوم کہ مین قدم بقدم

رسول خدا کے چلتا ہون جیسے بھی دست تاسف ملتا ہون رسولخدا نے اس دار ناپائدار سے رحلت
فرمائی مگر کبھی ایک خوان مین دو نان خورش سامنے نہ آئی دنیا عبرت کا مقام ہے نہ جاے عیش
وآرام ہے خدا اس زن بیوا سے بچائے کوئی بیچارہ آفت زدہ مصیبت کا مارا اسکے دام
فریب مین نہ آئے کسی نے اس دار محن مین راحت پائی نہین کسی کے یہ بیوا کام آے نہین ایکروز
حضرت جبرئیل خدمت مین سید المرسلین کے آئے کنجیان خزاین دنیا ہمراہ لاے بعد تحفہ سلام
کے عرض کیا کہ جناب باری نے کنجیان خزانہ دنیا کی دیکر فرمایا ہے کہ اسے لیجیے اور حسب خواہش
صرف کیجیے اور اگر اس سے زائد کی تمنا ہو تو ابھی تمام مکہ و مدینہ کے پہاڑ چاندی و سونے کے
بنا دیے جائین اور آپ اوسی اللا تللا خرچ فرمائین حضرت نے تبسم ہو کر فرمایا کہ اوسکا لاکھ لاکھ شکر ہے جسنے مجھے
ہر چیز سے بے نیاز بنا یا بھائی یہ تو آغاز ہے پھر اس کا کیا انجام ہے حضرت جبرئیل نے آنکھون
مین آنسو بھر کر کہا کہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ہے حضرت نے یہ سنکر
فرمایا کہ بس بس پھر مجھے معاف کیجیے اسی حال پر رہنے دیجیے ایکروز آسودہ ہو کر کھاؤن شکر خدا
بجا لاؤن دوسرے روز بھوکے تضرع وزاری درگاہ باری مین کرون شب و روز دم محبت
بھرون اے پارہ جگر قسم خالق لیل و نہار ہے تیری باپ یہ امر دشوار ہے کہ مین اسمین سے
کچھ کھاؤن یا خوانچہ کے قریب جاؤن یہ سنکر مین نے ایک روٹی دودھ اوٹھا لیا اوسوقت حضرت نے
ایک نان کو نمک کو بیدہ سے تناول کیا نوش فرما کر شکر کارساز حقیقی بجا لائے پھر دستر خوان سے اوٹھکر
سجادہ پر آئے رکوع وسجود قیام وقعود رب الودود مین مشغول ہوے مگر اوس روز اوس شب
تا رمین بار بار اشکبار جناب حیدر کرار صاحب ذو الفقار باہر تشریف لاتے پھر گھبرکر اندر چلے
جاتے حضرت کی حالت دیکھہ دیکھکر مجھے ہول آتا رعب سے کچھ کہا نہ جاتا لیکن بصد ادب
مین نے عرض کیا کہ اے باباجان یہ لونڈی آپ پر قربان آج آپ بہت گھبرائے معلوم ہوتے

زمین نچکی گئی ہے برابر روتے ہین ابھی تک آپکو نیند نہین آئی ہے مطلقاً آپنے آنکھہ سے آنکھہ نہین لگائی
ہے یہ سنکر حضرت اشکبار ہوے پھر اس طرح گویا جناب حیدر کرار ہوے کہ اے قرۃ العین دل
کے آرام جگر کے چین مین نے بڑے بڑے پہلوانون کو قتل کر ڈالا اور بڑے بڑے سرکشونکا
بھیجا نکالا اکثر مقامات خوف ناک مین گھس پڑا مرحب و انتر سے نہا لڑا مگر کبھو دلپر خوف چھایا
نہین ایسا کسی معرکہ مین گھبرایا نہین مگر آج خوف سے سارا بدن تھراتا ہے مجھے آثار اچھا نظر
نہین آتا ہے یہ سنکر خواب میرا کافور ہوا دلپر صدمہ و رنج کا و فور ہوا جب آثار صبح کی نظر آئی حضرت
بہ نیت استحباب وضو فرما کر کوٹھی سے صحن مین تشریف لائے چند مرغابیان بطور ہدیہ کسی نے
بھائی حسن کو دی تھین مرغابیون نے حضرت کو جاتے دیکھکر شور و غل مچایا سارا مکان سر پر اٹھایا
اور دوڑ کر منقار سے دامن کو تھام لیا گویا جانے سے منع کیا حضرت نے بصد حسرت و یاس دیکھکر انکی
طرف فرمایا لا الہ الا اللہ یہ وہ فال بد ہے جسکی کچھ انتہا نہ حد ہے تھوڑے عرصہ مین نعرہ گریہ و زاری کی
بلند ہوئین گے عزیز و انصار صبح کو باہم ملکر میرے لئے روئین گے حضرت اُم کلثوم فرماتی ہین کہ مین نے
کہا کہ اے باباجان اپنی زبان سے ایسی فال بد نہ فرمائے صبح ہونے دیجے ابھی نہ جائے حضرت نے کہا کہ
ہم اہلبیت کی زبان سے فال بد کا نکلنا محال ہے اے نور عین کدھر تمہارا خیال ہے اب مین تمہین
اپنے سر کی قسم دیتا ہون اس کا وعدہ تم سے لیتا ہون کہ اگر بطون کی خبرگیری ہو سکے تو پالنا ورنہ انکو قید
مین نہ ڈالنا یہ فرما کر حضرت نے مسجد کے جانب قدم ارزانی فرمایا مین دوڑ کر حسن کے پاس آئی جگا
کر سارا قصہ سنایا اور کہا کہ آج رات بھر بابا نہین سوے ہین خوف خدا سے پھوٹ پھوٹ کر روے ہین اور
اس اندھیری رات مین گھر سے باہر تشریف لیجانا خلاف معمول ہے یہ دلخستہ نہایت ملول ہو ہر یک
بابا کے خون کے پیاسے ہین آپ جلدی جائے دیر نہ فرمائے کہ اب رسولخدا کے نواسے ہین آپکا لحاظ
اون پر فرض عین ہے اسوقت میری روح بیچین ہے جی دہلتا ہے کسی عنوان نہین بہلتا ہے بار حسد و

ڈاہ پشت پر یہ خر لادی ہین بڑے نٹ کٹ یہ موذی حرام زادے ہین یہ سنکر حسن نے
تعاقب فرمایا اثناے راہ مین حضرت کو جاتے ہوے پایا عرض کیا کہ مجھے بہت عجب ہے
ابھی ایک ثلث سے زیادہ باقی شب ہے حضرت نے فرمایا کہ اے نور دیدہ رسول واے
فرزند بتول ایک خواب پر اضطراب دیکھکر گھبرایا وحشت ہوئی گھر سے باہر نکل آیا امام حسن
نے کہا خدا خوب کرے حضور اوسکی تعبیر فرمائین اس حقیر کو بھی سنائین کہا اے روح پدر یہ
وہ خواب ہے جو نہایت وحشت ناک و پر اضطراب ہے کہ گویا حضرت جبرئیل بحکم رب جلیل
آسمان سے کوہ ابو قبیس پر آئے اور دو پتھر وہان سے اوٹھا کر اوپر خانہ کعبہ کے لائے ایک
پتھر کو دوسرے پر مار کر چور کیا ریزہ ریزہ بے مکر و زور کیا پھر اوس خاک کو ہوا مین اوڑایا
مکہ و مدینہ مین کوئی گھر ایسا نہ بچا جس مین اوسکا سنگریزہ نہ آیا اے فرزند اگر یہ خواب میرا راست
ہے اسمین کچھ کم و کاست ہے تو ضرور تمہارا باپ قتل کیا جائیگا درجہ شہادت پاے گا ایک
زمانہ سر پیٹے گا خاک اوڑائے گا فلک پر فرشتون کو غش آئے گا یہ سنکر حسن رونے لگے
آنسوؤن سے مونھ دہونے لگے حضرت نے کہا مین تمکو اپنے حق پدری کی قسم دیتا ہون کہ
تم بستر خواب پر جاؤ میرے ساتھ نہ آؤ خبردار میری بات مانو میرے اس کہنے کو واجب
جانو یہ سنکر امام عدول حکمی کی تاب نہ لائے راستہ سے واپس آئے اودہر
عبد الرحمن بچہ شیطان قطامہ ملعونہ کے گھر مین ڈینگ کی لیتا تھا اُس ملعونہ پر جان دیتا
تھا اور وہ ہمیشہ لیطائف الحیل مین ٹالتی تھی زلف گرہگیر مین پھانس کر دوزخ مین ڈالتے
تھے انجام کار اوس غدار نا ہنجار کو دہوکھا دیا قتل پر حضرت کے راضی کیا وہ ملعون ادہر
اپنے بستر خواب پر غور کرتا تھا کہ انجام اسکا سراسر محال ہے وہ شیر صف شکن
ہے اوسکے روبرو شیر کا زہرہ پانی ہے قاف سے قاف تک اونکی حکمرانی ہے

ہر طرح کا مجھ پر حضرت کا احسان ہے طبیعت بہت پریشان ہے اونکی بدولت دین کی دولت
کو پایا خاک کو حضرت نے پاک بنایا محسن کشی فعل حرام ہے احسان فراموشی کم ظرفون کا کام ہے
اس اثنا مین وہ غارت گر ہوش وحواس اوسکے پاس آئے اختلاط کی ڈھب پر لائے اس
مردود پر دیکھتے ہی شیطان چڑھا مجنون ہوا آگے بڑہا قطامہ نے کہا ہوش مین آ اپنے کو
سنبھال خبردار ادھر ہاتھ مت ڈال میری صحبت گر تجھے منظور ہے تو وعدہ وفائی تجھے
ضرور ہے جب تو اپنی قول پر ثابت قدم نظر آئے گا ہر طرح کا لطف زندگی اوٹھائیگا جو
شخص ایسی بڑی مہم پر جائے تعجب ہے کہ تیری طرح غافل نظر آئے یہ سنکر پھولا نہ سمایا ہنسکر
زبان پر لایا کہ لے جاتا ہون شہید کرکے سر تیرے روبرو لاتا ہون قول سے پھرنا اپنے
خلاف شان ہے مردون کی ایک زبان ہے ہاتھ پر ہاتھ مار چکا ہون تجھسے زبان ہار چکا
ہون ناگہان حضرت کی اذان کی آواز کان مین آئی قطامہ ملعونہ دوڑ کر تلوار زہر آلود اوٹھا
لائے کہا ابھی جاکر نماز مین شہید کر یہ کام مسجد ہی مین انجام پائے گا دوسرے وقت موقع ہاتھ
نہ آئے گا یہ سنکر خوشی خوشی تلوار زہر آلود مردود نے ہتھوا نکس لیا کعبہ اسلام کے ڈھانے کا قصد کیا
ادھر یہ ناہنجار مسجد مین آکر سویا اپنے حق مین کانٹا بویا اودھر حضرت نے اذان ختم فرمائی سوتون
کے جگانے کی نوبت آئی ابن ملجم کو مونھ کے بھل سوتا پایا شانہ ہلاکر فرمایا کہ اس طرح کے
خواب سے بیدار ہو توبہ کر ہوشیار ہو قہر خدا سے ڈر مونھ کے بھل سونا خدا کو ناگوار ہے
یہ طرز شیطان ناہنجار ہے یہ سنکر اوس کافر نے بدن کو اسطرح ہلایا جسسے یقین آیا کہ بیدار ہوا
دھوکھا دینے پر تیار ہوا حضرت نے مافی الضمیر سمجھکر فرمایا برجستہ زبان پر آیا کہ اے مردود
اوسی کام کا ترا ارادہ ہے اور ایسے کام پر تو آمادہ ہے جسسے قریب ہے کہ آسمان تر آئے
کاو زمین کو لرزہ آئے زمانہ تاریک و تار ہو اغلب ہے کہ تیرے ارادہ سے قیامت آشکار

ہوا اور مین خوب جانتا ہون کہ جسے تو نے اپنے جامہ مین چھپایا ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ جسکے
لئے تو آج آیا ہے یہ فرماکر محراب عبادت مین تشریف لائے کہ ناگھان ہوا سے کل چراغ مسجد
کے گل ہوے اوس وقت یون گویا شمع جز و کل ہوے کہ یہ ایک علامت سیری شہادت سے
پائی جاتی ہے صاف شکل شہادت آئینہ خیال مین نظر آتی ہے الغرض جب اوس شقی نے
حضرت کو نماز مین مشغول پایا آہستہ آہستہ نزدیک آیا اور اوٹمین ستون مسجد کے اپنے کو چھپایا جب
حضرت نے رکعت اول سے سر مبارک اوٹھایا اوس ولد الزنا نے بھرپور تلوار تول کر سر
اقدس جناب حیدر کرار صاحب ذوالفقار پر لگائی کہ جسے آنکھون مین زمانہ سیاہ ہوا غشی آئی
اور ضرب پوری زخم اول پر پڑی کہین نہ اڑی حضرت نے کہا کہ شکر صد شکر کہ مین نے شہادت
کا درجہ پایا پھر تو حضرت کو غش پر غش آیا سر سے خون کے پرنالے بہے مگر حضرت نے صبر کیا
خاموش رہے خون کا ریش مبارک پر خضاب تھا دل سنسناتا تھا جی بیتاب تھا اور اس واردات
عظمیٰ اور حادثہ کبرا سے درہاے مسجد باہم ٹکرائے زمین و آسمان لرزہ مین آئے زمانہ تاریک
و تار ہوا ہر طرف نمایان قیامت کا آثار ہوا اور جبرئیل کے یہ آواز درمیان زمین و آسمان سب
سنتا تھا کہ ابن ملجم ملعون نے رکن دین گرایا نقش اسلام کو صفحۂ دہر سے مٹایا اوس برگزیدہ
نے شہادت پائے جسے فاطمہ سی زوجہ ہاتھ آئے قاتل اونکا روسیاہ خلایق ہے
لعن و تبرا کے لائق ہے اے بھائیو اس سے بڑھکر کون محل خاک اوڑانے اور آنسو بہانے
کا ہاتھ آئے گا اور آپ سے کون دوسرا بزرگ شہادت پائے گا خدا کا خانہ زاد نبی کا داماد
ولی خدا برادر مصطفےٰ جسکا آغاز و انجام دونو نیک ہوا جو جرأت و بہادری مین ایک ہوا
خانہ کعبہ مین ولادت ہوئی مسجد الحرام مین شہادت ہوئی اتنک بدلی زار زار مانند ابر بہار
اس غم مین روتی ہے شبنم اس الم مین گویا آنسو ونسے مونھ دہوتی ہے اس صدمہ جانکاہ سے

لالہ داغدار ہے چشم نرگس نگران ہے بلبل اشکبار ہے سوسن پر اداسی چھائی ہے رنج
والم کی گھنگھور گھٹا آئی ہے جو یتیم و بیکس کی خبرگیری فرماتا تھا اور جو راتون کو مسکینون کی خبر
گیری وامداد کو جاتا تھا اوس نے درجہ شہادت پایا کافر نے ستون دین گرایا دوسرا
کون ہے کہ جو مطلب و فضول لولی لنگڑی اندھی بھری کے خبرگیری فرمائیگا اپنے پشت
پر بار اوٹھا کر اون بیمارون تک پہونچائے گا جو بیچارے آفت کے مارے گھورون پر
پڑی ایڑیان رگڑتے تھے جنگی سایہ سے لوگ بگڑتے تھے جبپر ہزارون مکھیان بھنگتی تھین
اور لوگ ٹھوکر مارنے پر بھی گھناتے تھے ایسون کی حضرت خبرگیری فرماتے تھے الغرض حب
حسنین مکان سے تشریف لائے تو علی ابن ابیطالب غش مین نظر آئے یہ حال پر ملال دیکھکر
داڑھین مار کر رونے لگے اصحاب اشکون سے موںھ دھونے لگے ناگہان ابن ملجم ملعون گرفتار
ہو کر آپکے روبرو آیا جناب امیر نے اوسکے چہرہ کو ملاحظہ فرمایا کہ آنکھون مین گڑھا پڑا ہے
مضطر و سراسیمہ رسیون مین بندھا سامنے کھڑا ہے زبان موںھ سے نکل آئی ہے چہرہ پر
مردنی چھائی ہے دریاے محبت خوشزن ہوا امام حسن سے یہ سخن ہوا کہ اے فرزند رسول
نور چشم علی و بتول اپنے قیدی پر رحم کھاؤ خدا کو بھول نہ جاؤ دیکھو کہ اسکا کیا حال ہے بہت
نادم ہے سخت انفعال ہے امام حسن نے کہا کہ اے پدر بزرگوار وصی رسول مختار کس طرح
اس مردود پر ہملوگ رحم کھائین اسکے حق مین حضور کچھہ نہ فرمائین جو کچھہ اسکی سزا کیجائے وہ
کم ہے آپ کو اس شقی کا کیا غم ہے حضرت نے فرمایا کہ ہم اہلبیت سے یہ امر بہت بعید
ہے اگرچہ یہ مردود و پلید ہے اپنے کیے کی سزا پائیگا دشمنی کا ثمرہ خود اوسکے ہاتھہ آئیگا
یہ فرما کر حضرت مکان پر چلنے کو تیار ہوے گرد و پیش عزیز و انصار ہوے جب در مسجد کے
آئے تو صبح صادق طلوع ہوتا تھا اوسی دیکھکر یہ زبان پر لائے کہ اے صبح تو شاہد رہنا

بروز قیامت تجھسے گواہی دلاؤن گا سچ کہنا کہ جس روز سے رسول خدا نے نماز کا حکم دیا اور مین نے زبان سے وحدانیت خدا کا اقرار کیا پھر آجتک کسی شب کو سویا ہنین دولت کو مین ہاتھ سے لگایا ہنین پھر فرمایا کہ اے دستگیر درماندگان و اے چارہ ساز بیچارگان قیامت کے روز جب پیغمبرون کی صف جمائی جائے ہر یک عزت و آبرو پائے اوس وقت اِس عاصی کو بھول نہ جانا میرے اعمال پرنجانا مین قطرہ ہون تو دریاے ناپیدا کنار ہے مین بندہ ہون تو ستار و غفار ہے یہ عبد ذلیل و خوار کس لائق ہے تو پردہ پوش خلائق ہے مگر ابتدا سے آجتک جو کچھ تو نے فرمایا بسر و چشم اوسے یہ خاکسار بجالایا حکم مین برابر ثابت قدم رہا تیرے خوف سے اشک دریا صفت آنکھون سے بہاتون کو تیرے گھر سے نکالا بڑے بڑے پہلوانون کو مار ڈالا تیرا حکم جو مین نے پایا خواب گاہ نبی پر سویا کچھ زبان پر نہ لایا یہ سنکر حاضرین کوفہ بے اختیار رونے لگے اشکون سے مونھ دہونے لگے الغرض ہاتھو ہاتھ حضرت کو در حرم سرا پر لائے اہلبیت بیتاب ہوکر ننگے سر برہنہ پاؤن نکل آئے اوسوقت شدت زخم سے حضرت کو بیتاب پایا اور ریش پر خون کا خضاب نظر آیا پھر تو ایک کہرام مچا کوئی ضبط کی تاب نہ لایا علی الخصوص حضرت زینب کو سخت رنج و ملال ہوا اور اِس غم و الم مین ہر شخص کا یکسان حال ہوا ؎

کشید آہے و برجست چون سپند از جا — دوید بر سر بالین حضرت مولا
خطاب کرد بسوے کنندہ خیبر — بگریہ گفت کہ اے جسم و جان پیغمبر
ہواے گلشن خلد برین بسر داری — بدختران یتیمہ بگو چہ در نظر داری

اے پدر بزرگوار اِس شہر غدار زبون کردار مین نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے سینہ آزردہ ہے بڑا انتشار ہے بعد فاطمہ زہرا کے آپ نے دلجوی فرمائی گلے لگایا اب یہ صدمہ جانکاہ

پیش آیا بعد آپکے کون ہملوگون کی دستگیری فرمائیگا اور کون ہم دکھ رسیدون کی امداد کو آئیگا
اس صدمہ سے دل پارہ پارہ ہے حضرت نے رو کر فرمایا کہ اے پارہ جگر اس مین کیا چارہ
ہے خدا غریبون کا حامی و مددگار ہے اس مین کسی کو کیا اختیار ہے ہر شے فانی ہے ہمیشہ اوسکو
بقا ہے اور اوسیکی حکمرانی ہے جس طرح غم جانکاہ انتقال جناب رسالت پناہ مین صبر کیا
اور جدائی فاطمہ زہرا سے اپنے اوپر جبر کیا اوسی طرح استقلال کا کام کرو صبر و شکر مین بسر
صبح و شام کرو ہر یک کو یہ معاملہ درپیش ہے اس جگہ برابر غنی و درویش ہے کہ قرآن مین صبر کا حکم
آیا ہے اِن اللہ مع الصابرین خداوند کریم نے فرمایا ہے تسلی و تشفی امیر کلہ فرمارہے تھے کہ ناگہان
حسنین پر نظر پڑی دیکھا کہ گریبان چاک سر پر خاک زار زار فرقت مین اپنے پدر بزرگوار کے
روتے ہین آنسوؤن سے سونھ دہوتے ہین حضرت نے آبدیدہ ہو کر اپنے پاس بلایا چھاتی سے
لگا کر ارشاد فرمایا کہ اے فرزندو صبر و شکر کارساز حقیقی بجالاؤ اہلبیت کو سمجھاؤ تمہاری گریہ زاری
دیکھکر وہ کب ضبط کی تاب لائینگے صدمہ سے مرجائینگی ماشاء اللہ خدا نے تمہین بالغ و رشید
کیا ہے غور کرو کسی کے بھی مان باپ نے ہمیشہ ساتھ دیا ہے یہ فرماتے فرماتے غش ہوے
زہر کے اثر سے بیہوش ہوے جب غش سے افاقہ پایا حسنین نے دودھ نوش فرمانے کو کہا
اصرار فرمایا حضرت نے پہلے کاسہ شیر اوس بے پیر کو دیا اوسوقت دو تین چمچہ خود نوش کیا جوق
جوق مومنین حضرت کے دیدار فیض آثار کو آتے تھے یہ حال دیکھکر ضبط کی تاب نہ لاتے تھے
اکیسوین شب کو حضرت نے اپنے اولاد امجاد کو یاد فرمایا ہر ایک کو وصیت کر کے گلے لگایا پھر
کہا دیکھو حسنین سے برابری کبھو نہ کرنا ہمیشہ انکی محبت کی دم بھرنا یہ نور چشم رسول ہین یہ پارہ
جگر بتول ہین میری آنکھون کے تارے ہین خدا کے یہ پیارے ہین انکی غلامی تمہارے لیے
فخر و مباہات ہے نانا انکا فخر کائنات ہے مادر نے انکی مریم و آسیہ پر شرف پایا - ہے ہر

طرح کا رتبہ انکو ہاتھ آیا ہے یہ ابھی فرما رہے تھے کہ عرق پیشانی پر آیا حضرت نے خدا کی ذکر مین سر جھکایا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد الرسول اللہ فرماکر سرائے فانی سے طرف ملک جاویدانی کے رونق افروز ہوئے ملائک حاضر ہوکر خدمتمین شرف اندوز ہوے الغرض حضرت نے ہر ایک کو روتا چھوڑا عزیز و اقربا سے موںھ موڑا اہلبیت اس غم مین پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے چھوٹے بڑے اس الم مین بلک بلک کر جان عزیز کھوتے تھے لڑکون نے اسقدر موںھ پر اپنے طمانچے لگاے تھے کہ وہ گورے گورے گال طمانچون سے سوج آئے تھے اہلبیت پر صدمہ والم کے گھنگھور گھٹا چھائی تھی زمانہ بدلا تھا رنج وغم کے بدلے آے تھے ہر ایک کی آنکھ سے آنسو بہتا تھا اور ہر شخص آہ سرد دل پر درد سے بھر رہا تھا حسنین ڈارھین مار مار کر کل من علیہا فان فرماتے تھے بیساختہ ہر یک انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر لاتے تھے سارا جہان اوداس تھا جسے دیکھو بدحواس تھا جسوقت غسل سے فارغ ہوکر حضرت کا جنازہ اوٹھایا جبرئیل کو سدرہ پر غش آیا مرد و زن صغیر و مسن سر و پا برہنہ تابوت کے ہمراہ تھے دیوار و در سے بلند نالہ جانکاہ تھے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ جدھر سے آپکا تابوت جاتا تھا ہر شجر و حجر جہک کر آداب بجالاتا تھا اور اتبک اکثر مکان جہکے نظر آتے ہین جسے لوگ دیکھکر گھبراتے ہین مکانون نے حضرت کا تابوت دیکھکر تسلیم کو سر جہکایا مگر وہ صدمہ جانکاہ ہوا کہ پھر سر نہ اوٹھایا عجب شان کارساز ہے اگر خیال کیجیے تو یہ بھی حضرت کا ایک اعجاز ہے الغرض جب بعد نماز کے حسنین نے حضرت کو قبر مین اوتارنا چاہا تب بعد منت و سماجت اوس دُریکتا کو صدف قبر نے کنار آرزو مین لیا پھولے نہ سمائے حضرت کے قدمون کو بوسہ دیا بعد تدفین و تلقین حسنین باشور شین گریبان چاک با دل دردناک واپس تشریف لائے اور اصحاب جناب حیدر کرار زار زار روتے ہوے سب ہمراہ آئے جب حسنین دربر شہر کوفہ کے آئے ناگہان ایک

آواز حزین و نالۂ غمگین سنکر دل بھر آیا روتے ہوے اوس جانب تشریف لائے دیکھا کہ ایک
نابینا مرد دیرینہ زانو پر سر جھکاے خدا پر تکیہ لگاے سسک سسک کر روتا ہے موںھ آنسووں سے
دھوتا ہے آہ سرد دل پر درد سے بھرتا ہے بار بار یہ نالہ کرتا ہے کہ اے بیکسوں کے مددگار واے
ہو مجھ بیکس کے غمگسار کس لئے تو نے مجھسے موںھ موڑا میری خبر نہ لی یہان کا آنا چھوڑا تیری محبت سے
یہ امید تھی … مجھ بیکس کی خبرگیری ضرور ہے بار الہا تو اوسے گردش ایام نا فرجام سے بچانا اگر
صبا جلد … خبر … سنا … یہ سنکر حسنین روتے ہوے اوسکے نزدیک آئے سلام فرماکر یہ زبان پر
لاے کس کے لئے روتا ہے جان عزیز مفت کھوتا ہے لب پر نالہ واہ ہے اوسکے نام و نسب
بھی آگاہ ہے جو تیری دلو … آتا تھا خبرگیری ہر طرحکی فرمایا تھا یہ سنکر وہ اور بھی رو دیا رہا سہا
ہوش بھی کھو دیا تو جمہ تک رویا کیا کچھ نہ بولا پھر اس طرح گویا ہوا اور زبان کھولا کہ یک بندہ خدا
میرا معین و مددگار تھا متقی و ابرار تھا مگر وہ چار روز سے آیا نہین کچھ اوس کا پتہ ہمنے پایا
نہین … اوس کا نام جانتے نہ صورت و بیکسی کہ پہچانتے اگر روز مجھے نام کے دریافت کرنے کے
لئے بہی اصرار تہا جاتا تھا ہٹ … بھی کہا میرے نام سے تجھے کیا کام ہے یہ بندہ خدا کا ادنا غلام ہے
غمگساری اپنا شعار ہے یتیم و بیکس کی خبرگیری کا شغل لیل و نہار ہے الغرض فقیر و مفلس و غریب
اپنا نام بتایا پر سو … برابر میرے پاس آیا نہ تشریف لانے کا مجھے سخت انتشار ہے معلوم نہین
کس مصیبت مین گرفتار ہے ورنہ ضرور آتا ہرگز مجھے بھول نجاتا ساری خدائی کا چیدہ تھا ہر
افعال پسندیدہ تھا سواے نماز و روزہ کے دوسرا کام حرام تھا مرد ذیعزت و صاحب احترام
تھا اپنے ہاتھ سے مجھے لقمہ کھلاتا تھا طرح طرح کی نوازش فرمایا تھا امام حسن نے رو کر کہا کہ وہ
بندہ کردگار تھا خلایق کا امام وصی رسول مختار تھا دین کی زینت تھے فرخندہ سیر نیک طینت
… دن بھر … ہی کام تھا اپنا آرام حرام تھا رسولخدا کے وزیر تھے فقیروں کے حامی و دستگیر

تھے زمین پر ہمیشہ سوتے تھے نماز مین ہمیشہ خوف خدا سے روتے تھے دنیا کی لذتون سے مونھ
پھیرا تھا ذوالفقار سے دشمنون کو گھیرا تھا کیا مجال تھی کہ کوئی پہلوان آپ سے آنکھ ملاتا اور اوسکا
زہرہ پانی نہ ہوجاتا جو لوگ آپکا فرمانا نہ مانتے اسلام کو برا جانتے پہلے حضرت اونکو سمجھاتے بوجہاتے
بعد اتمام حجت ڈینگا ڈینگی وبگڑا پن کے لذت چکھاتے ذوالفقار صاعقہ کردار سے کام لیتے
سوارون کے دل اور انبوہ پیدل پھر نہ جرأت کا نام لیتے جو آپکے مقابلہ مین آتا ایسی ذلت
اوٹھاتا کہ زندگی بھر پچھتاتا اب جب کچھ سود مند نظر نہ آتا الغرض گرگان دیرینہ از پے کینہ تھے
دشمن امام مدینہ بھی سوطرح کا دام فریب بچھاتا ابن ملجم نے آپکی قتل کا بیڑا اوٹھایا دشمن جانے وہ
دیو پلید ہوا نماز مین اونیسوین شب کو وہ امام شہید ہوا حضرت امام حسن فرما رہے تھے وہ خاموش
سنتا تھا برابر ہاتھ ملتا تھا سر دھنتا تھا جب کھلم کھلا حضرت نے یہ فرمایا ایسا چیخ مار کر دہاڑا کہ فوراً
غش آیا اوسوقت اوسے عجب ہنگام اضطراب تھا مونھ کو کلیجہ آتا تھا دل بیتاب تھا سارا جسم
طمانچون سے لہولہان کیا سر پر خاک اوڑایا چاک گریبان کیا دل کے زخم آے تھے آنکھون
سے جاری پرنالے تھے اپنے بوتے وسکت سے زیادہ رویا چلایا سر پیٹا خون کا دریا آنکھون
سے بہایا بلبلا کر رو دیا آنسوؤن سے موںھ دھو دیا چہرہ زرد ہوا ہاتھ پاؤن سرد ہوا حضرت
نے بہت کچھہ دلجوئی فرمائی مگر اوسکے غم مین ترقی ہوئی کوئی بات سود مند نظر نہ آئی عرصہ تک
سکتہ کی حالت مین رہا جب ہوش وحواس بجا ہوے تو گڑگڑا کر کہا کہ براے خدا میری دستگیری
کیجیے قبر اوس معصوم کی دکھلا دیجیے دل بیقرار ہے جوش محبت حیدر کرار ہے ضبط کا یارا
نہین صبر کا چارہ نہین یہ سنکر حضرت امام حسن نے بغل مین ہاتھ دیکر اوٹھایا افتان وخیزان
قبر تک آیا قبر پر گرتے ہی ہزار جان سے نثار ہوا خوش خوش داخل دربار جناب حیدر کرار
ہوا سبحان اللہ کیا رتبہ پایا علی کی بدولت مرتبہ اعلی ہاتھ آیا جناب امام حسن نے عہد کفر دیا

حضرت کے بھائی اپنے ہاتھ سے قبر مین دفن کیا ٥

اوڑانے لگے حاضرین سر پہ خاک — گریبان و دامن کیا رو کے چاک

روایت ہے کہ حضرت کی شہادت کی سونانی ایک حور نے پائی روتی پیٹی حضور مین بی بی فاطمہ کے آئی موںھ پہ ہوائی چھوٹتی تھی ہچکی لگی تھی بکاری نہ پھوٹتی تھی اوسکی حالت زار دیکھکر معصومہ کا دل بھر آیا آبدیدہ ہوکر فرمایا کیا بے درد ہے کہ کا تجھے سوگ ہے کیا خبر تو نے پائی ہے جو اپنے یہ صورت بنائی ہے اوس نے موںھ پیٹ کر کہا خدا کی لعنت ہے اوس پاکل برادر زوخت ہے اوس ظالم ستمگار پر جس نے آج جناب علی ابن ابیطالب کو مسجد کوفہ مین شہید کیا یہ نگردہ دکھیاری خدا کی پیاری حیرت مین آگئی آنکھ پتھرا گئی تلملا و بلبلا کر رونے لگی اشکون سے موںھ دہونے لگی حضرت کے بین سے آسمان تھرایا سدرہ پر جبرئیل کو غش آیا حور و غلمان مین گریہ وزاری کا شور تھا جسے دیکھو دریاے اشک مین شرابور تھا جن وملک اس غم مین روتے تھے ہر جگہ حضرت کے ماتم ہوتے تھے خلاصہ کلام جناب امام حسن علیہ السلام دولت خانہ پر تشریف لاکر عزیز و انصار و محبان جناب حیدر کرار کو بلایا عبدالرحمن بچہ شیطان کے قتل کیے بارہ مین ارشاد فرمایا کہ اب دیر نہ کیجیے جس طرح سب کی راے ہو ابن ملجم ملعون کو سزا دیجیے سب نے دست بستہ عرض کیا کہ آپ سبط رسول ہین نور بصر و لخت جگر علی و بتول ہین آپکی راے اس بارہ مین انسب ہے آپکو امامت کا منصب ہے ہم سب تابعدار ہین حضور کے غاشیہ بردار ہین حضرت نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ وصیت پر عمل کیجیے قتل کی سزا دیجیے یہ حکم پاتے ہی اوس نابکار کا سر زمین پر لوٹتا نظر آیا اپنے کیے کی سزا پایا دنیا مین ذلیل خوار ہوا طرح طرح کے عذاب مین گرفتار ہوا۔

عذاب آخرت مین یہ روایت مشہور ہے حسن بن محمد بن مشہور باہن و قائلے مذکور بے مکرو

زور ہے کہتے ہین کہ ایک روز در پر مسجد الحرام کے مین آیا تو قریب مقام ابراہیم کے ایک ازدحام
پایا دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک راہب ایمان لایا ہے اوسے معجزہ جناب امیر نظر آیا ہے
مین بھی درود پڑھتا ہوا اوس کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک پیر روشن ضمیر کبیر السن مرنے کے دن
عبائے پشمینہ زربر اور کلاہ ریشمی بر سر ہنس ہنسکر اپنے ایمان لانے کا قصہ سناتا تھا دولت ایمان کے
پانے سے جامہ مین پھولا نہ سماتا تھا درود کا نعرہ آسمان تک جاتا تھا ہر ایک خوشی خوشی اوسے
گلے لگاتا تھا ہزار جان سے جناب امیر علیہ السلام پر نثار تھا اس طرح رطب اللسان وہ شیرین
گفتار تھا کہ یہ خاکسار ہمیشہ ایک دریا کے کنارے رہتا تھا اپنے دل کا حال کسی سے نہ کہتا تھا
مگر رسول خدا سے عناد تھا دشمن امیر المومنین یہ بدنہاد تھا اپنی ریاضت پر پھولا تھا اور اپنی عبادت
پر بھولا تھا ایک روز جو سر کو زانو سے اوٹھایا تو سامنے دریا مین ریتیل کا ایک ٹیلہ نظر آیا اوسپر
ایک طائر عجیب المخلوقات آسمان سے آتا ربع جسم انسان قی کر کے چلا جاتا چار دفعہ کے
جب استفراغ سے فراغت پایا تو ایک انسان نطفہ شیطان نظر آیا پھر وہ بلائے ناگہانی
کی طرح آتا اوسی طرح ربع ربع کر کے کھا جاتا یہ دیکھکر مین دریائے فکر مین غوطہ کھانے لگا ہاتھ
ململ کر پچھتانے لگا کہ یہان پر آج نئی بات ہے عجیب واردات ہے جسے کہونگا دروغ گو
جانیگا میری بات کو کون مانیگا گویا مجسے سکتا تھا آنکھ پھاڑ پھاڑ کر برابر اوسی طرف
تکتا تھا کہ ناگہان وہ طائر ہوا سے پھر ہویدا ہوا اوسکی چار بار کے استفراغ سے یہ پھر پیدا
ہوا اوس وقت مین تاب ضبط کی نہ لایا دوڑ کر ریتیل کے قریب آیا پوچھا کہ تو کون ہے
اور کیا ترا حال ہے یہ تو معلوم ہوا کہ مقہور ذوالجلال ہے کس جرم پر ایسی سزا پائی ہے
اور کس قصور پر یہ مصیبت تجھپر آئی ہے یہ سنکر وہ کچھ نہ بولا نہ میری طرف دیکھا نہ لب کھولا
مین نے کہا قسم ہے اوس خدا کی جو خالق کائنات ہے اور سوگند ھی اوس پاک ذات

سکے جو صانع ممکنات ہے کس جرم مین تجھپر یہ عذاب خداوند غفور ہے اور کس نام ونسب سے تو دنیا مین مشہور ہے اوس نے روکر کہا کہ عبدالرحمن ابن ملجم اوس شقی کا نام ہے یہ عاصی قاتل جناب امیر علیہ السلام ہے مجھپر یہ قہر ذوالجلال ہے اوسی روز سے یہ میرا حال ہے جیسا کیا ویسا پایا ظلم واحسان فراموشی کا ثمرہ ہاتھ آیا قیامت تک یہی حال میرا نظر آئیگا ہمیشہ یہ طائر اسی طرح اذیت پہونچایے گا یہ سنکر خوف خدا مجھپر طاری ہوا آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوا یہ واقعہ دیکھکر یہان آیا ایمان لایا ہزار جان سے رسولخدا پر نثار ہوا فدائے خاکپائے جناب حیدر کرار ہوا خوشی سے جامہ مین پھولا نہ سمایا بار بار یہ شعر زبان پر آیا ؎

جام کوثر بدوستان علی ❊ طوق لعنت بدشمنان علی

دوستونکو سیر وصل حور ہے دلکو حاصل سرور ہے دشمنون کو طرح طرح کا عذاب ہے آتش جہنم سے دل کباب ہے۔

رباعی

اے دل فضائل اسد اللہ طاعت است
مدح علی وآل شنیدن عبادت است
بودن بذکر حیدر کرار یک نفس
حقا کہ دربرابر صد سالہ طاعت است

ایضاً

ہر کس بغلامان علی بدخواہ است
محروم شفاعت رسول اللہ است
مقہور علی راہ بمنزل نبرد
گر در رہ کعبہ میرود گمراہ است

ایضاً

تعریف علی بگفتگو ممکن نیست
گنجایش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات علی بواجبی نشناسیم
لیکن دانم کہ مثل او ممکن نیست

ایضاً

بطوف کعبہ رود شیخ و من بسوے نجف
برب کعبہ کہ این جا بر است حق بطرف

تفاوتے کہ میان من است وا وا این است
کہ من بسوے گہر رفتم او بسوے صدف

ے من علی را دوست دارم رافضی خوانی مرا
بس خدا و مصطفےٰ جبرئیل ہم رافضی است

ے یا علی گفتی چو دریا بی بفریادت رسم
یا علی در ماندہ ام اکنون بفریادم برس

خدایا صدقہ مین کعبہ معظم کے اور تصدق مین آب زمزم کی جو بزرگی و شرف مین ایک ہے اور صدقہ ابراہیم کا جو برگزیدہ و نیک ہے صفا و مروا کا واسطہ کہ عقبیٰ مین میرا انجام بخیر ہو وصل غلمان و حور ہو جنت کی سیر ہو کمزورون پر توہی نے ترس کھایا ہے متکبرون کو توہی نے خاک مین ملایا ہے راہ کٹھن مین جب میرا قدم ڈگمگائے یا جب گھٹاٹوپ اندھیری مین کچھ نظر نہ آئے اوس وقت مجھے بچانا اِس عاصی کو بھول نہ جانا صدقہ اوسی محمد کا جنپر رسالت کا اختتام ہے اور صدقہ اوسی علی کا جو سب کا پہلا امام ہے اور صدقہ اوس خدیجۃ الکبرا فاطمہ زہرا کا جو زنان بہشت کی سردار ہے حامی روز شمار ہے اور صدقہ امام حسن کا جو زہر جفا سے شہید ہوا اور صدقہ امام حسین کا جسپر ظلم وستم یزید ہوا اور اوسی کا صدقہ جسکا سر چٹیل میدان مین اوتارا گیا اور اونہین لاشون کا صدقہ جو بھوکا پیاسا میدان کربلا مین مارا گیا اوسی مظلوم کا صدقہ جسکی لاش پر لعینون نے گھوڑے دوڑائے اور اونہین بیکسون اور بے بسونکا صدقہ جو کربلا سے ننگے سر برہنہ پا دربار یزید مین آئے اور صدقہ علی اکبر کا جو اپنے باپ کی فوج کا سپہ سالار ہے اور صدقہ علی اصغر کا جس کا قاتل حرملہ نابکار ہے اور صدقہ حضرت عباس علمبردار کا جس نے دریا پہ درجہ شہادت پایا اور صدقہ عون و محمد کا جس نے لشکر عمر سعد مین خون کا دریا بہایا اور صدقہ بازوے زینب و کلثوم کا اور صدقہ رخسارہ

بالی سکینہ معصوم کا جس کو شام مین در بدر پھرایا اور صدقہ اول بچون کا جن پر لعینون کو رحم نہ آیا اور
اور صدقہ اوس نمازی کا جو طوق و سلاسل مین اسیر تھا اور صدقہ حضرت عابد کا جو کربلا سے شام
تک پا بزنجیر تھا اور صدقہ حضرت باقر کا جو امام خلایق ہے اور صدقہ امام جعفر صادق کا جو نماز و روزہ
کا شایق ہے ؎

جعفری باش گر خدا خواہی　　　ورنہ در ہر طریق گمراہی

اور صدقہ موسی کاظم کا جس کا سینہ شریعت کا خزینہ ہے اور صدقہ موسی رضا کا جس کا دل
محبت کا گنجینہ ہے اور صدقہ محمد تقی کا جو امت کا پیشوا ہے اور صدقہ علی نقی کا جو سب کا رہنما
ہے اور صدقہ حسن عسکری کا جس نے دس امامون کی جانشینی فرمائی اور صدقہ حضرت مہدی
اخر الزمان کا جسکے حصہ مین گیارہ امام کی میراث آئی قیامت کے روز خرم و شاد اوٹھانا میرے
اعمال پر نجانا شراب حوض کوثر پاؤن وصل حور عین سے جامہ مین پھولا نہ سماؤن چہرہ میرا
شیعون کی وفتر مین نظر آوے راہ پل صراط چشم زدن مین جھیل جاوے تجھے پر میری آس ہے دوسرا
کوئی سنگ ہے نہ پاس ہے میرا کام سب تجھے پر بند ہے فشار قبر سے بچین یہ عقیدت مند ہے
میری پردہ پوشی فرما خاک کربلا اپنا خمیر ہو ہر خورد و کلان محب جناب امیر ہو جادہ راستی سے
جس کا قدم ڈگمگائے قعر جہنم مین جھونکا جائے جس وقت خبر مین پاؤن تیرے احسان
کا شکر یہ بجا لاؤن قطعہ

بار الہا پسندی کہ گل من در ہند　　　خشت دیوار صنم خانہ کفار شود
کربلا مدفن من ساز کہ تا تربت من　　　سجدہ گاہ ملک و سبحہ ابرار شود

آگے میرا حال تجھپر اشکار ہے کہ عاصی غلام جناب حیدر کرار ہے خداوندا جب تک بقاے
لیل و نہار ہے گل پر شیفتہ ہزار ہے اس رسالہ کو چشم بد سے بچا ناظرین کی تمنا بر لا نا بندہ کو

ہمیشہ شاد رکھ میری اولاد سے خانہ ویران کو آباد رکھ ٥

رسالہ کا اس جا ہوا اختتام

بحق محمد علیہ السّلام

تمّت